UNIVERSAL LIBRARY
OU_226607
UNIVERSAL LIBRARY

TEXT FLY WITHIN
THE BOOK ONLY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۔ آ/۲۹۲ Accession No. ۱۲۹۷۲

Author آنتز سروپ

Title ۱۹۳۴ء

This book should be returned on or before the date last marked below.

رادھاسوامی دیال کی دیا رادھاسوامی سہائے

یتھارتھ پرکاش

حصّہ اوّل و دویم

(تصنیف منیف صاحب جی مہاراج آنند سروپ صاحب)

جس میں

رادھاسوامی مت کی شکشا کا یتھارتھ بیان کرکے معترضین کی مشکلات حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور مختلف مذاہب کے ۶۰ مستند گرنتھوں سے حوالہ جات پیش کرکے دکھلایا گیا ہے کہ سچّا و اصلی مذہب ایک ہی ہوسکتا ہے اور جملہ مذاہب کے بزرگان کی مذہبی تعلیم میں بیّن مشابہت ہے

رادھاسوامی ست سنگ سبھا دیال باغ آگرہ نے

دیال باغ آگرہ سے شائع کیا

۱۹۳۴ء

مطبوعہ آرمی پریس دیال باغ آگرہ

بار دویم — رادھاسوامی سمت ۱۱۶ — تعداد جلد ۲۰۰۰

۱۷۹۶۷

۳۹۷۲۵۵

ی آ

Checked 1969.

پہلا ایڈیشن۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۴ء ۳۰۰۰ جلد

دوسرا ایڈیشن۔ ۲۱ اگست ۱۹۳۴ء ۳۰۰۰ جلد

فہرست مضامین یتھارتھ پرکاش حصہ اول و دوم

حصہ اوّل

رادھاسوامی مت کی تعلیم کا بیان

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	دیباچہ	۱	۸	رادھاسوامی دھام و نجاتِ ابدی	۳۵
۲	رادھاسوامی مت کی تعلیم	۳	۹	کُل مالک و سُرت انشیں	۴۷
۳	رادھاسوامی مت کے تین شغل	۵	۱۰	ست گورو کی ضرورت	۵۰
۴	انوراگ و یراگ	۸	۱۱	روحانی قوتوں کو بیدار کرنیکی ضرورت	۵۸
۵	سمرن و دھیان	۱۰	۱۲	کھان پان اور سنگ و صحبت میں احتیاط کی ضرورت	۶۲
۶	شبد	۱۸	۱۳	رادھاسوامی ست سنگ	۷۱
۷	رادھاسوامی نام کی حقیقت	۲۷	۱۴	مذہب کی لہریں اور رادھاسوامی مت	۷۹

حصہ دوم

معترضین کی مشکلات

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۵	ستگورو بھگتی پر اعتراض	۹۵	۱۷	ستگورو سیوا	۱۱۰
۱۶	ستگورو مہما	۱۰۳	۱۸	پرشاد۔ چرنامرت وغیرہ	۱۱۳

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۹	انبیہ بھگتی یعنی عشق بلا شرکت غیرے	۱۳۶
۲۰	ستگورو و خدا	۱۵۱
	رادھا سوامی مت کی بانی پر اعتراضات	
۲۱	ودیا کو اودیا کیوں کہا؟	۱۶۷
۲۲	اُلٹی باتیں	۱۸۲
۲۳	استریوں کو دھمکی	۱۸۷
۲۴	کُٹمب سے نفرت	۱۸۸
۲۵	استریوں سے سیوا	۱۹۲
۲۶	استری کیلئے پتی ہی ایشور ہے۔	۲۰۰
۲۷	چار جنم	۲۰۲
۲۸	مُورتی پُوجا	۲۰۶
۲۹	سرشٹی اُتپتی	۲۰۹
۳۰	گیان۔دھیان۔یوگ۔ویراگیہ	۲۲۶
۳۱	ست لوک اور دوسرے رُوحانی منڈل	۲۶۹
۳۲	ویدوں اور شاستروں کی نندا	۲۴۰
۳۳	کال و دیال	۲۴۵
۳۴	رادھا سوامی نام و سُرت شبد یوگ	۲۵۷
۳۵	رادھا سوامی مت و ناستکتا وغیرہ	۲۶۲

رادھا سوامی سہائے

دیباچہ

سچے مالک نے انسان کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں اُن میں سب سے اعلیٰ مذہب یعنی پرمارتھ ہے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جیسے بعض چھوٹے بچے نادانی سے اپنی عمدہ سے عمدہ پوشاک تھوڑے ہی عرصہ میں میلی کچیلی کر لیتے ہیں۔ ایسے ہی مُلکِ ہند کے اکثر لوگوں نے اپنا پرمارتھ گندلا کر لیا ہے۔ اور مالک کی یہ رحمت فی زمانہ ملک کے لئے مایۂ زحمت بن گئی ہے۔ اور پرمارتھ کے عاشقوں و مذہب کے فدائیوں کے لئے امن و امان سے زندگی بسر کرنی اور مذہبی رہنماؤں کے لئے اپنے خیالات کی اشاعت کرنی نہایت دشوار ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ سرزمینِ ہند جہاں ہزاروں رشی سنت۔ مہاتما و اولیا پے در پے پرکٹ ہوئے رُوحانیت سے معمور ہو کر روحانی تعلیم کے لئے نہایت موزوں کرۂ ہوائی پیش کرتی۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بجائے اس قسم کی فضا پیش کرنے کے یہ مُلک خانہ جنگیوں۔ جاہلانہ حرکتوں و متعصبانہ کارروائیوں کا مرکز بن رہا ہے۔ اس آزادی کے زمانہ میں جبکہ ہر شخص کو اپنے مذہب میں عقیدہ۔ اپنے مذہب کے بزرگان کی تعظیم و تکریم اور اپنے خیالات کے اظہار کے لئے پُورا حق حاصل ہے۔ یہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے مذاہب کے بزرگوں کی شان میں برسرِ عام دل آزار و ہتک آمیز کلمات استعمال کرے اور اپنے مذہب کی تعلیم کی فضیلت دکھلانے کے بجائے دوسرے مذاہب کی تعلیم کو مروڑ کر اس کا مضحکہ اُڑانے کی نازیبا کوشش کو اپنا شعار بنائے؟ انھیں اُصولوں پر کاربند رہتے ہوئے ست سنگی جماعت نے اپنی زائد از ستّر سالہ زندگی میں دوسرے مذاہب کے بزرگان کے خلاف لب کُشائی اور اُنکی تعلیم و تلقین پر

نازیبا نکتہ چینی سے ہمیشہ گریز کیا۔ بلکہ اگر کسی دوسری جماعت کے افراد نے اِن اُصولوں کو نظر انداز کر کے رادھاسوامی مت کی تعلیم و رادھاسوامی مت کے بُزرگان کے خلاف ناشایاں الفاظ استعمال کئے تو اُن کا جواب خاموشی سے دیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اِن دِنوں چند آریہ سماجی و سناتنی و اکالی بھائیوں نے اِس خاموشی کو ہماری اخلاقی کمزوری تصوّر کر کے بے لگام دریدہ دہنی سے کام لینا شروع کیا۔ اِسلئے مجبوراً اس سلسلہ میں قلم رانی کی ضرورت محسوس ہوئی اور رادھاسوامی مت کی پوزیشن صاف کرنے کیلئے یہ سطور قلمبند کرنی پڑیں۔

مگر ناظرین یہ خیال نہ کریں کہ اس رسالہ میں معترضین کی طرح تلخ گوئی یا بد کلامی سے کام لیا جاویگا نہیں۔ کوشش یہ ہوگی کہ اوّل رادھاسوامی مت کی اصلی تعلیم مختصراً بیان کر کے معترضین کے اعتراضات کے جواب پیش کئے جاویں تاکہ وہ دیکھ سکیں کہ اُن کی رادھاسوامی مت کے خلاف تحریریں و تقریریں کس قدر بجانب حق ہیں۔ اور دوئم معترضین کی مُستند دھرم پُستکوں سے متعدّد حوالہ جات پیش کر کے اُن مشکلات کا ذکر کریں جن کی وجہ سے پیروانِ رادھاسوامی مت اُن کے ہم خیال بننے اور وید وغیرہ شاستروں کو اُس عزّت کی نگاہ سے قاصر ہیں جس سے معترضین دیکھتے ہیں۔

اُمید ہے کہ اِن سطور کے مطالعہ کے بعد ہمارے کرم فرما اپنا موجودہ دل آزار طریق عمل ترک کر کے ہماری مشکلات ہٹانے اور رادھاسوامی مت کی تعلیم کا اصلی مفہوم سمجھنے کی خوشگوار کوشش میں منہمک ہونگے اور ہمارے لئے اپنی دھرم پستکوں کی تعلیم سے مستفیض اور اپنے لئے رادھاسوامی مت کی تعلیم سے بہرہ اندوز ہونے کی صورت پیدا کرینگے۔

آنند سروپ

دیال باغ۔ ۱۲؍ جنوری ۱۹۳۴ء

یتھارتھ پرکاش

حصّہ اوّل

رادھاسوامی مت کی تعلیم

۱۔ رادھاسوامی مت کی تعلیم نہایت سادہ و سہج ہے۔ لیکن اُس دل کے لئے جو سچّے مالک کی محبّت سے خالی ہے اس کا سمجھنا محال بلکہ ناممکن ہے۔

۲۔ رادھاسوامی مت سِکھلاتا ہے کہ انسان کے وجود میں تین جوہر موجود ہیں۔ اوّل کثیف مادّہ جس سے انسان کا کثیف یعنی سنھول جسم بنتا ہے۔ دوئم لطیف مادّہ جو انسان کے من کا مسالہ ہے۔ اور تیسرے رُوح یعنی سُرت جو انسان کے وجود کی جان ہے اور جس سے اُس کے من و جسم کی نشو و نما ہوتی ہے۔ انسان کے جسم و من دونوں فانی یعنی ناشمان ہیں لیکن رُوح غیر فانی ہے۔

۳۔ اور جیسے انسانی وجود کو رچنے و جان دینے والا اِس کا آتما یعنی سُرت ہے ایسے ہی کُل کائنات یعنی سرشٹی کو رچنے و جان دینے والا ایک "پرم آتما" ہے جس کو مالکِ کُل یا رادھاسوامی دیال کہتے ہیں۔

اور چونکہ آتما و پرماتما یعنی سُرت و کل مالک کا جوہر ایک ہی ہے اس لئے اِنسانی وجود کل رچنا کا نمونہ تسلیم کیا جاتا ہے اور رچنا کو عالمِ کبیر اور انسانی وجود کو عالمِ صغیر کہتے ہیں۔

۴ ۔ رادھاسوامی مت بتلاتا ہے کہ مالکِ کُل نے آتماؤں کو سرشٹی سے تعلق قائم کرنے اور جسمِ انسانی سے پورا فائدہ اُٹھانے کا موقع دینے کی غرض سے اِس (جسمِ انسانی) کے اندر متعدد پوشیدہ قوّتیں تقسیم فرمائیں اور نوعِ انسان کو اِن عطیوں اور ان کی منفعت سے آگاہ کرنے کے لئے انتظام فرمایا کہ دُنیا میں وقتاً فوقتاً ایسی پاک و بیدار ارواح کا نزول ہو جو اُن قوّتوں کے راز۔ اُن کے بیدار کرنے کے طریق اور اُنکے استعمال کے ڈھنگ سے بخوبی واقف ہوں۔ اور جنھیں وہ راز دُوسروں کو سمجھانے۔ اُن قوّتوں کو جگانے اور نوع انسان کو اُن سے مُستفید کرانے کی توفیق حاصل ہو۔

۵ ۔ اِسی وجہ سے رادھاسوامی مت میں خاص زور اس بات پر دیا جاتا ہے کہ انسان اپنی جسمانی دماغی و رُوحانی تینوں قسم کی قوّتوں کا بیدار کرنا زندگی کا نصب العین بناوے۔ اور تساہل و تجاہل کو بالائے طاق رکھکر مردانہ وار مناسب تدابیر عمل میں لاوے۔

۶ ۔ یہ مسلّم ہے کہ جسمانی و دماغی قوّتیں بیدار کرنے کے لئے ہر نوزائیدہ کو اوّل کچھ عرصہ اپنے والدین سے مدد لینی پڑتی ہے۔ ازاں بعد وہ ورزشِ جسمانی اور علوم وفنون کے ماہران کی شاگردی اختیار کرتا ہے اسی اصول پر رادھاسوامی مت سکھلاتا ہے کہ اپنی پوشیدہ رُوحانی قوّتیں بیدار کرنے کے لئے بھی ہر انسان کو کسی کامل رُوحانی اُستاد کی جسے سنت مت کی اصطلاح میں سنت ستگورو کہا جاتا ہے شاگردی اختیار کرنی چاہیئے۔

۷ ۔ مگر واضح ہو کہ سنت ستگورو سے مُراد کسی ایسے شخص سے نہیں ہے جو رُوحانی قوّتوں و منزلوں کے راز سے محض علمی واقفیت رکھتا ہو۔ بلکہ اُس کامل پُرش سے ہے جس نے بذریعہ عمل اپنی رُوحانی قوّتوں کو کلیتہً بیدار کر کے سچّے مالک سے وصل حاصل کیا ہے۔ یا جس کو جنم سے یہ پرم گتی حاصل ہے۔

۸ ۔ جب کوئی نوعمر تحصیلِ علم کی غرض سے سکول یا مکتب میں داخل ہوتا ہے تو اوّل اُسے بچپن

کی آزادی چھوڑ کر اور قوا کی غیر ضروری حرکتیں روک کر پُورے طور توجہ اپنے سبق میں دینی پڑتی ہے علیٰ ہذالقیاس علمِ رُوحانی کے طالب کو دُنیوی آزادی چھوڑ کر اور جسم و من کی غیر ضروری حرکتیں روک کر اپنی توجہ رُوحانی نشانہ پر یکسُو و قائم کرنی ہوتی ہے۔ اور چونکہ انسان کے جسم و من پر غذا۔ سازوسامانِ زندگی و حالاتِ گرد و پیش کا بھاری اثر پڑتا ہے۔ اس لئے رادھاسوامی مت سکھلاتا ہے کہ شوقین پرمارتھی صرف اِس قسم کی ستوگنی غذاؤں کا استعمال روا رکھے جو اُس کے جسم و من کو غیر ضروری و ناشائستہ حرکات کے لئے مشتعل نہ کریں۔ اور سازوسامانِ زندگی سے محض حسبِ ضرورت یعنی کارج ماتر واسطہ رکھے۔ اور اپنا وقت ایسے شغلوں و سنگ و ساتھ میں گذرانے جو حصولِ مُراد میں معاون و مددگار ہوں۔

۹۔ مذکورہ بالا شرائط منظور کرنے پر امیدوار کو دو شغل سکھلائے جاتے ہیں۔ جن کی مدد سے وہ جسمانی و نفسانی خواہشات کو کافی طور زیر کرکے اپنی توجہ عالمِ رُوحانی کی جانب مخاطب کر سکتا ہے۔ اور اِس عمل کا کافی محاورہ ہونے پر جب اُس کے اندر رُوحانی منازل کی جانب قدم بڑھانے کی قابلیت آجاتی ہے تو اُسے تیسرا شغل جو رُوحانی منازل کی جانب قدم بڑھانے کی جُگتی ہے اور جسے سنت مت کی اصطلاح میں شبد ابھیاس کہتے ہیں سکھلایا جاتا ہے۔ یہی تین شغل رادھاسوامی مت کا سربستہ راز ہیں جن کے متعلق نادان لوگ انواع اقسام کی غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔

۱۰۔ چونکہ رادھاسوامی مت میں اِن شغلوں کو حد سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ اِس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اِن کی کسی قدر تشریح کی جاوے۔

رادھاسوامی مت کے تین شغل

۱۱۔ یہ ایک عام تجربہ کی بات ہے کہ جب انسان اپنی توجہ انترمُکھ کیا چاہتا ہے تو اُس کو دُنیا کی یاد ستاتی ہے یعنی دُنیا کے جن شغلوں میں وہ اپنی توجہ دیتا رہا ہے اور جن جانداروں سے تعلق کرتا رہا ہے اُنکے

خیالات اور اُن کی شکلیں ذہن میں آ کر اُس کے من کو پراگندہ کر دیتی ہیں۔ اِس لئے انتری سادھن کے ہر شوقین کے لئے پہلی مشکل اِنھیں گھنوں کا سامنا ہے۔ ویسے دُنیا کی چیزیں بے شمار ہیں مگر انسانی دماغ پر ان کا اثر صرف نام ورُوپ کی شکل میں پڑتا ہے اور شغل یعنی ابھیاس کے وقت نام ورُوپ ہی کی دھاریں اُس کے من کو چنچل اور اُس کی توجّہ کو متزلزل کرتے ہیں۔ اِن دھاروں کو روکنے کے لئے بہترین علاج یہ ہے کہ انسان اپنے من کو ایک دل پسند نام ورُوپ میں لگانے کی کوشش کرے۔ جیسے شریر بچّے ایک دل پسند کھیل میں لگ کر دوسری شرارتوں سے رُک جاتے ہیں۔ ایسے ہی ابھیاسی کا من بھی ایک دل پسند نام ورُوپ کے تصوّر میں لگ کر دوسرے ناموں ورُوپوں کی یاد بھول جاتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس عمل سے ابھیاسی کا من کامل طور ساکن تو نہیں ہو جاتا۔ لیکن اِس کی چنچلتا میں کافی کمی ضرور ہو جاتی ہے رادھاسوامی مت میں اِن شغلوں کو سمرن ودھیان کی جگتیاں کہتے ہیں۔

۱۲۔ پوشیدہ نہیں ہے کہ ہر مذہبی جماعت میں کسی نہ کسی طریقہ سے مالک کی یاد کی جاتی ہے۔ مثلاً بعض اصحاب تسبیح ومالا کے ذریعہ بعض انگلیوں پر گن کر خاص ناموں ومنتروں کا جپ کرتے ہیں۔ بعض سندھیا۔ گایتری۔ نماز وغیرہ کے ذریعہ مالک کی یاد کرتے ہیں۔ بعض زبان سے اُچّارن کر کے بعض دل ہی دل میں بعض قلب پر ضرب لگا کر کسی متبرّک نام کا جپ کرتے ہیں لیکن رادھاسوامی مت میں جو طریقہ شغل کا بتلایا جاتا ہے وہ اِن سب سے جُداگانہ وافضل ہے۔ اُس کی رُو سے ابھیاسی کو رُوح کی زبان سے نام کا وِرد اور رُوح کی آنکھ سے سروپ کا دھیان کرنا ہوتا ہے۔

۱۳۔ جب سُمرن ودھیان کی مدد سے ابھیاسی کا من کسی قدر ساکن ہو جاتا ہے تو اُسے وقتاً فوقتاً رُوح کی نشست کے مقام پر رُوحانی آواز جسے سنت مت کی بولی میں انہد شبد کہتے ہیں سُنائی دینے لگتی ہے۔ یہ روحانی آواز ہر شخص کے اندر۔ چاہے وہ کسی قوم وملّت کا ہو۔ ہر وقت جاری ہے۔ اور چونکہ عام لوگوں کی توجّہ بیرونی دنیوی ساز وسامان کی جانب مائل ہے اِس لئے اِنھیں رُوحانی آواز کا علم نہیں ہوتا۔

۱۴۔ رادھا سوامی مت سکھلاتا ہے کہ جیسے دُنیا کی طبعی قوتیں مرکز سے پھیل کر محیط میں کام کرتی ہیں اسی طرح روحِ اِنسانی یعنی سُرت بھی اپنے مرکز سے جو دماغ کے ایک خاص حصّہ میں مقیم ہے رُوحانی دھاروں کے ذریعہ اپنے مُحیط یعنی جسمِ انسانی میں پھیل کر کام کرتی ہے۔ اور چونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر قوّت کی دھار کے ساتھ ساتھ آواز یعنی شبد کی دھار بھی رواں رہتی ہے اور ہر شبد کی دھار میں اُسکے مخزن کے خواص موجود رہتے ہیں اِس لئے رُوحانی دھاروں کے ہمراہ بھی ایسے رُوحانی شبد کی دھار جاری رہتی ہے جس میں اُس کے مخزن یعنی رُوح کے خواص موجود رہتے ہیں اور چونکہ رُوح یعنی سُرت کی خاص صفت پریم یعنی مرکز کی جانب کشش ہے۔ اِس لئے جس دم کسی ابھیاسی کے گھٹ میں رُوحانی شبد ظاہر یعنی پرکٹ ہوتا ہے اُسے فوراً زبردست اندرونی کشش محسوس ہوتی ہے اور چونکہ اس کشش کا رُخ رُوح کے مرکز کی جانب ہوتا ہے اِس لئے اِس کے زیرِ اثر ابھیاسی کے من و سُرت اس مرکز پر سمٹ آتے ہیں اور اُس کی توجہ ہر طرف سے ہٹ کر رُوحانی نقطہ پر جم جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سُمرن و دھیان کی مدد سے روحانیت کا طالب اپنے من کو دُنیا کے ناموں رُوپوں کی لہروں سے کسی قدر آزاد کر لیتا ہے۔ ازاں بعد قوّت روحانی کے کسی قدر بیدار ہونے پر رُوحانی آواز کے زیرِ اثر اُس کے من کو کامل سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس طرح دُنیا سے ٹُوٹ و چُھوٹ کر اُس کے لئے موقع نکل آتا ہے کہ رُوحانی منازل کی جانب قدم بڑھاوے۔

۱۵۔ رادھا سوامی مت میں روحانی منازل کی جانب قدم بڑھانے کے لئے علوی رُوحانی آوازوں سے مدد لی جاتی ہے جن کا مفصّل بھید ہر اُمیدوار کو شبد ابھیاس کی جُگتی تبلاتے وقت سمجھا دیا جاتا ہے۔ اور عقیدہ یہ ہے کہ جیسے ابتدا میں رُوحانی شبد کی مدد سے نچلے یعنی سفلی مقامات میں پھیلی و بھرمتی ہوئی رُوح باسانی اپنے مرکز یعنی جسمِ انسانی میں اپنی نشست کے مقام پر سمٹ آتی ہے۔ ایسے ہی اعلیٰ طبقوں کی روحانی آوازوں کی مدد سے وہ درجہ بدرجہ درمیانی منازل طے کرتی ہوئی ایک دن روح کائنات کے مرکز یعنی سچّے کُل مالک کے حضور میں باریاب ہو جاتی ہے۔ رادھا سوامی مت کی یہی آخری منزل ہے۔ اور اِس منزل پر پہونچنے ہی کو

پرم گتی یا سچّی مُکتی کی پراپتی کہتے ہیں۔ اس منزل پر پہونچ کر کسی رُوح یعنی سُرت کو دوبارہ سنسار میں آنا نہیں پڑتا یہ مقام لافانی ہے اور یہاں کا قیام بھی ابدی ہے۔

۱۶۔ رادھاسوامی مت کی تعلیم کا مختصر بیان اُوپر کی دفعات میں آگیا۔ اب اس بیان کی صراحت کی جاتی ہے تاکہ تعلیم کا اصلی مفہوم بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔

انوراگ و ویراگ

۱۷۔ اگر آپ کو لوہے کا ایک ٹکڑا دیکر کہا جائے کہ اِسے ہوا میں اُڑا دو تو اس کے لئے آپ کو دو میں سے ایک عمل کرنا ہوگا یعنی یا تو اُسے کوٹ پیس کر اتنا باریک کریں کہ ذرّہ ذرّہ بن کر ہوا میں اُڑ جائے یا آگ پر رکھکر اتنا گرم کریں کہ گیس بن کر ہوا میں مِل جائے۔ یہی دو قاعدے من کے مہین کرنے کے ہیں۔ یا تو ریاضتِ جسمانی کے ذریعہ کشٹ دیکر اُسے نرمل و ملائم کیا جائے۔ یا پریم (عشقِ حقیقی) کی آنچ پہونچا کر اُسے پاک و لطیف بنایا جائے۔ زمانۂ قدیم میں عام طور لوگ گرہستی چھوڑ کر جنگلوں میں تپسّیائیں کر کے من کو زیر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے دنیا میں بھگتی مارگ کا ظہور ہوا تپسّیا کے بجائے پریم و انوراگ کے نسخے کی قدر ہونے لگی۔ چنانچہ رادھاسوامی مت میں اِسی بات پر زور دیا جاتا ہے کہ پرمارتھی کے دل میں کُل مالک کے درشن کا شوق اس قدر غالب ہو کہ اُسے دُنیا کی کھیل کُود کے لئے کوئی رغبت نہ رہے۔

۱۸۔ یہ ایک روزانہ تجربہ کی بات ہے کہ جب انسان کو کسی کام کا چسکا لگ جاتا ہے تو دوسرے کاموں سے اُس کی توجہ آپ سے آپ ہٹ جاتی ہے مثلاً جن لوگوں کو شطرنج۔ تاش وغیرہ کا شوق ہے۔ وہ سب کام چھوڑ کر دن بھر انھیں کھیلوں میں لگے رہتے ہیں۔ اُنھیں سُورج کے طلوع و غروب تک کی سُدھ نہیں رہتی۔ علیٰ ہٰذالقیاس یہ اُمید کی جاتی ہے کہ اگر کسی کے دل میں کُل مالک کے درشن کا سچّا گہرا شوق جاگ اُٹھے تو گرہست آشرم میں رہتے ہوئے ہی اس کے دل میں دُنیا سے سہج ویراگ پیدا ہو جائیگا۔ اور اُس کو

مطلق ضرورت نہ ہوگی کہ گھر بار تیاگ کر جنگلوں کی راہ لے اور وہاں جا کر اپنے جسم کو کشٹ دے۔ مگر واضح ہو کہ یہ انوراگ جس کی مدد سے شوقین پرمارتھی کی ابتدائی مشکل اس قدر آسانی سے حل ہو جاتی ہے۔ ذرا مشکل سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ محض کُتب بینی یا لیکچر سُننے سے اپنے دل میں انوراگ جگا لے تو ناممکن ہے۔ جب کسی شخص کے وہ قدیم سنسکار جن کی وجہ سے اُس کی روح کو ابتدائے آفرینش میں سنسار میں اُترنا پڑا قریب الاختتام ہو جائیں اور اس کی رُوح کا میلان مادّہ یعنی پرکرتی کی جانب کم ہو جائے۔ تب کہیں اُس کے دل میں کُل مالک کے چرنوں کے لئے انوراگ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دُنیا میں بعض لوگ جو ہر چند نہایت قابل و ہوشیار ہیں اس نعمت سے محروم ہیں۔ اور بعض لوگ جو نہایت سیدھے سادے ہیں اس سے مالامال ہیں۔ رادھاسوامی مت میں ایسے لوگوں کو مہری جیو کہا جاتا ہے۔ یہی لوگ بھگتی مارگ کی قدر کر سکتے ہیں اور یہی سادھن کی جُگتیاں سیکھ کر سنتوں کے اُپدیش سے پُورا نفع اُٹھا سکتے ہیں۔ اِسی وجہ سے رادھاسوامی ست سنگ میں نہ علمی استعداد کی پروا کی جاتی ہے۔ نہ کسی اور دُنیوی قابلیت کی۔ اگر پروا ہے تو اسی پریم کے انکُور یعنی انوراگ کی۔ جس شخص کے دل میں یہ انکُور موجود ہے اُسے بلا روک ٹوک شریک کر لیا جاتا ہے۔ اور جو اس سے خالی ہے وہ اوّل تو خود ہی ست سنگ سے دُور رہتا ہے اور اگر کسی وجہ سے نزدیک آ بھی جاتا ہے تو تھوڑے ہی عرصہ میں خود بخود کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ رادھاسوامی دیال کا بچن ہے:۔ (سار بچن۔ بچن ۸ شبد پہلا)

یہ کہنا اُن جیون کارن ۔ جن کے برہ انوراگ کی دھارن۔ ۴۵
تشئی سنساری اور راگی ۔ اِن کو ٹیک نہ چھیئے تیاگی۔ ۴۶
اِن کو ٹیک سہارا بھاری ۔ ٹیک بنا کچھ ناہیں اَدھاری ۴۷
۱۰اُن کو نہیں اُپدیش ہمارا ۔ اُن کو جگت کا منا مارا ۴۸

۱۹۔ بعض اصحاب دنیوی علوم و فنون کے شیدائی ہوتے ہیں۔ اور علمی کُتب کے مطالعہ سے انکی

قوّتِ ادراک اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ بحث مباحثہ میں کوئی شخص اُن سے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتا۔ یہ حالت دُنیا میں نا موری اور رِدّیا بُدّھی کا لُطف اُٹھانے کے لئے نہایت مُفید ہے لیکن رُوحانیت کے بیدار کرنے اور پرمارتھ میں قدم بڑھانے کے لئے بغایت مُضر۔ دُنیوی علوم پڑھکر عام طور من کا رُخ دُنیا کی چیزوں کی طرف اتنا جُھک جاتا ہے کہ اس کا روکنا واُلٹنا انسان کے لئے سخت دشوار ہوتا ہے چنانچہ ہر مُلک میں ہزاروں ایسے تعلیم یافتہ اصحاب نظر آتے ہیں جو بحث مباحثہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور دنیوی علوم سے بہت کچھ آشنا ہیں لیکن پرمارتھ میں بالکل کورے ؎

معیں بچشم خرد حُسنِ دوست نماید ببیں بہ دیدۂ مجنوں جمال لیلیٰ را

خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں کہ عقل کی آنکھ سے مالک کے سروپ کا درشن حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے لیلیٰ کا جمال دیکھنے کے لئے مجنوں کی آنکھیں درکار ہیں۔ ایسے ہی مالک کے جمال کا درشن حاصل کرنے کے لئے عاشقِ صادق کی آنکھیں درکار ہیں۔

۲۰۔ اور بعض اصحاب تو دنیوی علوم پڑھکر مالک کی ہستی سے مُنکر اور پرمارتھ کے دشمن بن جاتے ہیں بھلا اُنھیں کوئی کیا سمجھا سکتا ہے؟ اُن کی عقل مثل اُس تیز چُھری کے جو کاغذ کو ٹیڑھا و ترچھا ہی کاٹتی ہے پرمارتھ کے متعلق ہر بات کو ٹیڑھا ہی سمجھتی ہے اور اُن کے دل کا دروازہ بند ہو جانے سے اُنکے خلاف مرضی کوئی بات اندر داخل ہونے ہی نہیں پاتی۔ لہٰذا اُن کی تمام عُمر اپنی علمیت کی شان دکھانے اور پرمارتھ کی مخالفت کرنے میں صرف ہوتی ہے ؎

ز روئے دوست دلِ دشمناں چہ دریابد چراغِ مُردہ کُجا۔ شمع آفتاب کُجا

سُمرن ودھیان

۲۱۔ سُمرن ودھیان کی جُگتیاں جو رادھاسوامی مت میں رائج ہیں کوئی نئی بات نہیں ہیں۔

زمانۂ قدیم سے اُن کا رواج چلا آیا ہے۔ پاتنجل یوگ سوتروں میں بھی ان کا بیان ہے۔ لیکن ان جُگتیوں کی کمائی بِلا سچے انوراگ و سہج ویراگ کے ناممکن ہے۔ ویسے ہزاروں لاکھوں آدمی اپنے اپنے طریقہ سے جپ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن عام طور کوئی زبان سے جپ کرتا ہے کوئی دِل سے۔ زبان کا جپ سُمرن کا سب سے ادنیٰ طریقہ ہے۔ دل سے جپ زبان کے جپ سے افضل ہے لیکن اِس سے بھی محض صفائی قلب حاصل ہوتی ہے۔ رُوحانی قوّت پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور چونکہ پرمارتھی کی اصل غرض اپنی رُوحانی قوّت کا بیدار کرنا ہے اِس لئے بلحاظ اُس دلی مُدّعا کے یہ طریق بھی بے مصرف ہے۔

سُمرن کا اصلی طریقہ ایک رازِ سربستہ ہے جو سینہ بسینہ چلتا ہے۔ خواجہ فریدالدین عطّار فرماتے ہیں ؎

ذِکر بر سہ وجہ آمد بے خلاف — تو ندانی ایں سُخن را از گزاف۔ ۱

عام را نبود جُز و ذکرِ زباں — ذکرِ خاصاں باشد از دل بیگماں۔ ۲

ذکرِ خاص الخاص ذکرِ سِر بود — ہر کہ ذاکر نیست او خاسر شود۔ ۳

خواندنِ قرآں بود ذکرِ لساں — ہر کرا ایں نیست بود از مفلساں۔ ۴

ترجمہ:۔ بِلا شُبہ سُمرن کے تین طریقے ہیں لیکن تم اس بات کی پروا نہیں کرتے جب تمہیں یہ بات سمجھائی جاتی ہے تم اپنی حماقت سے اِس کی تہ تک نہیں پہونچتے۔ تمہارا خیال ہے کہ سُمرن کا ایک ہی طریقہ ہے (۱) عام لوگ تو صرف زبان سے سُمرن کرتے ہیں اور خاص لوگ بِلا شُبہ زبان کے بجائے دِل سے کرتے ہیں (۲) لیکن خاص الخاص یعنی منتخب اشخاص ایک پوشیدہ طریقہ سے سُمرن کرتے ہیں۔ جو شخص سُمرن نہیں کرتا نقصان اُٹھاتا ہے (۳) قرآن مجید کی تِلاوت زبان کا سُمرن ہے۔ جو یہ بھی نہیں کرتا نرا کنگال ہے (۴)

۲۲۔ بعض اصحاب سُمرن کو محض نام کی رٹن قرار دیکر ایک بے سود عمل قرار دیتے ہیں صریحاً اُن کا اعتراض زبان سے بے ٹھکانے کسی نام کا اُچارن کرنے والوں پر ہے۔ اسی لئے پتنجلی مہاراج نے یوگ سوتروں میں ہدایت فرمائی ہے (तज्जपस्तदर्थभावनम् ।१ ।२२) یعنی نام جپو لیکن اس کا ارتھ خیال میں

رکھو۔ بلا ارتھ یعنی مقصد ذہن میں رکھے طوطے کی طرح کسی نام کا رٹنا محض لوک دکھاوے کا کام رہ جاتا ہے۔ اسی طرح بدن کو تان۔ آنکھیں بند کر مالک یا ایشور کے سرو ویاپکتا (احاطتِ کُل) وغیرہ اوصاف کو خیال میں لا کر بے ٹھکانہ دھیان جمانا۔ لاحاصل رہتا ہے۔ بھگوت گیتا کے چھٹے ادھیائے کے شلوک ۱۴ میں دھیان کے ٹھیک طریقہ کا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اُس کی کون پرواکرتا ہے؟ عام لوگ آنکھیں مُوند کر لمبی چوڑی پرارتھنائیں پیش کر کے یا گائتری وغیرہ کسی منتر کا مقرّرہ تعداد میں جپ اور آکاش سے دیا پک و سُورج سے روشن پرماتما کا فرضی تصوّر کر کے اپنے دِل کو تسکین دے لیتے ہیں۔

۲۳۔ واضح ہو کہ نام کا سُمرن ایک نہایت پُر اثر طریقِ عمل ہے جس کی باقاعدہ وبطریقِ مناسب مشق سے وہ نتائج پیدا ہوتے ہیں جو معمولی انسانوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتے۔ انسان کے وجود میں متعدد اعلیٰ رُوحانی قوّتیں پوشیدہ ہیں جو ٹھیک نام کا ٹھیک طریقہ سے سُمرن کرنے پر بیدار ہو کر انسان کے اندر اعلیٰ رُوحانی طبقوں سے تعلّق قائم کرنے کی قابلیت پیدا کر دیتی ہیں۔ سُمرن ٹھیک طور بن پڑنے پر ابھیاسی کو اوّل روحانی طبقہ کے مناظر کی جھلک دِکھائی دینے لگتی ہے اور پھر ستگورو کا نُورانی سروپ پرکٹ ہو کر انتر کا راستہ کُھل جاتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

فکر آں باشد کہ بکشاید رہے ۔۔۔ راہ آں باشد کہ پیش آید شہے

شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود ۔۔۔ نے بہ مخزن ہا و گوہر شہ بود

یعنی فکر (دھیان) وہ ہے جو انتر کا راستہ کھول دے۔ اور راستہ وہ ہے جو شاہ کے حضور تک جائے۔ اور شاہ وہ ہے جو از خود یعنی اپنے اوصاف سے شاہ ہو۔ نہ کہ دُنیا کے سامان جواہرات وغیرہ قبضہ میں آنے سے امیر بن گیا ہو۔

۲۴۔ نام کے سمرن کے سلسلہ میں ایک بڑی سہو جو عام طور کی جاتی ہے یہ ہے کہ جس کو جو نام پیارا لگتا ہے اُس کا جپ کرنے لگتا ہے۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس طرح کا سُمرن صرف ایک حد تک مُفید ہوتا ہے اور سُمرن کے عمل کا اصلی فائدہ کسی دُھنیا تمک نام کے جپنے سے حاصل ہوتا ہے۔

دُھنیاتمک ناموں کو بیج منتر بھی کہتے ہیں سنت مت کی تعلیم کے بموجب کُل رچنا اٹھارہ درجوں یا استھانوں پر مشتمل ہے اور ہر استھان میں ایک مرکزی شکتی کا قیام ہے جس کی دھاریں اُس استھان میں پھیل کر اُس کی سنبھال کر رہی ہیں اور ہر مرکزی شکتی کی دھاروں سے ایک ایک شبد ہو رہا ہے۔ اِن شبدوں کی اِنسانی بولی میں نقل کرنے سے جو آوازیں بنتی ہیں وہی دُھنیاتمک نام یا بیج منتر کہلاتی ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نام اور نامی یعنی واچک اور واچیہ میں لازمی و دوامی تعلّق رہتا ہے۔ چنانچہ پتنجلی مہاراج کے سمادھی پاد کے سوتر ۲۷ کی شرح میں ویاس جی لکھتے ہیں کہ اس نام (اوم) کے ساتھ پرماتما کا نِت سمبندھ ہے۔ اور سوامی دیانند جی نے بھی اپنے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا میں 'اوم' شبد کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ سوتر پیش کر کے ویاس جی کی شرح کے حوالہ سے لکھا ہے کہ واچیہ واچک (نامی و نام) کا تعلق یوگی سمجھتے ہیں (صفحہ ۱۰۵۔ اُردو ایڈیشن) اِس سے صاف ہو جاتا ہے کہ عام لوگ بیج منتروں یا دُھنیاتمک ناموں کی کیوں قدر نہیں کرتے۔ اُن کی قدر صرف یوگیوں ہی کو ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ اِن کے جپ کے ذریعہ نامی سے مدد پا کر اپنی اندرونی مُشکلات حل کرتے ہیں اور وہ تجربہ سے جانتے ہیں کہ روحانی منازل کی جانب قدم بڑھانے میں اُن کا سُمرن کس قدر مددگار ہوتا ہے۔ فی زمانہ جبکہ عام ہندو بھائی باوجود ویدوں اور اُپنشدوں کے صاف صاف ارشادات کے برہم کے سروتم نام یعنی 'اوم' شبد کی قدر نہ کرتے ہوئے ہر، شیو، گنیش وغیرہ ناموں کے جپ میں مصروف نظر آتے ہیں تو اُن سے کیسے اُمید کی جا سکتی ہے کہ سنتوں کے بتلائے ہوئے برہم لوک سے پرے کے دُھنیاتمک ناموں کی قدر کر سکیں؟ یہی وجہ ہے کہ رادھا سوامی نام جس کی رادھا سوامی مت کے پیرو اتنی تعظیم و قدر کرتے ہیں۔ ہمارے ناواقف کرم فرماؤں کے لئے خارِ جگر بن رہا ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں ؎

میانِ اسم و مسمّیٰ چو فرق نیست ببیں　　تو در تجلّیٔ اسما کمالِ نامِ خدا

ترجمہ۔ اے عزیز! چونکہ نام و نامی میں فرق نہیں ہوتا اِس لئے تو دیکھ۔ ناموں کے جلال میں خدا کے نام

کا کمال نظر آتا ہے۔

پھر فرمایا ہے ؎

یقیں بداں کہ تو با حق نشستۂ شب و روز چو ہمنشیں تو باشد خیالِ نامِ خدا

ترا سزد طیراں در فضائے عالمِ قدس بشرط آنکہ بپری ببالِ نامِ خدا

چو نام او شنوم گر بود مرا صد جاں فدائے اوست بعزّ و جلالِ نامِ خدا

معیں ز گفتن نامش ملول کے گردد کہ از خداست ملالت ملالِ نامِ خدا

ترجمہ۔ اگر خدا کے نام کا خیال یعنی تصوّر تیرے دل میں قائم ہو گیا تو یقین کر کہ تجھے شب و روز خدا کی صحبت حاصل ہے تو عالمِ قدس کی فضا میں پرواز کے اہل ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تو خدا کے نام کے بازوؤں کا سہارا لے کر اُڑے۔ جب مجھے خدا کا نام سُنائی دیتا ہے اُس کے نام کے عزّ و جلال کی قسم اگر میری سو جانیں ہوں اس پر قربان ہو جائیں۔ بھلا معینؔ مالک کے نام کے سُمرن سے کب رنجیدہ خاطر ہو سکتا ہے خدا کے نام سے رنجیدہ خاطر ہونا خدا سے ہی رنجیدہ خاطر ہونا ہے۔

سمجھدار کیلئے ان اشعار میں سب کچھ آ گیا اور ناسمجھ کیلئے کچھ نہیں آیا۔ اِس کے لئے کبیر صاحب فرماتے ہیں ؎

نام جپت کُشٹی بھلا چُو چُو پڑے جو چام کنچن دیہہ کس کام کی جا مُکھ ناہیں نام

یعنی وہ کوڑھی جو مالک کا نام جپتا ہے۔ باوجود اِس کے کہ اس کا بدن گل گل کر جھڑ رہا ہے بہتر ہے ان لوگوں سے جن کا بدن سونے کی طرح دمکتا ہے۔ لیکن جن کی زبان پر مالک کا نام نہیں ہے۔

۲۵۔ اگر اُن لوگوں سے جو نام کے سُمرن کے بجائے مقرّرہ آئتیں یا منتر پڑھتے ہیں دریافت کیا جائے۔ آیا انھیں پڑھتے وقت تمہارے من کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ تمہارے خیالات آئیتوں یا منتروں کے مضامین سے عین مطابقت کرتے جائیں یا ایسا ہوتا ہے کہ تم طبیعت پر زور دیکر آیت کے بعد آیت یا منتر کے بعد منتر بولتے جاتے ہو اور تمہارا من پیچھے رہ جاتا ہے اور کبھی کبھی اِدھر اُدھر بھاگ جاتا ہے تو وہ بلا شبہ اقبال

کرینگے کہ من کا آئیتوں و منتروں کے مضامین کے ساتھ ساتھ چلتے رہنا نہایت مُشکل ہے۔ اگر کسی شخص کو پرلے درجہ کی صفائی قلب حاصل ہے اور آئیتوں یا منتروں کے معنی پُورے طور ذہن نشین ہیں اور لگاتار مشق سے اس کا من اُن معنی کو اپنے خیالات بنا چکا ہے اور آئیتیں یا منتر پڑھتے وقت خود بخود وہ خیالات بالترتیب اُس کے من میں اُٹھتے جاتے ہیں وہی شخص اُن آئیتوں و منتروں کے پاٹ سے اصلی فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

۲۶۔ بالفرض اگر کوئی شخص سچ مچ یہ عمل کر سکتا ہے۔ تو اُس سے دریافت طلب ہے۔ آیا وہ اپنی پرارتھنا یا دُعا اپنے معبود کو مخاطب کرکے پڑھتا ہے یا محض آموختہ کی طرح دُہراتا ہے۔ غالباً وہ یہی جواب دیگا کہ اپنے معبود کو مخاطب کرکے پرارتھنا پیش کرتا ہوں۔ مگر غور کا مقام ہے کہ لوگوں کی دُنیا کے کسی بڑے حاکم راجہ مہاراجہ۔ گورنر یا وائسرائے کے دُو بدو ہونے پر تو زبان لکنت کرنے لگتی ہے۔ اور عشقِ مجازی کے شکار اپنے معشوق کے سامنے آنے پر مُہر بلب ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ شیر مرد برابر فرفر آئیتیں اور منتر پڑھتے جاتے ہیں۔

۲۷۔ پاتنجل سوتروں میں آیا ہے "سوادھیائے سے اِشٹ دیوتا کا ساکشات ہوتا ہے"۔ اس سوتر پر ویاس جی اپنے بھاشیہ میں لکھتے ہیں کہ دیوتا۔ رشی اور سِدھ سوادھیائے شیل کے درشن کو جاتے ہیں اور اِسکے کاریہ میں سہائی ہوتے ہیں (صفحہ ۱۰۶ ترجمہ یوگ درشن از پنڈت راجہ رام صاحب)۔ نیز کیولیہ پاد کے پہلے سوتر میں منتر سے سِدّھی تبلائی گئی ہے۔ اِن ارشادات کے بموجب ان منتر پاٹھیوں کے منتر اُچاّرن کرنے پر اُن کا اِشٹ دیوتا بھی کبھی پرکٹ ہوتا ہوگا اور تجربہ تو یہی بتلاتا ہے کہ اِشٹ دیوتا کا درشن تو دُور رہا گہرا پریم انگ جاگنے پر بھی پریمی جن کی زبان رُک جاتی ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا جاری ہو جاتی ہے اور وہ مُرغِ بسمل کی طرح بھگونت کا نام اُچارتا ہوا تڑپنے لگتا ہے۔ ایسی حالت میں کون منتر پڑھے؟ کون بفاظی دِکھلائے؟ کون پرارتھنائیں سُنائے؟ اسی لئے یوگ درشن کے پہلے پاد میں صرف ایک نام کی آرادھنا کے لئے ہدایت فرمائی گئی ہے۔

مگر واضح ہو کہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ منتروں یا آئیتوں کا پڑھنا اور پرارتھناؤں کا پیش کرنا

معیوب ہے۔نہیں۔یہ ابتدائی باتیں ہیں۔اور ابتدائی حالت میں ان کا استعمال نہایت جائز ومفید ہے البتہ رُوحانی ترقی کی سیڑھی پر ایک قدم چڑھنے کے بعد ان کا استعمال ترک ہو کر نام کا سُمرن یعنی ذِکر شروع ہو جاتا ہے اور دوسرا قدم چڑھنے پر یعنی نام کی آرادھنا ٹھیک طرح بن پڑنے پر ابھیاسی کے انتر آپ سے آپ نام کا وِرد جاری رہتا ہے اور اس کے لئے اُسے قطعی جدّوجہد نہیں کرنی پڑتی یہی اصلی سُمرن کا طریقہ ہے

۲۸۔ ہسٹری آف ویدک لٹریچر جلد ۲ کے صفحہ ۲۰۴ پر پنڈت بھگوت دت ریسرچ سکالر ڈی۔اے۔وی کالج لاہور لکھتے ہیں:۔

منتروں کے سَوَر (स्वर) سہت شدھ پاٹھ سے ویسا ہی چکروایو منڈل (کرۂ ہوائی) اور آکاش میں چلنے لگ پڑتا ہے جیسا کہ سرشٹی بنتے سمے جب منتر اُتپن ہوئے تھے چل رہا تھا۔نیز صفحہ ۱۰۴ پر شت پتھ براہمن۔۴۔۴۔۵۔۶ کے حوالہ سے لکھا ہے:۔" سام منتروں کے پاٹھ سے اُتپن ہوا سَوَر (स्वर) ناشک کیٹ انوؤں (مہلک جراثیم) کا مارنے والا ہے۔" یہ بیانات کہانتک درست ہیں اس کے بارہ میں یہاں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی دُھنیاتمک نام کا مناسب طریق سے کسی اندرونی مرکز[۱] (چکر،کنول یا پدم) پر سُمرن کرنے سے۔اُس مرکز کے اندر۔اُس طرح کی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جیسی کہ عالمِ کبیر میں اِس مرکز سے مطابقت رکھنے والے لوک یا دھام میں اس کی مرکزی قوّت کے اظہار سے ہو رہی ہے۔اور مُناسب مشق کے بعد قانون ہم آہنگی Law of Harmony of Sounds کے بموجب دونوں حرکتوں سے نمودار ہونے والی آوازیں مل کر ایک ہو جاتی ہیں (اسی کو منتر سِدھی کہتے ہیں)۔اس حالت میں سُمرن کرنے والے کی رُوحانیت میں دھام کے دھنی کی قوّت کے زیر اثر اُمید و قیاس سے بڑھکر اضافہ ہو جاتا ہے۔یہانتک کہ وقتاً فوقتاً اسے انتر میں دھام کے دھنی کے نُورانی سروپ کا درشن اور اس کی شکتی کی دھاروں سے اُتپن رُوحانی شبد کا انبھو ہونے لگتا ہے۔

[۱] تشریح کے لئے دیکھو دفعہ ۱۹۸۔حصّہ دویم۔

رادھاسوامی دیال فرماتے ہیں:۔

سوانت بوند جس رٹت پپیہا اَس دُھن نام لگائے۔ ۱۱
نام پرتاپ سُرت اب جاگی تب گھٹ شبد سُنائے۔ ۱۲
شبد پائے گورشبد سمانی سُنّ سشبد ست شبد ملائے ۱۳
الکھ شبد اور اگم شبد لے نج پد رادھاسوامی پائے۔ ۱۴
پُوراگھر پُوری گت پائی اب کچھ آگے کہا نہ جائے۔ ۱۵

سار بچن نظم۔ بچن پہلا شبد ۲

یعنی پریمی جن اپنے اندر اس طرح سے نام کا سمرن جاری کرتا ہے جیسے پپیہا سوانت بوند کے لئے رٹنا لگاتا ہے۔ نام کے سُمرن سے سوئی ہوئی سُرت شکتی رفتہ رفتہ بیدار ہو جاتی ہے۔ اور ابھیاسی کے انتر میں روحانی شبد پرکٹ ہو جاتا ہے۔ اِس شبد کو پکڑ کر اس کی سُرت گورو شبد یعنی ترکُٹی کے 'اوم' شبد سے وصل ہوتی ہے۔ اور پھر سُنّ استھان اور ست لوک کے شبدوں سے میل کرتی ہوئی الکھ لوک و اگم لوک کے شبدوں سے تعلّق قائم کرتی ہے اور بالآخر منزلِ مقصود یعنی رادھاسوامی دھام میں داخل ہوتی ہے یہاں پہونچنے پر سفر ختم ہو جاتا ہے۔ پُورا گھر اور پوری گتی پراپت ہو جاتی ہے۔ وہاں پہونچکر جو کیفیت آنند وگیان کی ہوتی ہے لا بیان ہے۔

گوسائیں تُلسی داس جی نے اپنی رامائن میں منتر کی شکتی کا ایک خاص انداز میں بیان کیا ہے لکھا ہے:۔

منتر پرم لگھو جاسو وش ودھی ہری ہر سُر سرب مہامتّ گج راج کہاں۔ وش کر انکُش کھرب

ترجمہ۔ منتر بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر اس کے وش میں برھما۔ وشنو۔ مہیش اور سب دیوتا رہتے ہیں۔ نیز بڑے متوالے ہاتھی کو چھوٹا سا آنکس بس میں کر لیتا ہے۔ بال کانڈ ۲۴۷

شری گرنتھ صاحب میں تو ہزاروں بچن نام کے سمرن کی مہما میں آئے ہیں مثلاً جپ جی صاحب کی اخیر کڑی میں فرمایا ہے:-

جنّی نام دھیائیا گئے مشقّت گھال   نانک تے مُکھ اُجلے کیتی چھوٹی نال

شبد

۲۹- یہ بیان ہو چکا ہے کہ سمرن و دھیان کی جُگتیاں ابتدائی ہیں اُن کا خاص مقصد ابھیّاسی کے من و اندریوں کو قابو میں لانا اور اُس کی سوئی ہوئی روحانی قوّت کو بیدار کرنا ہے۔

۳۰- کین اُپنشد کے دوسرے کھنڈ کے چوتھے شلوک کے بھاشیہ میں پنڈت راجہ رام جی کہتے ہیں۔ "جیسے سویا ہوا پُرش اپنے آپ سے بے خبر ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارا آتما اپنے آپ سے بے خبر سویا ہوا ہے۔ اس بے خبری کو دُور کر کے اپنے آپ کو پہچان لینا ہی اُس کا جاگ اُٹھنا ہے .... شُدھ سروپ کا گیان من سے نہیں ہوتا کنتو (بلکہ) آتما سے ہی ہوتا ہے" موصوف نے یہ سب باتیں الفاظ "प्रतिबोध-विदितं" کی تشریح میں لکھی ہیں प्रतिबोध کے معنی جاگ اُٹھنا ہے۔

۳۱- رُوح یعنی سُرت کے بیدار ہونے پر ابھیّاسی کے اندر لطیف حواس مثلاً سُننا۔ دیکھنا وغیرہ کے احساس کی طاقت آجاتی ہے اور اُسے رُوحانی منظر کا اسی طور علم ہونے لگتا ہے۔ جیسے معمولی انسان کو حالت بیداری میں دُنیا کا علم ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

پنج حِسّے ہست جز و ایں پنج حِس   کاں چوں زرّ سُرخ و ایں حِس ہا چو مِس

یعنی انسان کے اندر اِن حواسِ خمسہ کے علاوہ اور بھی پانچ حواس ہیں اور وہ اتنے لطیف ہیں کہ اگر حواسِ خمسہ کو تانبے سے تشبیہ دی جاوے تو اُنھیں سونے سے تشبیہ دینی ہوگی۔ مگر تعجب و افسوس کا مقام ہے کہ باوجودیکہ ہر مذہب میں اِن لطیف حواس و روحانی آواز کی مہما بیان کی گئی ہے۔ فی زمانہ بہت سے لوگ

اِن کا ذکر سُن کر ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ رادھا سوامی مت بتلاتا ہے کہ سُرت ایک زندہ یعنی چیتن شکتی ہے۔ اور گیان اُس کا قدرتی سبھاؤ ہے۔ اِس وقت سُرت جسم و من کے غلافوں میں لپٹی ہے۔ لیکن تو بھی اُس کے جوہر کے اوصاف کے زیر اثر جسم و من تک اپنی حیثیت و قابلیت کے بموجب چیتن ہو رہے ہیں۔ جوں جوں سادھن کے ذریعہ سُرت اِن غلافوں سے آزاد ہوتی جاتی ہے اُس کے ذاتی خواص زیادہ سے زیادہ زور سے نمودار ہوتے ہیں حتیٰ کہ سب کے سب غلاف دُور ہونے پر اُس کا ست چت آنند سروپ پرکٹ ہو جاتا ہے۔ چونکہ رادھا سوامی مت کا سادھن یعنی سُرت شبد ابھیاس سُرت کو اِن غلافوں سے درجہ بدرجہ آزادی دلانے ہی کا عمل ہے اور سُرت کا انتریں درجہ بدرجہ اعلیٰ روحانی مرکزوں پر پہونچنا اِن غلافوں سے درجہ بدرجہ رُستگاری پانے ہی کا مظہر ہے۔ اِس لئے قُدرتی طور اِس سادھن کے بن پڑنے پر ابھیاسی کے اندر درجہ بدرجہ لطیف و الطف خواص (وِدّیہ گیان شکتیاں) نمودار ہوتے ہیں اور ایک دن یعنی سُرت شکتی کے پورے طور بیدار ہونے پر وہ کُل مالک کا بے غلاف درشن دیدار کر کے کرت کرتیہ ہو جاتا ہے۔

۳۲۔ پچھلے دنوں مجھے ایک پُستک موسومہ بہ گورومت سُدھاکر مصنفہ سردار بہادر کاہن سنگھ صاحب دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے اس کے صفحہ ۱۶۰ پر حسبِ ذیل فٹ نوٹ پڑھا۔ بار بار دِل نے یہی کہا۔ ضرور اہلِ ہند کی قسمت نے دھکّا دیا ہے۔ جبکہ سردار صاحب سے فاضل انہد شبد کی ہستی سے مُنکر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ شری گرنتھ صاحب کے صفحہ صفحہ پر اس کی مہما بیان کی گئی ہے۔ فُٹ نوٹ حسبِ ذیل ہے :-

" شبد سُرت، توں بھاؤ شبد کا وچار ہے۔ شبدا کا رورِتی ہے کئی پرپنچی کنّ بند کر کے کلپت انہت شبد سُنن لئی سُرت جوڑنی دس کے بُدھو سِکھاں نُوں اپنا سیوک بنا ندے اور دھرموں پتت کردے ہین "

ترجمہ :- شبد سرت، سے مطلب شبد کا وچار ہے۔ شبد اکا رورتی ہے۔ کئی پاکھنڈی کان بند کر کے خیالی انہت شبد سُننے کے لئے سُرت جوڑنا سکھلا کر مُورکھ سِکھوں کو اپنا سیوک بناتے اور دھرم سے پتت کرتے ہیں۔

یہ فٹ نوٹ آپ نے بھائی گورداس جی کے حسب ذیل شبد میں واقع الفاظ "شبد سُرت" کی تشریح کے سلسلہ میں درج فرمایا ہے:-

(۳۴) گور سکّھی گور سکّھ سُن۔ اندر سیانا باہر بھولا   شبد سُرت سا ودھان ہو۔ بِن گور شبد نہ سُنی بولا

اس اُپدیش کے صریحاً معنی ہیں "اے گورو کے سِکّھ سُنو گورو کے سِکھ کو کیسے برتنا چاہیئے۔ اُسے انتر میں بیدار یعنی چیتن اور باہر میں بھولا یعنی سادھارن رہ کر برتنا چاہیئے۔ اُسے سُرت شبد ابھیّاس ہوشیار ہوکر کرنا چاہیئے۔ اور جو شبد انتر میں سُننے کے لئے گورو مہاراج ہدایت فرماتے ہیں اُس کے علاوہ اور کسی آواز کو نہ سُننا چاہیئے"۔ مگر سردار صاحب "شبد سُرت" سے مُراد شبد کا وچار اور شبد کے معنی چِت وِرتی لیتے ہیں۔ خیر یہاں تو یہ معنی لگا لئے۔ مگر اُن کڑیوں کے جو صفحہ ۱۴۹ پر واقع ہیں کیا معنی لئے جاوینگے؟

بانی مُکھ اُچار یئے۔ ہوئے رُشنائی۔ مِٹے اندھارا   گیان گوشٹ چرچا سدا۔ انہد شبد اُٹھے دُھن کارا

نیز صفحہ ۳۷۵ پر مُندرج بچن کے کیا ارتھ ہونگے؟

"(۶۶۹) بچن ہوا من نیویں کر سکّھی پراپت ہُندی ہے۔ جو تُساڈے سریر پاسوں سیوا سکّھاں دی ہوئے آوے۔ سو کرنی۔ تے پچھلی رات اُٹھ کر اشنان کر کے شبد دا ابھیّاس کرنا۔ تے واہگورو نوں سوامی۔ اتے آپ نوں سیوک جاننا۔ تے سادھ سنگت وِچ جائے کے پریت کر کے گورو کا شبد سُننا۔ تے آپس وِچ بانی دا منن کرنا"۔

یعنی ارشاد ہوا کہ دینتا اختیار کرنے سے سِکّھی حاصل ہوتی ہے۔ آپ کے جسم سے جو کچھ سِکّھوں کی سیوا بن پڑے سو کرنا۔ اور پچھلی رات اُٹھ کے اشنان کر کے شبد کا ابھیّاس کرنا۔ اور ستگورو کو اپنا مالک اور اپنے کو اُنکا داس سمجھنا۔ اور سادھ سنگت میں شامل ہو کر پریم سہت گوروبانی کا پاٹ سُننا اور آپس میں بانی کا منن یعنی وِچار کرنا۔

کیا ان اُپدیشوں میں "انہد شبد اُٹھے دُھن کارا" کے معنی بھی چِت وِرتی لئے جاوینگے۔ اور "شبد کا ابھیّاس کرنا" کے معنی سُرت شبد یوگ سادھن نہ لئے جاوینگے؟ ابھیّاس کے معنی پاٹ یا پڑھنا

نہیں ہوتے۔ "شبد ابھیاس" سنت مت کی ایک اصطلاح ہے جس کے معنی وہی کریا یا سادھن ہیں جس کے کرنے والے سکھ "بدھو" قرار دیئے گئے ہیں۔

ان پرمانوں کو چھوڑ دیجئے۔ کیونکہ آخر یہ شری گرنتھ صاحب کی بانی نہیں ہیں۔ خود شری گرنتھ صاحب کے بچنوں کو لیجئے:۔

بنونت نانک گورچرن لاگے واجے انہد تورے

انہد روپ اناہد بانی۔ چرن سرن جے بست بھوانی

ان دن میل بھیا من مانیا گھر مندر سوہائے | پنچ شبد دھن انہد واجے ہم گھر ساجن آئے
سکھمن کے گھر راگ سُن۔ سُنّ منڈل لِو لائے | اکتھ کتھا وچار یئے۔ منسا من ہے سمائے
الٹ کنول امرت بھرے۔ ایہہ من کتہوں نہ جائے | اجپا جاپ نہ ویسرے۔ آد جگا دسمائے

لیجئے۔ یہاں انہد تور بھی ہے۔ انہد روپ وناہد بانی بھی ہیں۔ انہد دھن بھی ہے۔ پانچ شبد بھی ہیں سکھمنا ناڑی کے اندر راگ بھی ہے۔ اجپا جاپ بھی ہے۔ کس کس لفظ کے معنی بدلے جاوینگے؟ ایک اور حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

بن شبدے انتر آنھیرا نہ وست لہے نہ چو کے پھیرا | ستگو ہتھ کنجی ہور تے در کھلے ناہیں۔ گور پورے بھاگ ملاونیاں

مطلب۔ بلا شبد کے پرکاش کے انسان کے اندھیرا چھایا رہتا ہے۔ اندھیرے میں رہنے سے نہ اصلی وستو اُسکے ہاتھ لگتی ہے نہ اُس کا جنم مرن کا چکر چھوٹتا ہے۔ وہ چابی جس کے ذریعہ انتر کے کواڑ کھلتے ہیں اور شبد پرکٹ ہوتا ہے ستگورو کے قبضہ میں رہتی ہے۔ اور ایسا گورو پورے بھاگ اُودے ہونے ہی پر ملتا ہے۔

شری گرنتھ صاحب کے اس پوتر بچن سے سب معاملہ حل ہوگیا۔ سب کسر پورے بھاگ اُودے نہ ہونیکی وجہ سے ہے۔ انسان بیچارہ کیا کرے؟ سچا گورو ملتا نہیں۔ انتری کواڑ بند ہیں۔ اندھیرے میں ٹٹولتا ہے۔ تتو وستو ہاتھ لگتی نہیں۔ غلط چیزوں ہی پر ہاتھ پڑتا ہے۔ جنم مرن کے چکر میں پریشان ہے۔ کرے تو کیا کرے؟

۲۳۔ اسی طرح سناتن دھرمی و آریہ بھائی بھی انہد شبد و سُرت شبد ابھیاس کا مضحکہ اڑاتے ہیں چنانچہ

کبیر صاحب کا نرادر کرتے ہوئے سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے: "کچھ مورکھ لوگ اُس کے جال میں پھنس گئے، جب مر گیا تب لوگوں نے اس کو سِدّھ بنالیا۔ جو جو اُس نے جیتے جی بنایا تھا اُس کو اُس کے چیلے پڑھتے رہے۔ کان کو مُوندکے جو شبد سُنا جاتا ہے اُس کو انہد شبد سدھانت ٹھہرایا۔ من کی ورتی کو سُرتی کہتے ہیں۔ اُس کو اِس شبد سُننے میں لگانا اُس کو سنت اور پرمیشور کا دھیان بتلاتے ہیں…… اِس میں آتما کی اُنّتی اور گیان کیا بڑھ سکتا ہے؟ یہ کیول لڑکوں کے کھیل کے سمان لیلا ہے"

(صفحہ ۳۷۷ تیرھواں ہندی ایڈیشن)

مگر نہ معلوم یہ سخت کلام محض سنت مت کے کھنڈن کی غرض سے استعمال کئے گئے ہیں یا اپنی دھرم پُستکوں سے ناواقفیت کی وجہ سے۔ کیونکہ خود ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۱۲ پر سوامی دیانند جی نے یہ سمجھانے کے لئے کہ انسان کا سا مُنہ و زبان نہ رکھنے والا ایشور منشیوں کو وید گیان کیسے پرکٹ کرتا ہے۔ لکھا ہے:۔ "کیونکہ مُکھ جِہوا کے ویواپار کرے بناہی انیک ویوہاروں کا وچار اور شبد اُچارن ہوتا رہتا ہے۔ کانوں کو انگلیوں سے موند و سُنو کہ بنا مُکھ جِہوا تالو آدی استھانوں کے کیسے کیسے شبد ہو رہے ہیں۔ ویسے جیووں کو انتریامی رُوپ سے اُپدیش کیا ہے۔" اس بیان میں صریحاً انتری شبد کی ہستی کا اقرار کیا گیا ہے بلکہ انتری شبد کو ایشور کے سنسار میں وید گیان پرکٹ کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

۳۴۔ شبد دو قسم کے ہیں۔ آہت اور اناہت۔ جو شبد تصادم یعنی تاڑن سے پیدا ہوتے ہیں وہ آہت کہلاتے ہیں۔ اور جو بلا تصادم یعنی آپ سے آپ پرکٹ ہوتے ہیں ان کو اناہت کہتے ہیں سوامی دیانند جی کے خیال کے مطابق ایشور نے ویدوں کا گیان اناہت شبد دوارا ہی پرکٹ کیا۔ کیونکہ اس کے ہونٹ و زبان تو تھے نہیں جنھیں ہلا یا ٹکرا کر وہ آہت شبد پیدا کر سکتا۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے سوامی جی کو کیا حق تھا کہ بلا سادھن کئے یا کسی سادھ سے دریافت کئے اُناہت شبد کے ابھیاس کو لڑکوں کے کھیل کے سمان لیلا قرار دیتے؟

۳۵۔ قریباً سبھی مذہبوں کی دھرم پُستکوں میں انہد شبد کا ذکر آیا ہے۔ میتری اُپنشد کے چھٹے پرپاٹھک

میں آیا ہے کہ بعض لوگ شبد برہم کا دُوسرے طریقہ سے بیان کرتے ہیں۔ ہاتھوں کے انگوٹھوں سے کانوں کو بند کرکے وہ لوگ ہردے آکاش کا شبد سُنتے ہیں۔ یہ سات قسم کے شبد ہیں۔ ان سات قسم کے شبدوں سے گذر کر وہ اویکت میں سما جاتے ہیں۔ وہاں پہونچکر وہ نرگن اور ایک رُوپ ہو جاتے ہیں جیسے مختلف پھولوں کا رس مِل کر ایک شہد بن جاتا ہے۔ کیونکہ فرمایا ہے۔ دو برہم جاننے کے یوگیہ ہیں۔ شبد برہم۔ اور اُس سے آگے کا۔ جو لوگ شبد برہم کو جانتے ہیں وہ اگلے برہم میں رسائی حاصل کرتے ہیں۔ (۲۲) کسی اور مقام پر ارشاد ہوا ہے۔ کہ شبد برہم اوم ہے ...... (۲۳) (دیکھو انگریزی ترجمہ مسٹر ہیوم) اس کے علاوہ اتھروید کی ہنس اپنشد میں بیان ہے کہ ہنس، منتر کے کروڑ جپ سمرن کرنے والے کو ناد کا انبھو ہوتا ہے۔ پھر ناد کی دس قسمیں بیان کرکے بتلایا کہ ان میں سے نو قسم کے ناد کا تیاگ اور دسویں قسم کے ناد کا جو بادل کی گرج سے مُشابہ ہے ابھیاس کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے برہم سروپ کی پراپتی ہوتی ہے اور ہٹھ یوگ پردیپکا میں تو بیسوں شلوک انہد شبد کی مہما میں لکھے ہیں۔ رسالہ ست سنگ کے اُپدیش بھاگ پہلا کے بچن نمبر ۸۴ میں اُن میں سے بہت سے شلوک مع معنی درج کئے گئے ہیں۔ یہاں طوالت کے خوف سے انھیں نقل کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔

۳۶۔ اقتباس الانوار مصنفہ حضرت مولانا شیخ محمد اکرم صابری کے صفحات ۳۶ و ۱۰۶ کی حسب ذیل عبارت بھی غور کرنے کے قابل ہے:۔

"چوں آں حضرت (محمد) بسنِ چہل سالگی رسید آثار وحی بروے ظاہر گشت۔ بروایتے آنکہ پانزدہ سال پیش از وحی آواز مُستقیم مے شُنید و خواب ہائے راست میدید و ہفت سال پیش از وحی انوارِ تجلیات میدید و در سال یک مرتبہ بغارِ حرہ میرفت و یک ماہ بہ عبادت مشغول میشد" (صفحہ ۳۶)... چنانکہ حضرت شاہ میر لاہوری قُدس سرۂ آنحضرت (عبدالقادر جیلانی) روایت کردہ آنحضرت فرمود کہ پیغمبر صلعم شش سال در غارِ حرہ مشغول بہ سلطان الاذکار بودہ اند و من درآں غارِ منبرکہ دوازدہ سال بہ ایں شغل اشتغال نمودہ ام (صفحہ ۱۰۶)"۔

اب خیال فرمائیے کہ حضرت محمد صلعم بھی آوازِ مستقیم یعنی انہد شبد سنتے تھے اور حضرت عبدالقادر جیلانی بارہ برس تک سلطان الاذکار کا شغل یعنی سُرت شبد ابھیّاس کرتے رہے۔

۳۷۔ تانڈیہ براہمن ۲۰-۱۴-۲ میں آیا ہے "پہلے اکیلا پرجاپتی ہی تھا۔ اس کا سو سو یعنی کُل اثاث البیت کیول بانی تھا۔ اس کا دوسرا اگر کوئی تھا تو وہ بانی ہی تھی۔ اُس نے وچار کیا کہ اِس بانی ہی کو باہر نکالوں یعنی پیدا کروں یہی اس سب کو (پیدا) کرتی کو) پرکاشت کرتی جائیگی۔ ایسا سوچ کر اس نے بانی کو پرکٹ کیا۔ کاٹھک سنگھتا ۱۲-۵-۲۷-۱ میں لکھا ہے "پرجاپتی ہی یہ تھا۔ اِس کا دوسرا بانی تھی۔ اُس سے جوڑا لگایا اُس نے گربھ دھارن کیا۔ وہ اُس سے دُور بھاگی۔ اُس نے ان پرجاؤں کو اُتپن کیا۔ وہ پھر پرجاپتی ہی میں سما گئی"

معنی صاف ہیں پرجاپتی یعنی برہم نے تمام سرشٹی شبد کے ذریعہ پیدا[ف] کی اور سرشٹی کے شروع میں شبد دھار اپنے مرکز سے رواں ہو کر کُل سرشٹی میں پھیلی اور پھر اپنے مرکز میں لوٹ گئی۔ اصل عبارت میں لفظ واچ یا واک استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہر کوش یعنی سنسکرت لغت میں بانی و شبد دئے ہیں۔

اس کے علاوہ شت پتھ براہمن ۱۴-۴-۳-۱۳ میں آیا ہے۔

वागेव देवा: یعنی شبد ہی دیوتا ہیں۔ اور گوپتھ براہمن۔ پرب ۲-۱۰ میں آیا ہے۔ वाग्देव: یعنی شبد ایک دیوتا ہے۔ اور ایتریہ براہمن ۲-۳۸ میں آیا ہے वाग्योनि: یعنی شبد یونی یعنی اُتپتی استھان ہے۔ اور برہدارنیک اُپنشد ۱-۲-۴-۵ میں لکھا ہے:-

"اُس نے (سرشٹی کے شروع میں مرتیو یعنی کال پُرش نے) اِچھا کی میرا دوسرا شریر اُتپن ہو۔ تو اُس نے من سے واک یعنی شبد کو پیدا کیا اور اس کے ساتھ سنگت ہوا........ تو مرتیو نے اُس کی طرف مُنہ کھولا۔ اُس نے بھاں भा: شبد اُچارن کیا۔ وہی بانی ہوئی۔ (۴)

۳۸۔ رگ وید کے 'واک امبھرنی' سُوکت میں شبد کی مہما نہایت پُرزور الفاظ میں بیان کی گئی

ف مفصل بیان کے لئے دیکھو دفعہ ۲۱۸ حصۂ دوم

ہے۔ لکھا ہے:۔ "مجھ میں ہی سب دیوتاؤں کا باس ہے۔ میں سب کا پالن پوشن کرتی ہوں۔ میں ہی سب جگت کو ہلاتی ہوں۔ میرے ہی آشرے سے سب کچھ چل رہا ہے۔ سب گیان سب کرم کو میں ہی پریرت کرتی ہوں۔"

اور تو اور رسالہ "براہمن کی گئو" میں جو کُمھ اِدھشٹھاتا صاحب گوروکل کانگڑی کی طرف سے شائع ہوا ہے پنڈت دیو شرما وِدیا النکار جو رسالہ مذکورہ کے مصنف ہیں اسی سوکت کا حوالہ دیکر تحریر فرماتے ہیں۔ "سبھی دھرم والے جو شبد سے جگت کی اُتپتی کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ یہی بات ہے۔ بھگوان کے شبد (بانی) میں جو آتا جاتا ہے۔ وہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح جگت بنا ہے اور چلتا ہے۔ اصل میں ہم اُس کی بانی کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔" (صفحات ۶۶ و ۶۷) کیا ایک ست سنگی یعنی رادھا سوامی مت کے پیرو کو یہاں اس قدر گذارش کرنے کی اجازت ہوگی کہ اس شبد (بانی) کو سمجھنے کی قابلیت پیدا کرنے کے سادھن ہی کو سُرت شبد ابھیاس کہتے ہیں؟

سوکت مذکورہ کے آٹھویں منتر کا پنڈت جے دیو شرما نے جو ترجمہ کیا ہے۔ وہ بھی غور کرنے کے لائق ہے۔ باتی (شبد شکتی) کہتی ہے:۔

"میں ہی سمست[1] لوکوں اور دیہوں کو نرمان[2] کرتی ہوں۔ دیہوں میں پران کے سمان اور سنسار میں وایو کے سمان سروتر وشیش[3] روپ سے۔ اُت کرشٹ[4] روپ سے ویاپک ہو کر رہتی ہوں۔ اور میں ہی سُوریہ آدی[5] لوکوں سے پرے۔ اور اس پرتھوی سے بھی پرے۔ ارتھات اِن وِکار[6] پدارتھوں سے پور وکال[7] میں وِدیہ مان رہ کر اپنی مہا ارتھات مہت شکتی سے اتنے وشال سروپ میں جگت کا رُوپ بنا کر پُورن ریتی سے پرکٹ ہو رہی ہوں۔" (رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۱۲۵ واتھرو وید کانڈ ۴ سوکت ۳۰)

کیوں صاحب! جبکہ رگ و اتھرو وید کے اس ارشاد کے بموجب آدِ شبد ہر انسان کے جسم میں پران کی طرح اور کُل دنیا میں ہوا کی طرح ویاپک یعنی بھرپور پھیل رہا ہے اور یہی رچنا کی سب سے زبردست

[1] کُل [2] رچتی ہوں [3] خاص طور سے [4] مکمل طور سے [5] وغیرہ [6] خلقت [7] پیشتر۔

شکتی ہے تو اس سے تعلّق پیدا کرنے کے سادھن (سُرت شبد ابھیاس) کو بچوں کا کھیل کیوں قرار دیا گیا؟ اور وہ کونسی علمیت و لیاقت تھی جس کے بھروسہ پر سوامی دیانند جی نے کبیر صاحب کے لئے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے؟ رحم! رحم!!

۳۹۔ اس موقع پر پُرتپک سار بچن نظم کے حسب ذیل شبد کا مطالعہ کرنا خالی از لطف نہ ہوگا۔

شبد دوسرا بچن ۹

شبد نے رچی ترلوکی ساری — شبد سے مایا پھیلی بھاری ۱
شبد نے انڈ برہمنڈ رچا ری — شبد سے سات دیپ نوکھنڈ بناری ۲
شبد نے گُن تینوں اور پرجا دھاری — شبد سے دھرن اکاش کھڑا ری ۳
شبد نے جیو اور برہم کیا ری — شبد سے چاند اور سُورج بھیا ری ۴
شبد نے سُنّ مہا سُنّ سنواری — شبد نے چوتھا لوک کرا ری ۵
شبد ہی گھٹ گھٹ کرے پُکاری — شبد پھر الکھ اگم سے نیاری ۶
شبد سے خالی کوئی نہ رہا ری — شبد سب ٹھور ٹھکان بھرا ری ۷
شبد کی مہما کیا کہوں گا ری — شبد کو جیسے بنے تیسے پا ری ۸
گرو اب کہتے ہیلا[۱] مار ی — شبد بن کوئی نہ کرے اُپکاری ۹
شبد میں سُرت لگا کر یا ری — شبد ہی چیتن کرے اُجاری ۱۰
شبد کی کرنی کر و سدا ری — شبد بن خودی[۲] نہ جائے تمہاری ۱۱

کیا اس شبد کے اور رگ وید کی سوکت کے مضمون میں کوئی زیادہ فرق ہے؟ ظاہرا تو کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔

---

[۱] پکار [۲] اہنکار۔

رادھاسوامی نام کی حقیقت

۴۰۔ رادھاسوامی مت کی جان رادھاسوامی نام ہے۔ یہ وہ نام ہے جو رچنا کے شروع میں پرکٹ ہوا۔ اور جس کی دُھن روحانیت کے ہر مرکز یعنی رچنا کے ہر پُرش کے انتر کے انتر ہر وقت ہو رہی ہے یا یوں کہو کہ جہاں کہیں رُوح یعنی سُرت شکتی کارکُن ہے وہاں اس نام کی گُنجار موجود ہے حالت موجودہ میں انسان کی سُرت جسم و من کے غلافوں کے اندر پوشیدہ ہے۔ رُوح کی قوّت سے جان پاکر اُس کے جسم و من مُتحرک ہو رہے ہیں۔ اور اُن کے متحرک ہونے سے اُن کے خواص یعنی سُبھاو کا اظہار ہو رہا ہے۔ لیکن اُن کے انتر کے انتر رُوحانی طبقہ یعنی گھاٹ پر جہاں سُرت کی دھاریں پرکٹ ہیں وہاں رادھاسوامی نام کی دُھن ہو رہی ہے۔ اسی طرح اوم۔ سوہنگ و ست پُرش وغیرہ کے انتر کے انتر اس نام کی دُھن موجود ہے۔ اور رادھاسوامی دھام میں جو رچنا کا سب سے اعلیٰ مقام ہے رسائی حاصل کرنے پر ہر ابھیاسی کو اِس نام کی دُھن سنائی دیتی ہے۔ اسی لئے اس نام یا شبد کو کل رچنا کی جان کہتے ہیں۔

۴۱۔ رچنا سے پہلے یہ سب سامان جو اب نظر آتے ہیں معدوم تھے۔ پنڈ۔ برہمانڈ۔ چاند۔ سُورج وغیرہ کچھ بھی ظاہر نہ تھے۔ ایک کُل مالک ہی تھا۔ اور اُس کی شکتی اپنے مرکز یعنی کیندر میں سمائی تھی۔ دُنیا میں ہر قوّت کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک گُپت دوسری پرکٹ معمولی طور پتھر کے کوئلہ میں آگ گُپت ہے اور سُلگانے پر وہ پرکٹ ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی تانبے و جست میں بجلی گُپت ہے لیکن مناسب تعلق قائم کرنے پر اُس کی دھار رواں ہو کر برقی قوّت کا اظہار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چیتن شکتی یعنی رُوحانی قوّت کی بھی دو [2] حالتیں ہیں ایک گُپت دوسری پرکٹ۔ رچنا سے پہلے چیتن شکتی اپنے مرکز میں گُپت تھی۔ اسی کو شُونیہ سمادھی اوستھا کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ایک وقت آیا جب کُل مالک یعنی چیتن شکتی کے مخزن میں ہلور (کشوب) ہو کر آدچیتن دھار پرکٹ ہوئی۔ اور بموجب قاعدہ کہ شکتی کے ہر اظہار کے ساتھ ساتھ ایک شبد پرکٹ ہوتا ہے۔

مخزن کی ہلور سے سوامی' شبد اور آدچیتن دھار سے 'رادھا' شبد ظاہر ہوا۔ دوسرے لفظوں میں رچنا کا عمل شروع ہونے پر یعنی چیتن شکتی کے گپت سے پرکٹ روپ اختیار کرنے پر کُل مالک سے آد شبد پرکٹ ہوا۔ جسے انسانی بولی میں ادا کرنے پر 'رادھا سوامی' شبد بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ نام کُل مالک کا نج نام مانا جاتا ہے۔

۲۴۔ سبھی مذہبوں میں جو موجودہ رچنا کی ابتدا میں عقیدہ رکھتے ہیں تبلایا جاتا ہے کہ رچنا کے شروع میں ایک شبد پرکٹ ہوا۔ مثلاً مسلمان بھائی کہتے ہیں کہ خدا نے 'کُن' (ہو) کہا اور رچنا ہو گئی انجیل میں لکھا ہے۔ خدا نے کہا 'روشنی' ہو اور روشنی ہو گئی۔ اُپنشدوں میں جگہ جگہ لکھا ہے کہ رچنا کے شروع میں برہم نے 'اکیشن' کیا کہ میں ایسا ہو جاؤں یا میں رچنا کروں۔ نیز یہ کہ برہم میں کشوب ہوا۔ ان بیانات سے ظاہر ہے کہ مذہبی پستکیں یہ تبلایا چاہتی ہیں کہ رچنا کے شروع میں رُوحانیت کے مرکز کے اندر ایک ہلور واقع ہوئی اور پھر اکیشن۔ خیال۔ اِچھا۔ حکم یا اس قسم کی کسی اور شکل میں شبد ظاہر ہوا۔ (اکیشن وغیرہ سبھی شبد رُوپ ہیں)۔ رادھا سوامی دیال کے اُپدیش کے بموجب یہ آد شبد 'رادھا سوامی' تھا۔ اور چونکہ رچنا کا عمل اب بھی جاری ہے اور وہ قوّت جس کے زور سے رچنا پھیلی اب بھی کارکُن ہے۔ بلکہ رچنا اسی کے آسرے قائم ہے۔ اِس لئے مانا جاتا ہے کہ وہ آد شبد اب بھی بدستور جاری ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی سوئی ہوئی رُوحانی قوّت سامعہ (شرون شکتی) کو بیدار کر لے تو وہ اُس شبد کو اپنے اندر اور ہر رُوحانی مرکز کے اندر ہر وقت سُن سکتا ہے۔ مگر دُنیا میں ایک بڑا مغالطہ پھیل رہا ہے۔ عام لوگ من ہی کو رُوح سمجھتے ہیں۔ اور من کے گیان کو رُوح کا گیان اور من کی قوّتوں کو رُوحانی قوّتیں تصوّر کرتے ہیں۔ اور چونکہ انھیں من کے مرکز میں توجّہ جوڑنے پر کوئی رُوحانی آواز سُنائی نہیں دیتی اس لئے وہ رُوحانی شبد کی ہستی میں عقیدہ لانے و رادھا سوامی نام کو نج نام تسلیم کرنے سے قاصر ہیں۔

۲۵۔ جو مذاہب رچنا کی شروعات میں عقیدہ رکھتے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ رچنا سے پہلے سوائے کُل مالک کے اور کچھ نہ تھا۔ اگر یہ درست ہے تو ماننا ہوگا کہ اُس وقت موجودہ کُل پسارا کُل مالک کے

اندر گپت یعنی پوشیدہ تھا۔ پھر یہ یقین کرتے ہیں کہ رچنا کا عمل شروع ہونے پر کُل مالک میں آد ہلور یا کشوب اُٹھا۔ کیونکہ اگر کُل مالک میں کوئی نئی کریا نہ ہوتی تو بدستور وہی رچنا سے پہلے کی حالت قائم رہتی۔ آدہلور اُٹھنے پر کُل مالک سے آددھار پرکٹ ہوئی کیونکہ ہر شکتی کے کیندر میں ہلور اُٹھنے پر شکتی کی دھار رواں ہوتی ہے۔ چونکہ کُل مالک چیتن شکتی کا بھنڈار ہے اس لئے اُس آددھار میں جو اس سے پرکٹ ہوئی دو صفات ہونی چاہئیں۔ اوّل یہ کہ وہ دھار رُوحانی قوّت کی دھار ہونی چاہیئے۔ دویم یہ کہ اُس میں رچنا کرنے کی سامرتھ یعنی رچنا کرنے کا ارادہ اور رچنا کرنے کی سامگری موجود ہونی چاہیئے۔ اب دیکھئے اِن باتوں سے کیا کیا نتائج نکلتے ہیں۔

۴۴۔ چونکہ آددھار روحانی قوّت کی دھار تھی اس لئے اس میں شکتیوں کے اوصاف ضرور موجود ہونگے۔ دُنیا میں قوّتِ برقی و قوّتِ مقناطیسی سب سے بڑی شکتیاں ہیں۔ ان دونوں کے اندر دو خواص دیکھنے میں آتے ہیں۔ اوّل یہ کہ اِن کی دھاریں دو رُخی رہتی ہیں۔ مثلاً قوّت مقناطیسی کی دھاریں قُطبوں سے روانہ ہو کر مُحیط میں پھیلتی بھی ہیں اور مُحیط کے اندر واقع لوہے کے ذرّوں کو قُطبوں کی جانب کھینچتی بھی ہیں یعنی اِن کا ایک رُخ مرکز سے مُحیط کی جانب اور دُوسرا رُخ مُحیط سے مرکز کی جانب ہوتا ہے۔ اس خاصّہ کے بموجب آد چیتن دھار کے اندر بھی دو رُخ موجود ہونگے۔ اور اِن رُخوں سے علیحدہ علیحدہ شبد ظاہر ہونے چاہئیں۔ چنانچہ رادھاسوامی مت بتلاتا ہے کہ بیرونی رُخ سے 'را' اور اندرونی رُخ سے 'دھا' شبد ظاہر ہوئے۔ اور اِن کے ملانے سے جو 'رادھا' شبد بنتا ہے وہ آددھار کے تمّل یعنی اُس کے دونوں رُخوں کے عمل کا نتیجہ ہے۔ اور چونکہ (جیسا اُوپر ذکر ہوا) اس دھار کے رواں ہونے سے پہلے چیتن شکتی کے مخزن میں ہلور واقع ہوئی تھی اور یہ دو رُخی کارروائی اس ہلور میں بھی موجود تھی اس لئے ہلور کے رُخوں سے بھی علیحدہ علیحدہ شبد پرکٹ ہوئے۔ چنانچہ ہلور کے بیرونی رُخ سے 'سوا' اور اندرونی رُخ سے 'می' شبد کا ظہور ہوا اور 'سوامی' شبد آدہلور کے تمّل یعنی ہر دو رُخوں کے عمل کا نتیجہ ہے۔ سنت مت میں آدہلور کو آدشبد

اور آددھار کو 'آدسُرت' بھی کہتے ہیں مثلاً فرمایا ہے:۔

رادھا آدسُرت کا نام ۔ سوامی آدشبد نج دھام

۴۵۔ دُنیا کی شکتیوں میں ایک اور صفت دیکھنے میں آتی ہے۔ یعنی یہ کہ جب کسی شکتی کی دھار رواں ہوتی ہے تو اُس کے اندر تین درجے قائم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً چراغ روشن کرنے پر تین درجے صاف نظر آتے ہیں۔ ایک درجہ جہاں روشنی شروع ہوتی ہے۔ یعنی لَو کا وہ سِرا جہاں روشنی سفید اور سب سے تیز ہوتی ہے۔ دُوسرا وہ درجہ جہاں لَو سے سیاہ دُھواں نکلنا شروع ہوتا ہے۔ اور تیسرا وہ درجہ جو اِن دونوں کے مابین واقع ہے یعنی سفید روشنی کے سِرے سے دُھوئیں کے آغاز تک کی لَو۔ ایسے ہی قوّتِ مقناطیسی کو دیکھئے اس کے اندر بھی تین درجے ہوتے ہیں۔ اوّل وہ درجہ جہاں سے قوّت مقناطیسی کا اظہار شروع ہوتا ہے۔ دوئم اُس کے مُحیط کی حدِ آخری اور سوئم قُطب سے مُحیط تک کا فاصلہ سنت مت کی اصطلاح میں اِن تین درجوں کو مستک ۔ چرن و کایا کہتے ہیں۔ اگر یہ بیان دُرست ہے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ رچنا کے شروع میں جو آد چیتن دھار پرکٹ ہوئی اُس کے اندر بھی تین درجے قائم کرنیکا خاصّہ موجود ہوگا۔ اور اِس خاصّہ کے زیرِ اثر رچنا کا مسالہ جو آددھار کے اندر شامل تھا تین درجوں میں پھیلا ہوگا۔ اسی وجہ سے رادھا سوامی مت بتلاتا ہے کہ رچنا تین بڑے درجوں پر مشتمل ہے۔ اوّل نِرمل چیتن دیش جو رچنا کا مستک ہے۔ دوئم نرمل مایا دیش جو رچنا کی کایا ہے۔ اور تیسرا ملین مایا دیش جو رچنا کا چرن ہے۔

۴۶۔ آد چیتن دھار کے اس خاصّہ کا اثر اُس کے دوُرخی انگوں پر بھی پڑا۔ جس کی وجہ سے ہر بڑے درجہ کے اندر چھ چھوٹے درجے یا لوک پرکٹ ہوئے۔ یعنی تین[۳] لوک شبد انگ کے اور تین لوک سُرت انگ کے۔ اور چونکہ آددھار چیتن دھار تھی یعنی اُس کے اندر رچنا کرنے کا گیان و اِرادہ بھی تھا اِس لئے اُن سب درجوں یا لوکوں کے مرکز بھی چیتن تھے اور ان کے اندر رچنا کرنے کا گیان و اِرادہ قائم تھا اسی لئے ان مرکزوں کو پُرش کہتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ رچنا کا عمل شروع ہونے پر اوّل

کُل مالک میں آدہلور واقع ہوئی۔ اور پھر آد چیتین دھار رواں ہو کر وہ سب مسالہ جو کُل مالک کے اندر گُپت رُوپ موجود تھا تین بڑے درجوں میں پھیل گیا اور ہر بڑے درجہ کے اندر چھ چھوٹے درجے قائم ہوئے۔ اور ہر درجے میں ایک چیتین مرکز یعنی پُرش ظاہر ہوا۔ اور چونکہ آدہلور و آد دھار کے عمل (مرکز میں ہلور واقع ہو کر دھار رواں ہونا) ہی سے کُل درجے پرکٹ ہوئے اس لئے ہر درجے کے مرکز کے انتر کے انتر اس عمل کا اثر موجود ہے۔ اور چونکہ اس عمل کا اثر راد ھاسوامی شبد ہے اِس لئے ہر پُرش کے انتر کے انتر راد ھاسوامی شبد قائم ہے۔ مگر واضح ہو کہ راد ھاسوامی دھام کے علاوہ ہر لوک میں ہر مرکزی شکتی یعنی پُرش سے نکل کر جو شکتی کی دھاریں پھیلتی ہیں۔ اُن سے بھی شبد پرکٹ ہوتے ہیں لیکن وہ شبد علیحدہ ہیں مختلف مذہبوں میں جو دھنیاتمک ناموں کا اُپدیش کیا جاتا ہے اُن کا تعلق انھیں شبدوں سے ہے۔ اور سُرت شبد ابھیاسی کو درمیانی منزلوں میں جن شبدوں سے واسطہ پڑتا ہے وہ بھی یہی شبد ہیں۔ اور چونکہ رُوح انسانی بھی کُل مالک سے نکل کر رچنا کے عمل کے زیر اثر مختلف درجوں سے گذرتی ہوئی پرتھوی لوک تک پہونچی ہے اس لئے اس کے وجود میں راد ھاسوامی دھام سے لیکر پرتھوی لوک تک کی کُل رچنا کا عکس یعنی سب لوکوں و پُرشوں و شبدوں کا نمونہ موجود ہے اور سُرت شبد ابھیاس کرنے پر ہر ابھیاسی کو اپنے انتر میں ان کا تجربہ ہوتا ہے۔ ویدانت درشن میں "دہر آکاش" کے زیر عنوان اِس مضمون پر کمال روشنی ڈالی گئی ہے جو ملاحظہ کے لائق ہے۔

۴۷۔ بہت سے نادان معترض راد ھاسوامی مت کی تعلیم کو بدنام کرنے کی غرض سے مشہور کرتے ہیں کہ راد ھاسوامی نام ایک فرضی نام ہے۔ یعنی راد ھاسوامی مت کے بانی کی اِستری کا نام رادھا تھا اور سوامی خود اُن کا لقب تھا۔ اور ان ناموں کو جوڑ کر راد ھاسوامی نام بنا لیا۔ حالانکہ ہزاروں کو معلوم ہے کہ سوامی جی مہاراج کی دھرم پتنی جی کا شُبھ نام شریمتی نارائن دیوی جی تھا۔ البتہ راد ھاسوامی مت جاری ہونے کے ایک عرصہ بعد جب ست سنگ میں بے ٹھکانا و پورانک ناموں کے بجائے پُر معنی

دُپراشر پر مارتھی نام رکھنے کا رواج جاری ہوا اور قریباً ہر ست سنگی مرد و عورت نے نیا پرمارتھی نام رکھوایا اُس وقت اُن کا نام رادھاجی رکھا گیا۔ مگر رادھا سوامی سنگت میں رادھا اور اُسکے مُرکب نام سینکڑوں استریوں کے ہیں۔ اگر سیتارام و رادھا کرشن ناموں کی طرح 'رادھا سوامی' نام کی پیدائش خاص استری و پُرش کے نام جوڑنے سے ہوتی تو رادھا۔ کرشن۔ سیتا و رام ناموں کی طرح رادھا و سوامی دونوں ناموں کا رواج رادھا سوامی سنگت میں دِکھلائی دیتا۔ مگر ایک بھی شخص کا نام سوامی نہیں ہے۔ علاوہ بریں کسی شخص کو ایسی باتیں گھڑنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے جبکہ خود سوامی جی مہاراج نے اپنی پُستک سار بچن کے بچن نمبر۲ و ۱۰ میں رادھا سوامی نام کی اصلیت وصفات صاف صاف الفاظ میں قلمبند فرمادی ہیں۔ مثلاً لکھا ہے:۔

رادھا دُھن کا نام سناؤں سُوامی شبد بھید بتلاؤں
رادھا پریت لگاون ہاری سوامی پریتم نام کہاری
رادھا آد سُرت کا نام سوامی آد شبد نج دھام

ان مقامات کے علاوہ اور بھی شبدوں میں رادھا سوامی نام کی مہما کا ذکر آیا ہے مثلاً:۔

رادھا سوامی نام جو گاوے سوئی ترے کل کلیش سب ناش سُکھ پاوے سب دُکھ ہرے
ایسا نام اپار کوئی بھید نہ جانئی جو جانے سو پار بہوُر نہ جگ میں جنمئی
رادھا سوامی گائے کر جنم سپھل کرلے یہی نام نج نام ہے من اپنے دھر لے
رادھا سوامی آئے پرکٹ ہوئے جب سے رادھا سوامی نام سُنا دیں تب سے
پیوں امیں رادھا سوامی دُھن سے جائے رلوں رادھا سُوامی سُن سے
کہوں کیا آرت گاوت نیاری لگی مو ہے رادھا سوامی دُھن ات پیاری
رادھا سوامی جپ نج ناما، ست لوک پاوے تب دھاما

الکھ اگم کی دیا سمائی ؎ رادھا سوامی نام سنائی

رادھا سوامی دُھن سُن پائی ؎ کری بہت پہچان ؎

رادھا سوامی رادھا سوامی اُٹھی دُھن ہئے سے ؎ سُرت سُہاگن اب ملی پئے سے

رادھا سوامی اُٹھت دھام دُھن ؎ بیٹھ مگن ابناسی

منتر دیا گورودیو کال مارا پھنی ؎ رادھا سوامی نام چت دے اب سُنی

اِن حوالجات سے واقفیت حاصل ہونے پر تو معترضین کو آئندہ لب کشائی سے باز آنا چاہیئے۔

۴۸۔ یہ بات عام طور مشہور ہے کہ رادھا ایک گوپی کا نام تھا جو کرشن جی کی اتینت پریمن تھی مگر بعض محققین کی رائے ہے کہ رادھا نام کی کوئی گوپی نہ تھی۔ خواجہ حسن نظامی صاحب اپنی کتاب موسومہ بہ "کرشن بیتی" میں تحریر کرتے ہیں کہ رادھا نام کی کسی استری کا کرشن جی سے تعلق نہ تھا۔ اس کے علاوہ بابو دھریندرناتھ پال نے اپنی انگریزی کتاب Sri Krishna, His Life and Teachings کے صفحات ۱۲۸ و ۱۲۹ پر بعد تحقیقاتِ کامل نتیجہ نکالا ہے کہ رادھا نام کی استری کا ذکر نہ مہابھارت میں آیا ہے نہ وشنو پران میں۔ نہ ہری بنس میں اور نہ شریمد بھاگوت میں۔ البتہ برہم ووِرت پران کے مصنف نے اوّل اوّل رادھا نام کی گوپی کا قصہ گھڑا اور بعد میں لوگوں نے اپنے شاعرانہ تخیل کی مدد سے رادھا کے پریم کے متعلق من مانی باتیں رائج کیں۔ محققین کی رائے ہے کہ لفظ رادھا کے معنی "آرادھنا یعنی پوجا و پریم کرنے والی" ہیں۔ اس معنی میں ہر ایک گوپی و ہر ایک کرشن بھگت اس نام کا مستوجب ہو سکتا ہے۔ رادھا سوامی مت کی پُستکوں میں لفظ رادھا آد دُھن۔ آد چیتن دھار و آد سُرت کے لئے مستعمل ہوا ہے اور جیسا کہ شروع کی تین کڑیوں سے ظاہر ہے۔ اِس کا نہ کسی استری کے نام سے تعلق ہے نہ کسی قصّہ کہانی سے۔

۴۹۔ معترضین کا یہ بھی اعتراض ہے کہ جبکہ صریحاً رادھا سوامی ایک انسان کا نام تھا تو یہ

کُل مالک کا نام کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کُل مالک کا تو یہ نام آدیعنی ابتدائے آفرینش سے تھا اور حضور سوامی جی مہاراج کے لئے اُن کے پرکٹ ہونے پر بطور لقب مستعمل ہونے لگا۔ معتقدین کے عقیدے کی رُو سے سوامی جی مہاراج کُل مالک رادھاسوامی دیال کا اوتار تھے۔ اور جیسے اپنشدوں کی تعلیم "برہم وِد برہمیو بھوتی" کے بموجب برہم جاننے والا برہم ہی ہوتا ہے ایسے ہی رادھاسوامی مت کی تعلیم کے بموجب رادھاسوامی کا جاننے والا رادھاسوامی ہی ہوتا ہے۔

۵۰۔ سخت تعجب ہے معترضین کو آج تک کسی نے یہ نہیں سُجھایا کہ اگر انھیں رادھاسوامی مت کی کوئی پُستک پڑھنے کے لئے فرصت نہیں ہے تو کسی ست سنگی ہی سے رادھاسوامی نام کی وجہ تسمیہ دریافت کر لیں۔ رادھاسوامی ست سنگ کا بچّہ بچّہ جانتا ہے کہ یہ نام کُل مالک کا ہے اور ہرچند حضور سوامی جی مہاراج کی دھرم پتنی جی کا بوجہ اُن کے رشتہ کے بڑا ادب ہے۔ لیکن اُن کا رادھاسوامی مت اور رادھاسوامی مت کی تعلیم سے قطعی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اور رادھاسوامی مت میں سوائے سنت ستگورو کے کسی بھی پُرش یا استری کو کوئی پرمارتھی اہمیت نہیں دی جاتی۔

۵۱۔ بعض اصحاب ذیل کی کڑی سے اپنے دعوے کے ثبوت میں مدد لیتے ہیں۔ حالانکہ اس کے معنی نہایت صاف و صریح ہیں اور ان میں قطعی گنجائش کسی تاویل کی نہیں ہے۔ کڑی یہ ہے:۔

ہے سوامی تم دھام اپاری ہے رادھا تم گتی اتی بھاری

رادھاسوامی دو دُمو ہیں گود بٹھاری

یہ سار بچن نظم کے چھٹے بچن کے پہلے شبد کی اوّل کڑی ہے۔ شبد شروع ہونے سے پہلے بچن نمبر ۶ کے ماتحت حسب ذیل سُرخی و تین کڑیاں مندرج ہیں۔ جو ہر شخص پُستک سار بچن کھول کر ملاحظہ کر سکتا ہے:۔

بچن چھٹواں

آرتی پرم پُرش پورن دھنی رادھاسوامی کے چرن کنول میں

اب ستگورو کی آرت گاؤں   کُتھ کُتھ آرت بہت سُناؤں۔ ۱

آرت بانی آگے بھنی[۵۱]   بیدھ بھانت کی آرت بنی۔ ۲

رادھا سوامی کرت بکھانا   ست سنگی سُنیں دیکر کانا ۳

اِن کڑیوں کے بعد شبد پہلا شروع ہوتا ہے اور کڑی زیر بحث آتی ہے۔ بچن کی سُرخی اور اگلی تین کڑیوں سے صاف روشن ہے کہ اس بچن کے تحت ستگورو کی آرتی کے شبد مندرج ہیں۔ چنانچہ زیر بحث کڑی میں فرمایا ہے:۔

اے رادھا یعنی آدسُرت! تیری گتی یعنی پہونچ نہایت بلند مقام تک ہے۔ اے سوامی یعنی آد شبد! تیرا دھام اپار ہے۔ میں اُس مقام تک کیسے پہونچ سکتا تھا؟ لیکن مجھ پر ایسی دیا ہوئی کہ آد شبد و آد سُرت کے مخزن رادھا سوامی دیال نے ستگورو سروپ دھارن کر کے مجھے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ غور کیجیے کسی اِستری و پُرش کا یہاں ذکر کہاں ہے؟

رادھا سوامی دھام ونجاتِ ابدی

۵۲۔ رادھا سوامی نام کی حقیقت بیان کرنے میں رچنا کے سب ستھانوں کا ذکر بھی آگیا۔ رادھا سوامی مت کی تعلیم کے بموجب رچنا تین[۳] بڑے اور اٹھارہ[۱۸] چھوٹے درجوں پر منقسم ہے۔ بڑے درجوں کو دیش اور چھوٹوں کو لوک کہتے ہیں۔ ہر بڑے درجہ میں چھ لوک ہیں۔ لوک کے معنی سُرتوں یا رُوحوں کے قیام کی جگہ ہے۔ چنانچہ ان سب لوکوں میں مختلف درجے کی رچنا ہے۔ اور ہر لوک میں رُوحیں مُقیم ہیں۔ یہ پرتھوی لوک یعنی زمین تیسرے یعنی پنڈ یا ملین مایا دیش کا جُزو ہے۔ اِس سے اوپر دُوسرا درجہ یعنی برہمانڈ یا نرمل مایا دیش ہے۔ اِس سے آگے تیسرا درجہ نِرمل چیتن دیش ہے۔ نرمل چیتن دیش میں

---

۵۱ کہی

مایا کا غلبہ نہیں ہے۔ وہاں کی رچنا بھی ست ہے اور وہاں کا گیان و آنند بھی ست ہے۔ یہ دیش آد چیتن دھار نے رچا ہے۔ اور آد چیتن دھار کے سُرت و شبد انگوں کی تفریق کی وجہ سے اُس کے اندر چھ لوک قائم ہوئے۔ سُرت انگ چونکہ چیتن شکتی کا باہر پھیلنے والا یا کیندر بِزمان انگ ہے اسلئے اُس کے متعلق لوک شبد انگ کے (جو مرکز کی طرف کشش کرنے والا ہے) لوکوں سے نیچے واقع ہیں۔ بھنور گپھا۔ ست لوک وانامی سُرت انگ کے لوکوں کے نام ہیں اور الکھ لوک۔ اگم لوک رادھاسوامی دھام شبد انگ کے لوکوں کے نام ہیں۔ گویا رادھاسوامی دھام نرمل چیتن دیش کا چوٹی کا مقام ہے۔ چونکہ نرمل چیتن دیش میں پرئے دمہاپرئے کا گذر نہیں ہے اس لئے اس کے سب لوک لافانی یعنی انباشی ہیں۔ گویا یہاں کی رچنا کا آد ہے۔ انت نہیں ہے۔ اِس دیش کے کسی مقام پر پہنچ جانے پر روح کو ابدی نجات حاصل ہو جاتی ہے یعنی یہاں ایک بار پہنچ جانے پر رُوح کو کسی نیچے لوک میں واپس آنا نہیں ہوتا۔ اسکی دو[۲] وجوہ ہیں۔ اوّل تو یہ دیش لافانی ہے۔ دوئم یہاں تک اُسی روح کو رسائی حاصل ہوتی ہے جس میں مادہ یعنی پرکرتی سے تعلق قائم کرنے کی آرزو نہ رہے۔ یا دوسرے لفظوں میں جس کے اوپر سے مادّہ کا لیس قطعاً دُور ہو جائے۔

۵۳۔ ہندو شاستروں میں تین رُوپ جیو اور تین رُوپ برہم کے بیان کئے ہیں۔ وِشو تیجس اور پراگیہ تین رُوپ جیو کے ہیں۔ اور ویراٹ۔ ہرنیہ گربھ اور اویاکرت تین رُوپ برہم کے ہیں۔ جیو کے تین رُوپ۔ پرتھوی لوک۔ سُورج لوک اور چندر[۵۱] لوک میں ہیں اور برہم کے تین رُوپ سہس دل کمل۔ ترکُٹی و سُنّ استھان میں پرکٹ ہیں۔ اسی طرح کُل مالک کے بھی تین رُوپ ہیں اور یہ الکھ لوک۔ اگم لوک اور رادھاسوامی دھام میں پرکٹ ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کُل مالک کے نِج رُوپ کا درشن

[۵۱] چندر لوک سے مراد اِس چاند سے نہیں ہے۔ جو پرتھوی کا اُپگرہ ہے۔ چندر لوک اُس لوک کو کہتے ہیں جسکے گرد سُورج پریکرما کرتا ہے۔

رادھاسوامی دھام میں پراپت ہوتا ہے۔ اس لوک کا نام بھی رادھاسوامی ہے یہاں کا شبد یا نج نام بھی رادھاسوامی ہے۔ اور یہاں کے دھنی کا نام بھی رادھاسوامی ہے۔

۵۴۔ رادھاسوامی مت بتلاتا ہے کہ سُرت یعنی رُوح ایک انادی پدارتھ ہے یعنی ہمیشہ سے ہے۔ اِس کی کوئی شروعات نہیں۔ البتہ رچنا سے پہلے سب رُوحیں کل مالک میں لین تھیں جیسا کہ فرمایا ہے :۔

سُن سورت تو اپنا بھید تو تھی ہم میں سدا ابھید

لیکن روحیں تین قسم کی ہیں۔ اوّل وہ جو ازل سے مایا کے لیس سے پاک تھیں۔ دویم وہ جو مایا کے لیس سے آلودہ ہیں۔ لیکن اُن کا لیس عارضی ہے۔ یعنی ایک وقت دُور ہو سکتا ہے۔ سویم وہ جن کا لیس مستقل ہے۔ پہلی قسم کی روحیں شروع ہی میں یعنی رچنا کا ظہور ہونے پر نرمل چیتن دیش کے کسی لوک میں بلحاظ اپنے ذاتی چیتن کے قیام پذیر ہوئیں۔ دوسری قسم کی روحوں کو برہمانڈ و پنڈ دیشوں میں اپنے لیس کا بھگتان بھگتنے کی غرض سے اُترنا پڑا۔ یہی رُوحیں مناسب سادھن کر کے ایک دن پاک وصاف ہو کر نرمل چیتن دیش میں داخل ہو سکتی ہیں تیسری قسم کی رُوحوں کا چیتن چونکہ ادنیٰ ہے اس لئے وہ ہمیشہ برہمانڈ و پنڈ دیشوں کے لوکوں میں چکّر لگاتی رہینگی۔ پرلے ہونے پر پنڈ دیش برہمانڈ میں اور مہا پرلے ہونے پر پنڈ و برہمانڈ دونوں کال پُرش میں سما جاتے ہیں۔ اور دوبارہ رچنا کا عمل شروع ہونے پر پھر پرکٹ ہو جاتے ہیں۔ ان دیشوں کے اندر مُستقل نواس کرنے والی رُوحیں بھی پرلے و مہا پرلے کے وقت اپنے دیشوں کے پُرشوں میں سما جاتی ہیں اور دوبارہ رچنا ہونے پر پھر پرکٹ ہو کر اپنے لوکوں میں قیام اختیار کرتی ہیں۔ مگر چونکہ نرمل چیتن دیش میں پرلے و مہا پرلے کا دخل نہیں ہے اس لئے جن سُرتوں کو ابتدائے آفرینش میں اِس دیش میں نواس مِلا یا جنھوں نے مایا کی آلائش سے قطعی پاک وصاف ہو کر اِس کے کسی لوک میں رسائی حاصل کرلی۔ اُن کو ہمیشہ قائم رہنے والی مُکتی مل جاتی ہے۔

۵۵۔سوامی دیانندجی نے ستیارتھ پرکاش میں ابدی نجات کا کھنڈن کیا ہے۔ اور یہ آٹھ دلیلیں پیش کی ہیں۔ اوّل دید میں اس کا نشیدھ ہے۔ دوئم انسان کی سامرتھ اور اُس کا سادھن محدود ہیں۔ اُن کا پھل لا محدود یا ابدی کیسے ہو سکتا ہے؟ سوئم اننت موکش ہونے پر مُکتی کے ستھان میں بہت سا بھیڑ بھڑکا ہو جائیگا۔ کیونکہ وہاں آگم ادھک (آمد زیادہ) اور ویہ (خرچ) کچھ بھی نہیں ہونے سے بڑھتی کا پارا وار (وار پار) نہ ہوگا۔ چہارم اگر مُکتی سے کوئی بھی جیو لوٹ کر نہ آوے تو سنسار اُجاڑ ہو جائیگا۔ پنجم جیسے کڑوے کے بنا میٹھے کا لطف نہیں ہوتا۔ ایسے ہی دُکھ کے بغیر سُکھ کا بھی کیا لطف ہوگا۔ یعنی اگر کسی کو ابدی نجات مل گئی تو وہ سُکھ کا آنند بھوگنے کے قابل ہی نہ رہے گا۔ ششم اگر ایشور انت والے کرموں کا اننت پھل دے تو اُس کا انصاف نشٹ ہو جاتا ہے۔ ہفتم جیسے سیر بھر بھار اُٹھانے والے کے ذمہ من بھر بھار لاد دینا نامناسب ہے ایسے ہی محدود طاقت والے جیو کے سر ہمیشہ کی مکتی کا بوجھ لاد دینا نامناسب ہے۔ ہشتم اگر مُکتی سے واپسی نہیں ہے تو برہم میں لے ہونا ڈوب مرنا ہی ہے۔ آپ نے مُکتی کی عمر بھی تحریر فرمائی ہے وہ ایک مہا کلپ یا سرشٹی کے ۳۶ ہزار بار پیدا و نشٹ ہونے کے زمانہ کے برابر ہے۔

(ستیارتھ پرکاش تیرھواں ہندی ایڈیشن صفحات ۲۵۲-۲۵۳ و ۲۵۴)

۵۶۔ مگر سوامی جی کی دلیلیں نہایت ضعیف ہیں۔ مُکتی کی جو تعریف انھوں نے کی ہے۔ اوّل ذرا اُسے نوٹ کر لیجئے۔ ستیارتھ پرکاش میں آیا ہے "جس میں چھوٹ جانا ہو اُس کا نام مُکتی ہے (پرشن) کس سے چھوٹ جانا؟ (اُتر) دُکھ سے (پرشن) چھوٹ کر کس کو پراپت ہوتے اور کہاں رہتے ہیں؟ (اُتر) سُکھ کو پراپت ہوتے اور برہم میں رہتے ہیں۔" (صفحہ ۲۴۸ تیرھواں ہندی ایڈیشن) گویا سوامی جی کی رائے میں مُکتی کے معنی دُکھ سے چھوٹ جانا۔ سُکھ کو پراپت ہونا اور برہم میں رہنا ہے۔ اب اگر مُکتی پاکر جیوؤں کو برہم میں رہنا ہے تو اُن کی دلیلِ سوئم ردّ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ برہم تو اننت و اپار ہے اُسکے اندر بھیڑ بھڑکا ہونا چہ معنی دارد؟ اگر بموجب دلیلِ ہشتم برہم میں لے ہونا ڈوب مرنا ہی ہے تو جو عمر مُکتی کی آپ نے

مقرر کی ہے اُتنے عرصہ کی مُکتی پانا بھی اُتنے عرصہ کے لئے ڈوب جانا ہی ہوگا اور مکتی کی تعریف "دُکھ سے چھُوٹ جانا سُکھ کو پراپت ہونا" لغو قرار پائیگی۔ اور جب لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ مکتی کے معنی ڈوب جانا ہیں تو ایسا کون انسان ہوگا جو مُکتی کے لئے اچھّا کریگا؟ سوامی جی نے مہا کلپ کی عمر کا حساب بھی تبلایا ہے اس کے بموجب مُکتی کی عُمر ۳۱۱۰۴۰........ یعنی ۳۱ نیل ۱۰ کھرب ۴۰ ارب برس قرار پاتی ہے۔ اتنے برس کے لئے ڈوب جانا کیا کم ہے؟ انسان تو ۲ منٹ کے لئے بھی ڈوبنا منظور نہ کریگا اور اگر بموجب دلیل پنجم کڑوے کے بغیر میٹھے کا لطف ہی نہیں آتا تو اتنے برس کا سُکھ بھی سُکھ دایک نہیں رہ سکتا۔ چونکہ دُکھوں کی یاد بھی دُکھدائی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے مکتی اوستھا میں داخل ہوتے ہی دُکھوں کی یاد فراموش ہوجانی چاہیئے اگر یاد قائم رہی تو دُکھ بنا رہا اور مکتی نہ ہوئی۔ اور اگر دُکھوں کی یاد فراموش ہوگئی تو سُکھ کا پراپت ہونا فضول ہوگیا۔ کیونکہ بِلا کڑوے کے میٹھے کا لطف نہیں آتا۔ اور کیا سچ مچ انسان کو میٹھے کا لُطف تب آنا شروع ہوتا ہے جب وہ کڑوا چکھ لیتا ہے؟ میٹھے کی قدر تو البتہ کڑوا چکھنے کے لئے مجبور ہونے پر آتی ہے۔ لیکن میٹھے کا ذائقہ و لطف تو کڑوا کھائے بغیر ہی آجاتا ہے۔ نیز اگر بموجب دلیلِ دویم محدود کوشش کا پھل لامحدود نہیں ہوسکتا تو محدود کوشش کے عوض اتنے طویل عرصہ کا سُکھ بھی کیسے ہوسکتا ہے اور اگر بموجب دلیلِ ششم انت والے کرموں کا اننت پھل دینا ایشور کے انصاف پر دھبّہ لائے گا تو پچاس ساٹھ برس کی کوشش کے عوض ۳۱ نیل سے زائد برسوں کا سُکھ دینا بھی ایشور کے انصاف کے لئے باعث مذمت ہی ہوگا اور دلیلِ ہفتم پر تو بے ساختہ ہنسی آتی ہے۔ اگر دُکھوں سے چھُوٹ کر سُکھوں کا بھوگنا بوجھ ہے۔ تو مُکتی کے زمانہ میں اضافہ ہونے سے بوجھ میں اضافہ نہیں ہوتا۔ بلکہ بوجھ اٹھانے کے وقفہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ کیا سوامی جی یہ فرمایا چاہتے ہیں کہ آتما یا رُوح محض ایک محدود عرصہ تک دُکھ سے چھٹکارے اور سُکھ کے بھوگ کا بوجھ برداشت کرسکتی ہے اور وہ عرصہ گذر جانے کے بعد اس کو دُکھ سے علیحدگی اور سُکھ کا بھوگ

دُکھدائی ہوجاتا ہے؟ اب رہ گئیں بقیہ دو دلیلیں یعنی دلیلِ اوّل و چہارم۔ ان کے بارے میں ویدک دھرم کے پرم بھگت شری نردیو شاستری دیدتیرتھ کی تحریر غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔ آپ اپنے گرنتھ "آریہ سماج کا اِتہاس" بھاگ پہلا میں دلیلِ اول کے متعلق لکھتے ہیں :- اس میں سندیہ نہیں۔ سرو[۵۱] دُکھوں سے چھُوٹ کر جنم مرن کے بندھن سے رہت ہوکر ایشور آنند میں مگن ہونے کا نام ہی مُکتی ہے۔ اتنے انش میں سب درشن کار ایک مت ہیں۔ پر مُکتی سے لوٹ کر پھر آتا ہے۔ اس تتو کو کیول سوامی جی ہی مانتے ہیں۔ جو لوٹنا نہیں مانتے وے "नच पुनरावर्तते, नच पुनरावर्तते" اِس شُرتی کو پرمان میں دیتے ہیں۔ ہم کو تو آج تک ایک پرمان نہیں مِلا جو سپشٹ[۵۲] رُوپ سے لوٹنے کی بات کہتا ہو۔" (صفحہ ۶۱) اب دلیلِ چہارم یعنی سنسار اُجڑنے کے متعلق تحریر ملاحظہ ہو۔ لکھا ہے:-

"یہ ایک ایسی پروکش[۵۳] بات ہے جس کا نرنے کرنا کٹھن ہے اور نہ لوٹنے کے تتو کو مان بھی لیا جائے تو اس میں سنسار کی کوئی ہانی نہیں۔ لوٹتے ہونگے تو لوٹینگے۔ نہ لوٹتے ہونگے تو نہ لوٹینگے۔ سرشٹی کرتا ایشور کو اِس دشے میں ادھک چنتا ہونی چاہیئے۔" (صفحہ ۶۲) معلوم ہوتا ہے کہ سوامی جی نے سنسار اجڑنے ہی کے خوف سے مُکتی کی عمر محدود کی ورنہ بقول شاستری جی ویدوں میں کوئی ایسا صاف پرمان نہیں ہے جس سے مُکتی سے واپسی سدھ ہو۔ مگر سوامی جی کو یہ تو خیال کرنا چاہیئے تھا کہ اگر یہ رچنا جس میں پرکرتی کے زور سے دُکھ و کلیش بیاپ رہے ہیں، جانداروں کے نہ رہنے سے غیر آباد ہو جائے اور سب کے سب جیو مُکت اوستھا میں رہکر آنند سے رہیں تو اس میں کسی کا کیا نقصان ہے؟ جیووں کی تعداد بدستور قائم رہیگی پرکرتی کی مقدار بدستور قائم رہیگی اگر فرق ہو جائے گا تو اس قدر کہ موجودہ سنسار نہ رہے گا یعنی پرکرتی کی موجودہ سنسار روپی اوستھا غائب ہو جائے گی۔ سو ہو جائے۔ جب تک جیو قائم ہیں اور وہ ہمیشہ قائم رہینگے کیونکہ امر ہیں، تب تک کسی نہ کسی رُوپ میں رچنا ضرور بنی رہیگی۔ ایک رُوپ میں نہ رہیگی تو دوسرے رُوپ میں رہیگی۔

---

۵۱ کُل۔ ۵۲ صاف طور سے۔ ۵۳ نظر نہ آنے والی۔

بہرحال رادھاسوامی مت بتلاتا ہے کہ رادھاسوامی دھام و نرمل چیتن دیش میں پہونچنے پر رُوح کو سچی و ابدی مُکتی حاصل ہوتی ہے۔ ویسے پرتھوی لوک سے چڑھکر برہمانڈ کے کسی مقام پر پہونچ جانا بھی ایک درجہ کی مکتی ہے لیکن برہمانڈ کی رچنا نہ ستیہ ہے نہ لافانی ہے۔ مہاپرلے کے وقت یہ سمٹ جاتی ہے اور دوبارہ رچنا ہونے پر پرکٹ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ برہمانڈ کی رچنا میں پرتھوی لوک کے سے دُکھ و کلیش تو نہیں ہیں نہ ہی یہاں کا سا جلد جلد کا جنم مرن ہے لیکن تو بھی نہ وہاں سچا آنند ہے نہ تغیّر و تبدل سے اصلی چھٹکارا۔ رادھاسوامی دھام میں داخل ہونے پر سُرت من و مایا کی ہر قسم کی آلائش سے پاک ہو کر نرمل چیتن رُوپ اپنے ذاتی اوصاف میں برتتی ہے۔ اور کل مالک کی نرمل چیتن دھاروں کے زیر اثر اُس کے لئے اپنے ذاتی اوصاف میں پورے طور پر برتنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

۵۷۔ سنت مت میں کل مالک کی سب سے اعلیٰ صفت پریم تبلائی گئی ہے۔ اس لئے کل مالک کو پریم کا اپار سِندھ کہتے ہیں اور سُرت جو اُس کا انش ہے پریم کی بُند کہلاتی ہے۔ رادھاسوامی دھام میں داخل ہونے پر سُرت روپی پریم بُند پریم کے اپار سندھ میں پرویش کرتی ہے۔ اور امر و ابناشی رُوحانی آنند بھوگتی ہے۔ اگر پانی کے کسی جیو۔ مچھلی وغیرہ کا خشکی سے ہٹ کر پانی کے سمندر میں داخل ہونا اُس کا ڈوب مرنا نہیں کہلاتا تو سُرت روپی نرمل چیتن انش کا من و مایا کے دیش سے ہٹ کر پرم گتی کو پراپت ہونا یعنی نرمل چیتن سندھ میں پرویش کرنا بھی اُس کا ڈوب مرنا نہیں ہو سکتا۔ سمجھدار تو یہی کہینگے کہ ایسا ہونے پر سُرت مصنوعی و عارضی زندگی سے ہٹ کر اصلی زندگی کو پراپت ہو جاتی ہے۔

۵۸۔ نردیو شاستری جی نے لکھا ہے کہ "ہم کو تو آجتک ایک پرمان نہیں ملا جو سپشٹ روپ سے لوٹنے کی بات کہتا ہو"۔ یہ الفاظ لکھتے وقت صریحاً اُن کے دھیان میں رگ وید کا وہ پرمان ہے جو سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں درج کیا ہے لیکن چونکہ اُس پرمان کے پیش کردہ معنی مشکوک و مشتبہ ہیں اسلئے شاستری جی نے "سپشٹ روپ" یعنی صاف طور کی شرط لگائی ہے۔

وہ پرمان بھی ملاحظہ و غور کرنے کے لائق ہے اِس لئے ذیل میں مع معنی درج کیا جاتا ہے:-

कस्य नूनं कतमस्यामृतानां मनामहे चारु देवस्य नाम ।
को नो मह्या अदितये पुनर्दात् पितरं च दृशेयं मातरं च ॥
अग्नेर्वयं प्रथमस्यामृतानां मनामहे चारु देवस्य नाम ।
स नो मह्या अदितये पुनर्दात् पितरं च दृशेयं मातरं च ॥

یہ رگ وید۔ منڈل ۱۔ سوکت ۲۴ کے پہلے دو منتر ہیں۔ پہلے منتر میں ایک سوال کیا گیا ہے اور دوسرے میں اُس کا جواب دیا گیا ہے۔ سوامی دیانند جی نے ان منتروں کے یہ معنی دئے ہیں:-

"ہم لوگ کس کا نام پوِتر جانیں۔ کون ناش رہت پدارتھوں کے مدھیہ میں ورتمان دیو سدا پرکاش سوروپ ہے۔ ہم کو مکتی کا سکھ بھگا کر پُنہ اس سنسار میں جنم دیتا اور ماتا پتا کا درشن کراتا ہے۔ ۱

ہم اُس سوپرکاش سوروپ انادی سدا مُکت پرماتما کا نام پوِتر جانیں جو ہم کو مکتی میں آنند بھگا کر پرتھوی میں پُنہ ماتا پتا کے سمبندھ میں جنم دے کر ماتا پتا کا درشن کراتا ہے۔ وہی پرماتما مُکتی کی ویوستھا کرتا سب کا سوامی ہے۔ ۲"

۵۹۔ نر دیو شاستری جی نے یہ منتر بھی پڑھے ہونگے اور ان کے ارتھ بھی پڑھے ہونگے اگر منتروں کے صحیح ارتھ یہی ہوتے جو سوامی جی نے دئے ہیں تو شاستری جی فوراً منظور کر لیتے کہ ویدوں میں بقول سوامی جی ہمیشہ قائم رہنے والی مُکتی کا نشیدھ ہے۔ لیکن چونکہ وہ بھی ایک فاضل پنڈت ہیں اور ویدوں سے بخوبی واقف ہیں اِس لئے ان معنی کو قبول نہ کرتے ہوئے اپنی آزاد رائے قائم کرتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ واقعی سوامی جی کے ارتھ نہایت مشکوک ہیں۔ آپ نے منتروں میں واقع لفظ **पुनर्दात्** کا فائدہ اُٹھا کر انھیں اپنے دعوے کا ثبوت قرار دیا ہے منتروں میں ایک لفظ **अदितये** بھی آیا ہے جس کے معنی 'ادیتی کے لئے' ہیں۔ لفظ ادیتی کے بہت سے معنی ہیں۔ مثلاً زمین بھی ہیں۔ پرمیشور بھی ہیں

اکشر اکھنڈت اور دیو ماتا بھی ہیں۔ چنانچہ نرکت کے نیگم کانڈ ۴۔۳۔۲۲۔۴۹ میں وید کا ایک منتر پیش کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ یہ لفظ آخر الذکر معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ لفظ ادیتی کے یہ معنی لینے سے منتروں کے ارتھ کچھ اور ہی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں لفظی معنی درج کرتے ہیں :۔

"کس کا۔ تحقیق۔ سارے دیوتاؤں میں سے کس ایک کا۔ من میں دھارن کریں۔ سُندر یا پوتّر۔ دیو کا نام۔ کون۔ ہم کو۔ مہان۔ ادیتی کے لئے۔ دوبارہ دے۔ پتا کے۔ اور دیکھنے کے لئے۔ ماتا کے۔ اور"

یعنی سارے دیوتاؤں میں سے ہم کس ایک دیوتا کا سُندر یا پوتّر نام من میں دھارن کریں جو ہم کو دوبارہ مہان ادیتی (اکشر اکھنڈت یا دیوتاؤں کی ماتا) کے پاس دوبارہ پہونچا دے تاکہ ہمیں اُس کے جو پتا بھی ہے اور ماتا بھی ہے درشن پراپت ہوں۔ دوسرے منتر میں اس سوال کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ اگنی کا جو دیوتاؤں میں پرتھم یعنی اوّلین ہے سُندر یا پوتّر نام من میں دھارن کرنا چاہیئے وہ ہم کو دوبارہ ادیتی کے پاس پہونچا دیگا ماتا اور پتا کا درشن کرنے کے لئے۔

۶۰۔ سوامی جی دیوتاؤں کے وجود سے منکر تھے اس لئے آپ نے 'امرتا نام' کے معنی 'ناش رہت پدارتھوں کے مدھیہ میں ورتمان دیو' لئے۔ مگر ناش رہت پدارتھ کون و کہاں ہیں۔ جبکہ سارے لوک ہی ناشمان مانے جاتے ہیں تو ناش رہت پدارتھ کہاں رہینگے۔ صرف برہم۔ جیو اور پرکرتی ہی تو پدارتھ مانے جاتے ہیں۔ ان میں برہم تو ورتمان ہونے یعنی پھیلنے والا دیو ہی ہے۔ باقی پدارتھ رہ گئے جیو اور پرکرتی۔ سو اُن کے سُروپ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ خیر۔ سوامی جی کے یہ معنی درست سہی لیکن "ہم کو مکتی کا سُکھ بھُگا کر" یہ کس لفظ کے معنی ہیں؟ منتروں میں تو ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جس کے یہ معنی ہوں۔ صریحاً سوامی جی نے مکتی سے واپسی ثابت کرنے کے لئے یہ الفاظ اپنی جانب سے ایزاد فرما دیئے۔ اور انسان کو مکتی کا سُکھ بھگا کر دوبارہ سنسار میں جنم دلانا اور ماتا پتا کا درشن کرانا یعنی دوبارہ جنم مرن کے چکر میں ڈالنا یہ بھی کوئی ایسا قابل ستائش کام ہے جس کے لئے ایشور کی ستُتی کی جاوے؟ اور لطف یہ ہے کہ منتروں کے معنی میں ایشور کے اوصاف تو

بیان کئے جاتے ہیں۔ (۱) "ناش رہت پدارتھوں کے مدھیہ میں ورتمان دیو"۔ (۲) "سداپرکاش سوروپ"۔ (۳) "انادی"۔ (۴) "سدامُکت"۔ (۵) "مُکتی کی ویوستھا کرتا"۔ اور کرتوت بتلائی جاتی ہے انسان کو سُکھ بُھگا کر دوبارہ سنسار چکر میں ڈالنا! صریحاً ایشور کے یہ فعل مثل اُس لوہار کے فعلوں کے ہیں جو لوہے کی سنڈسی کو کبھی آگ میں ڈالتا ہے کبھی پانی میں۔ اگر سنڈسی کے اندر جان آجائے اور اُس سے پوچھا جائے۔ کہو۔ لوہار کی نسبت کیا رائے ہے؟ یقیناً اُس کا جواب سوائے لوہار کی خود غرضی۔ مُتلوّن مزاجی اور ظلم وستم کی شکایت کے کچھ نہ ہوگا۔ سہجو بائی نے اِسی تلازمہ کو جگت کے دُکھ سُکھ کے بیان میں استعمال کیا ہے۔ فرمایا ہے:۔

جیسے سنڈسی لوہے کی چھن پانی چھن آگ ایسے دُکھ سُکھ جگت کے سہجو تُو تج بھاگ

لیکن اگر مُکتی صرف محدود عرصہ کے لئے ہے اور دوبارہ سہ بارہ نہیں بلکہ بارم بار جگت میں آنا ہے تو جگت کے دُکھ سُکھ سے بھاگنا محض عارضی بچاؤ رہ جاتا ہے۔

۱۶۔ مگر سوال ہوتا ہے کہ سوامی جی نے مُکتی کے متعلق یہ نئی بات کیوں نکالی جبکہ بقول شری نردیو شاستری ویدوں میں کوئی ایسا پرمان موجود نہیں ہے جو سپشٹ رُوپ سے اِس خیال کا مؤید ہو۔ اِس کا جواب راقم الحروف کی رائے میں یہ ہے کہ نہ تو سوامی جی کو مُکتی اوستھا کا انوبھو تھا نہ ہی مُکتی کی چنداں خواہش تھی وہ سچے دیش بھگت تھے۔ وہ دوسرے کرم کانڈ کے معتقدوں کی طرح اس جگت کو ستیہ مانتے تھے اور یہاں کے جاہ وحشمت۔ یہاں کی زندگی و فارغ البالی کو کمال اہمیت دیتے تھے۔ نیز اُن کو تجربہ سے معلوم تھا کہ اہل ہند مُکتی کے دلدادہ ہوکر دنیا کی جنگ سے لاپروا۔ خستہ و خراب ہو رہے ہیں۔ اگر اُنھیں خود مُکتی اوستھا کا انوبھو یا تجربہ ہوتا تو باوجود اِن سب باتوں کے وہ مُکتی سے واپسی کا سدھانت جاری نہ کرتے۔ اور اگر اُنھیں مُکتی کی آرزو ہوتی تو بطور جگیاسو دوسرے مذہبی پیشواؤں سے اُس کی تحقیقات کرتے۔ بھارت ورش کی دُردشا ملاحظہ کرکے اور اُس کے لئے غلط مذہبی تعلیم کو ذمہ دار گردان کر انھوں نے رائج الوقت مذہبی خیالات پر دائیں بائیں اور آگے پیچھے کلہاڑا چلانا شروع کیا اور

اس گرمجوشی میں ایک سخت چوٹ مکتی کے سدھانت کو بھی آگئی۔

۶۲۔ راقم الحروف کو احساس ہے کہ اُوپر کی سطور میں ایک برگزیدہ ہستی کی نسبت کسی قدر ناخوشگوار الفاظ قلمبند ہوگئے لیکن اُسے اطمینان ہے کہ اُس نے یہ الفاظ لاکلام شہادت کی بنیاد پر تحریر کئے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر سوامی جی کو مکتی اوستھا کا سچ مچ انبھو ہوتا تو اُن کے دل میں مکتی کی زبردست قدر ہوتی۔ کیا جیو اوستھا اور برہم درشن اوستھا میں محض لفظوں کا فرق ہے؟ نہیں نہیں۔ تاریکی اور روشنی کا۔ جھوٹ اور سچ کا سا فرق ہے لیکن موصوف کو مُکتی کی چنداں پرواہ و قدر نہ تھی۔ آپ ذرا اُن کے جیون چرتر کی اوراق گردانی کریں آپ کو مذکورہ بالا کل بیان کی تصدیق مل جاویگی۔ جیون چرتر مرتبہ مہاشے لکشمن آریہ اپدیشک کے صفحات ۹۰۵ و ۹۰۶ پر اُن باتوں کا ذکر مندرج ہے۔ جو سوامی جی نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ارشاد فرمائیں آپ نے کمل نین جی سے کہا "شریر کا اب کچھ بھروسہ نہیں۔ نہ جانے کس وقت چھوٹ جائے۔ اور میں اِس کام کے لئے پھر دوبارہ بھی جنم لوں گا۔ اور اِس وقت جو میرے درودھ ہوئے ہیں۔ وہ سب شانت ہوجائینگے۔ آریہ سماجوں کی ترقی سے بھی بڑی بھاری مدد ملے گی۔ میں اُس وقت وید کا بقیہ بھاشیہ کردونگا۔"

عاشقاں گشتند مست از بوئے تو　　　عارفاں مانند گم در روئے تو

بھگوت گیتا میں فرمایا ہے "جس جس بھی بھاؤ یا رُوپ کو یاد کرتا ہوا جیو آخر میں جسم کو چھوڑتا ہے ہمیشہ اُسی کی چاہ سے رنگا ہوا وہ خاص اُسی بھاؤ یا رُوپ سے واصل ہوتا ہے (ادھیائے ۸ شلوک ۶)

۶۳۔ یہ درست ہے کہ ریفارمر و دیش بھگت بڑے اُپکاری ہوتے ہیں اور ویاکرن کے پنڈت بڑے وِدوان ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اُن کا راستہ دکن کو جاتا ہے تو کل مالک کے پریمیوں کا اُتر کو جاتا ہے۔ سوامی جی کو اپنی قابلیت پر اتنا وثوق تھا کہ اپنے سوا کسی کو بھارت کے سُدھار کے قابل نہ سمجھتے تھے پریمی جن سب کام کرتا ہے لیکن اپنے تئیں ناچیز سمجھتا ہے۔ اور سب شکتیوں کے بھنڈار کل مالک

ہی کو جگت کا کرتا دھرتا بنانے اور بگاڑنے والا جانتا ہے۔ پچاس برس گذر گئے اور ابھی سوامی جی کی دوبارہ جگت میں تشریف آوری کی کوئی خبر نہیں۔ اُن کا بھارت کے لئے پریم قابل تعریف ہے اور اہل ہند جتنا بھی اُن کا شکرانہ ادا کریں کم ہے۔ لیکن اُن کا اپنے تئیں بھارت کا مستقل سُدھارک تصور کرنا اور مکتی کے مقابلہ سنسار میں دوبارہ جنم دھارن کرنے کی اِچھا کرنا اور ویدوں کے صاف پرمان کی عدم موجودگی میں مُکتی سے واپسی کا سدھانت پرکٹ کرنا۔ ایسی باتیں ہیں جن پر ضرور اعتراض ہوتا ہے۔

۶۴۔ معترضین کا یہ کہنا نہایت درست اور قابل قدر ہے کہ محض مکتی مانگنے سے کسی کو مکتی نہیں مل جاتی۔ اُس کے پانے کے لئے مناسب جتن بھی ہونا چاہیئے۔ لیکن انھیں یاد رکھنا چاہیئے کہ مکتی کے حصول کے لئے چاہ اُٹھانا اور پرارتھنا کرنا بھی ایک جتن ہے۔ انسان کا آتما جگت بھوگ کی آسا سے سنسار میں جنمتا و مرتا ہے۔ اس لئے ہر مُکتی کے طلبگار کے لئے لازمی ہے کہ جگت بھوگ کی آسا دل سے دُور کرے۔ رادھا سوامی مت اِس کے لئے انتری و باہری سادھن تجویز کرتا ہے۔ سُمرن۔ دھیان و بھجن انتری سادھن ہیں۔ سیوا و ست سنگ باہری سادھن ہیں۔ جو شخص سچے دل سے ان سادھنوں کی کمائی کرتا ہوا مُکتی کے حصول کے لئے پرارتھنا کرتا ہے و اِچھا اُٹھاتا ہے۔ وہ ضرور ایک دن اپنے ارادے میں کامیاب ہو گا۔ مگر جو لوگ نہ سیوا و ست سنگ کی اہمیت جانتے ہیں۔ نہ سُمرن دھیان و بھجن کی جگتیوں کی قدر کرتے ہیں اُنھیں مت سنگیوں کا مالک کے درشن کی چاہ اٹھانا نامناسب یا فضول عمل معلوم ہوتا ہے۔

۶۵۔ پیشتر اِس کے کہ مکتی کا مضمون ختم کیا جائے ایک اور بات تحریر میں لانی ضروری معلوم ہوتی ہے معترض یہ کہہ کر کہ کسی محدود کام کا نتیجہ یا پھل لا محدود نہیں ہو سکتا۔ اپنے تئیں نہایت محفوظ چٹان پر کھڑا محسوس کرتا ہے مگر اُسے یہ خیال نہیں کہ رادھا سوامی مت کے انتری و باہری سادھنوں کا کام اُن مخالف طاقتوں کی جڑ پر کلہاڑا مارنا ہے۔ جو سُرت کو من و مایا کے جال میں پھنساتی ہیں۔ مُکتی یا نجات کسی سادھن

یا عمل کا نتیجہ نہیں ہے۔ سادھن سُرت کو صرف مخالف طاقتوں سے رہائی دلاتے ہیں۔ یہ مانا کہ سادھن محدود ہیں۔ لیکن مخالف طاقتیں بھی تو محدود ہیں۔ اِس لئے محدود سادھنوں سے محدود مخالف طاقتوں کا قلع و قمع ہو جانا ناممکن نہیں ہونا چاہیئے۔ ایک چھوٹی سی دیا سلائی روشن کر کے گھاس پھوس کا عظیم انبار جلا دیا جا سکتا ہے۔ ایک زنگ آلود آئینہ کا برسوں کا جما ہوا زنگ دس منٹ پالش کرنے سے صاف کیا جا سکتا ہے۔ جوں ہی کسی سُرت کے اُوپر سے جگت بھوگ کی آسا کا زنگ اُتر جاتا ہے یا جوں ہی اُن طاقتوں کا زور جو سُرت کو مایا یا پرکرتی سے تعلّق کراتی ہیں زائل ہو جاتا ہے۔ وہ سُرت آزاد ہو کر اُونچے روحانی منڈلوں کی طرف پرواز کرتی ہے۔ اور جس سُرت کو کامل صفائی حاصل ہو گئی ہے وہ بِلا شُبہ کل مالک کے حضور میں باریاب ہو جاتی ہے۔ سُرت کا جوہر نِتّیہ ہے۔ زنگ اِنِتّیہ تھا۔ یہ اِنِتّیہ سادھن سے دُور ہو گیا سُرت زنگ سے آزاد اپنے ہمجنس مسالہ یا جوہر کے دیش میں داخل ہو کر ہمیشہ کے لئے اپنے نِتّیہ ذاتی خواص۔ پرم ستتا۔ پرم چیتنتا۔ پرم آنند وغیرہ میں برتتی ہے سُرت کا اِس طرح اپنی اصلی حالت کو پراپت ہونا ہی مُکتی کی پراپتی کہلاتا ہے۔ اس بیان سے واضح ہو گا کہ معترض نے مُکتی کا اصلی مفہوم ہی نہ سمجھا تھا۔

کلُ مالک اور سُرت انش

۶۶۔ رادھاسوامی مت سکھلاتا ہے کہ کل مالک اور سُرت میں انش انشی کا بھاؤ ہے اور جیسے پانی کے ایک قطرے اور سمندر کا ایک ہی جوہر ہے ایسے ہی سُرت اور کل مالک کا بھی ایک ہی چیتن جوہر ہے رچنا کا عمل شروع ہونے سے پہلے سب سُرتیں کل مالک میں لین تھیں۔ کیونکہ کل مالک کی شکتی اپنے مرکز میں لین تھی۔ جب مناسب وقت آنے پر کل مالک کی شکتی کی دھار پرکٹ ہوئی تو اُس کے زیر اثر بے شمار سُرتیں خواب ازلی سے بیدار ہو گئیں۔ لیکن ایسی بھی بے شمار سُرتیں تھیں جو بوجہ مایا کے غلاف کے اُس وقت بیدار نہ ہو سکیں۔ سوال ہوتا ہے کہ اُس وقت مایا کہاں سے آگئی اُس وقت تو سوائے کُل مالک کے کچھ نہ تھا؟

جواب یہ ہے کہ مایا بھی ادنیٰ درجہ کا چیتن جوہر ہی ہے۔ رچنا کے قبل یہ جوہر بھی کُل مالک کے اندر شامل تھا یوں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے برقی یا مقناطیسی قوتوں کے دو قطب ہوتے ہیں اور یہ دو قطب مل کر ہی ایک برقی یا مقناطیسی قوت قائم ہوتی ہے۔ ایسے ہی کل مالک کے بھی دو قطب تھے اور برقی قوت کے قطبوں کی طرح ایک قطب میں چیتن شکتی کی اِدھکتا (بیشی) تھی اور دوسرے میں نیونتا (کمی) تھی اور چونکہ ہر دو قطب لامحدود یعنی اننت واپار تھے اس لئے اُن کی اِدھکتا و نیونتا بھی اپار تھی۔ سہولت کے لئے ہم اُن قطبوں کو مُثبت و منفی ناموں سے موسوم کرینگے۔ رچنا کا عمل شروع ہونیسے پہلے کل مالک کی شکتی کا وجود دونوں قُطبوں میں پھیلی تھی، رُخ شکتی کے مرکز (جو مُثبت قطب میں واقع تھا) کی جانب تھا۔ اس لئے منفی قطب کا چیتن جوہر لاقیاس زور سے مُثبت قطب کی جانب کھنچ رہا تھا اور منفی قطب میں بیحد نیونتا (کمی) کی صُورت قائم تھی۔ وہ شکتی کی دھاریں جن کی معرفت منفی قطب کے چیتن پر شکتی کے مرکز کی جانب کشش ہو رہی تھی چیتن نقطوں یا بُوندوں سے مُرکّب تھیں۔ اِن چیتن نقطوں یا بُوندوں ہی کو سُرت انشیں کہتے ہیں۔ شکتی کی دھاروں کا بہاؤ شکتی کے مرکز کی جانب ہونے سے اُن سُرت انشوں کے چیتن میں بھی حد درجہ کی نیونتا ہو رہی تھی۔ اُوپر کے بیان میں اِس چیتنا کی کمی ہی کی حالت کو خواب سے اور آدچیتن دھار رواں ہوکر اس کمی کے دُور ہونے کی حالت کو حالتِ بیداری سے تشبیہ دی گئی اِس کُل بیان سے یہ بھی واضح ہوگا کہ رچنا کا عمل شروع ہونے پر رچنا کا ظہور منفی قطب ہی کے اندر ہوا۔ مُثبت قطب تو چیتن شکتی کا پُورن بھنڈار اکہہ اپار واتا می ہے۔ رچنا کا عمل شروع ہونے پر منفی قطب کا مخلوط چیتن ترتیب وار درجوں میں منقسم ہوگیا۔ اور اُس کے اندر قیام پذیر سُرتوں میں سے بہت سی آدچیتن دھار کے زیرِ اثر بیدار ہوگئیں۔

۷۶۔ جن سُرتوں پر ادنیٰ چیتن یعنی مایا کا غلاف یا خول ایسا زبردست تھا کہ آدچیتن دھار کے زیرِ اثر دُور نہ ہو سکا اُن کو مع اپنے غلافوں کے نیچے اُترنا پڑا کیونکہ وہ بوجہ خول کی ملینتا کے نِرمل چیتن

دیش میں جو آدچیتن دھارنے اوّل اوّل پرکٹ کیا قیام کے قابل نہ تھیں جب رچنا کا دوسرا دور یا عمل شروع ہوا تو ان پس ماندہ سُرتوں میں بہت سی برہمانڈ یعنی نرمل مایا دیش کے پرکٹ ہونے پر بیدار ہو گئیں۔ اور انھیں اُس دیش میں قیام مل گیا پھر بھی بے شمار سُرتیں بیدار نہ ہو سکیں کیونکہ اُن کے اُوپر مایا کے غلاف نہایت ہی زبردست تھے۔ چنانچہ ان کو برہمانڈ دیش سے بھی نیچے اُترنا پڑا۔ اور رچنا کا تیسرا عمل جاری ہونے پر پنڈ یعنی ملین مایا دیش میں قیام پذیر ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ رچنا سے پہلے سب سُرتیں کُل مالک میں لین تھیں۔ رچنا کا پہلا عمل یا دور شروع ہونے پر اُن میں سے بے شمار آدچیتن دھار کی کشش (تیز) چینتا کے زیر اثر پورن چیتن ہو گئیں۔ مگر ان کے علاوہ ایسی بے شمار سُرتیں تھیں جنھیں رچنا کا دوسرا دور جاری ہونے پر برہمانڈ میں اُترنا پڑا۔ اور علیٰ ہذا القیاس ایسی بھی بے شمار سُرتیں تھیں جنھیں رچنا کا تیسرا دور شروع ہونے پر پنڈ دیش میں آنا پڑا۔

۶۸۔ سنت مت بتلاتا ہے کہ نرمل چیتن دیش کی وسعت کا کچھ حد و حساب نہیں ہے۔ وہاں کا سب معاملہ اننت و اپار ہے۔ کیونکہ اُس دیش میں مایا یا ادنیٰ چیتن کی آلائش نہیں ہے! اور وہاں نرمل چیتن ہی کا ظہور ہے لیکن نرمل چیتن دیش کے نیچے چونکہ مایا کی مِلونی کا کسی قدر زور شروع ہو گیا۔ اس لئے دو نئی باتیں پیدا ہو گئیں۔ اوّل نرمل چیتن دیش و برہمانڈ کے درمیان ایک خاص حدِّ فاصل قائم ہوئی جسے سنت مت میں مہاسُن کہتے ہیں اور دویم برہمانڈ کی وسعت مقرر ہو گئی۔ البتہ چونکہ رچنا کا دوسرا دور جاری ہونے پر لاقیاس ادنیٰ چیتن نرمل چیتن دیش سے خارج ہوا تھا اسلئے اِس مسالہ سے لاتعداد برہمانڈ قائم ہوئے۔ اور علیٰ ہذا القیاس رچنا کا تیسرا دور جاری ہونے پر برہمانڈ دیش و پنڈ دیش کے درمیان خاص حدِّ فاصل قائم ہوئی جسے چِدآکاش کہتے ہیں۔ اور برہمانڈوں سے خارج ہوئے مسالہ سے لاتعداد پنڈ قائم ہوئے۔

۶۹۔ واضح ہو کہ اُن سب سُرتوں کو تو جو آدچیتن دھار کے زیر اثر پورن چیتنا کو پراپت

ہوسکتی تھیں رچنا کے اول ہی دَور میں نِرمل چیتن دیش میں قیام مل گیا۔ لیکن جو سُرتیں مایا کے غلافوں کی وجہ سے نِرمل چیتن دیش سے خارج ہوئیں۔ اُن میں سے صرف ایسی سُرتوں کو رچنا کے برہمانڈوں و پنڈوں میں قیام ملا ہے۔ جو موجودہ رچنا کے برہمانڈوں و پنڈوں میں قیام سے مستفید ہوسکتی تھیں۔ اِن کے علاوہ انت تعداد ایسی سُرتوں کی ہے۔ جو موجودہ رچنا سے مستفید نہ ہوسکتی تھیں۔ یہ سُرتیں ابھی بدستور اپنے غلافوں میں لپٹی ہوئی حالت خواب میں پڑی ہیں اور نِرمل چیتن دیش اور برہمانڈوں کی حدِ فاصل یعنی مہاسُنّ کا میدان اِن سے بھرا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہرچند موجودہ رچنا کے کل برہمانڈوں و پنڈوں میں بے شمار سُرتوں کا قیام ہے لیکن یہ تمام مہاسُنّ کے انت بھنڈار کے مقابلہ محض ایک مُٹھی بھر ہیں۔ جب موجودہ رچنا کا مقصد پورا ہو جائیگا یعنی نِرمل چیتن دیش میں قیام پانے کے قابل سُرتیں پرم گتی کو پراپت ہو جائینگی تو مہاپرَلے کے عمل سے کل پنڈ و برہمانڈ سمٹ جائینگے۔ اور دوبارہ رچنا کا عمل شروع ہونے پر مہاسُنّ کے بھنڈار سے سُرتوں کا دوسرا سَموہ نئے برہمانڈوں و پنڈوں میں اُتریگا۔ اور نئی رچنا کا پسارا پھیلے گا۔ اور اُس کا مقصد پورا ہوتے ہی تیسرا سَموہ میدان میں آویگا۔ اور اسی طرح ابدالآباد رچنا و مہاپرَلے کا سلسلہ جاری رہیگا۔

۷۔ کل مالک کی ایسی انت شکتی اور ایسی اپار مہما ہے۔ موجودہ رچنا میں انت برہمانڈ اور انت پنڈ ہیں اور انت سُرتیں اُن میں نواس کرتی ہیں۔ اس رچنا کے بعد انت رچنائیں ہونگی اور انت برہمانڈ و پنڈ پیدا ہونگے اور انت سُرتیں انت کال تک پرکٹ ہوتی رہینگی۔ سچ ہے انت ہے وہ اور انت ہے یہ۔ انت سے انت ہی نکلتا ہے۔ اور انت سے انت نکل کر انت ہی باقی رہتا ہے۔

ستگورو کی ضرورت

۱۔ رچنا کی وسعت۔ اُسکے لوکوں کی شمار۔ اِسکے اندر مقیم سُرتوں کا حساب۔ اِسکے نظام کا حال اور اِس کے مالک و حکمران کی شان و شوکت حشمت و عظمت کا بیان سنتے ہی ہر سمجھدار انسان کے ہوش

اُڑ جاتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے۔ ہیں! میں کیا اور میری بساط کیا؟ کُل رچنا کے مقابلہ یہ پنڈ دیش ایک تِل کے دانہ سے بھی کم حیثیت رکھتا ہے۔ اور پنڈ دیش کے کُل لوکوں کے مقابلہ یہ پرتھوی ایک رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی ہے۔ اور اس پرتھوی پر جتنے جیو بستے ہیں۔ ان کی شمار کے مقابلہ انسان مٹھّی بھر بھی نہیں ٹھہرتے۔ پھر اِن حقیر انسانوں میں سے میں صرف ایک ہوں۔ کُل پانچ فیٹ سات انچ لمبا۔ ہاڑ۔ ماس۔ چام کے پنجر میں مقیّد۔ زمین سے بندھا۔ کرۂ ہوائی سے دبا۔ قوانینِ قُدرت کا پابند۔ خواہشات کا غُلام۔ بے بال و پر کا طائر۔ محض آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ کی قوّتوں کے سہارے تین ناپوں کے اندر محدود عقل کے بھروسہ کیا کر سکتا ہوں؟ کیا میں اور کیا میری بساط؟ مجھے چادر اوڑھکر چُپ چاپ ایک گوشہ میں لیٹ جانا چاہیئے۔ آتم درشن۔ سچّی مُکتی۔ امر آنند۔ ابناشی زندگی ایسی باتیں ہیں جن کا ذِکر تک کرنا میرے لئے چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے۔ کُل مالک کے مقابلہ نہیں نہیں کسی لوک کے دھنی کے مقابلہ نہیں نہیں چاند و سورج تک کے مقابلہ میری حیثیت ایک مچّھر یا پسّو سے زیادہ نہیں ہے۔ چراغِ مُردہ کُجا و شمع آفتاب کُجا؟ مجھے کبھی اپنے قید میں رکھنے والی قوّتوں پر فتح حاصل نہیں ہوسکتی۔ مجھے کبھی آنکھ۔ ناک۔ کان وغیرہ کی قوّتوں کی زد سے پرے کا گیان حاصل نہیں ہوسکتا۔ قید میں جنما۔ قید میں پلا۔ قید ہی میں مرونگا۔

۴۷۔ لیکن رادھاسوامی مت ایسے پژمُردہ دل اور افسردہ خاطر انسان کو مژدہ دیتا ہے۔ اے نادان! تو ایسا بدحیثیت و بدنصیب نہیں ہے۔ اوّل تُو اپنی حقیقت سُن اور پھر کوئی رائے قائم کر۔ تُو اُسی کُل مالک کے جوہر کا ایک ذرّہ ہے جس کی صفات اور آفرینش کا حال سُن کر تیرا دل اس قدر ہراساں ہو گیا تیری سمرتھتا تیری قابلیت اور تیری بُزرگی بھی بے پایاں ہے۔ پانچ فیٹ سات انچ کا تیرا جسم ہے۔ ہاڑ۔ ماس۔ چام تیرا پیرہن ہے۔ تو اِن سے علیحدہ جوہر ہے۔ تو نہ زمین سے بندھا ہے۔ نہ کرۂ ہوائی سے دبا ہے۔ خواہشات کا غلام تیرا من ہے۔ بے بال و پر کا جانور تیرا جیو آتما ہے۔ تو ست چت آنند اور

پریم سروپ ہے۔ تیری سامرتھ اننت ہے۔ تیرا گیان اننت ہے۔ تیرا آنند اننت ہے۔ چاند سورج کی نہیں نہیں پنڈ و برہانڈ کی تیرے سامنے کیا حقیقت؟ تو اُس ذاتِ ذوالجلال کی ایک کرن ہے۔ جو اوصاف سُورج کے وہی سُورج کی کرن کے۔ ابھی تجھے اپنے اصلی سروپ کی خبر نہیں۔ بادشاہ کا فرزند گڈریہ کے گھر پرورش پاکر اپنی اصلی حیثیت بھول گیا۔ اُٹھ۔ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ بند کر۔ انتر کی آنکھ کھول۔ اور اپنی سامرتھ اور اپنے پرم پتا کی قدرت کا جلوہ دیکھ! آگے قدم بڑھا اور نج دیش میں پہونچکر اپنی آبائی بزرگی کا لُطف لے۔

محل مانہہ دھس جائے۔ گو رُکھ کو روکیں نہیں۔ من مکھ بھٹکا کھائے۔ چڑھ اُترے گر گر پڑے

۷۳۔ یہ مژدۂ جانفزا سُنتے ہی سمجھدار انسان کا روم روم حرکت میں آجاتا ہے۔ اُس کا پژمُردہ دِل یکدم ہرا ہو جاتا ہے۔ اور کچھ تامّل کے بعد اُس کے دِل سے آواز نکلتی ہے "لیکن کیا میں اپنے بل سے انتر کی آنکھ کھول سکتا ہوں۔ کیا میں اپنے بل سے آگے قدم بڑھا سکتا ہوں۔ کیا میں اپنے بل سے آنکھ۔ ناک۔ کان۔ بند رکھ سکتا ہوں؟"

۷۴۔ رادھا سوامی مت کی طرف سے اِن سوالوں کا جواب تو محض دو لفظی ہے یعنی "ہرگز نہیں" مگر کچھ اور بھی سُنو۔ اور دھیرج سے سُنو۔ یہ تمہارے ہِت کی بات ہے۔ اِس کے سمجھ لینے سے تمہارے دِل کے سب وسوسے مِٹ جائینگے۔ اور تمہیں سمجھ آجائیگی کہ آئندہ کیا کرنا چاہیئے۔ اور اِس پر عمل کرنے سے تم جلد ہی اپنی حقیقت سے آشنا ہو کر وطن کی شاہراہ پر گامزن نظر آ وگے۔ لو سُنو۔

۷۵۔ جب انسان دُنیا میں جنم لیتا ہے کیا اِس کے لئے وہ اپنی طرف سے کچھ بندوبست کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ سب انتظامات مالک کی قُدرت کی طرف سے ہی ہوتے ہیں۔ ماں۔ باپ کے دِلوں میں بچّے کے لئے خواہش و پیار قُدرت ہی پیدا کرتی ہے۔ بچّے کی پرورش کیلئے ماں کے خُون کو قدرت ہی دُودھ میں مُبدّل کرتی ہے۔ بچّے کے چلنے۔ پھرنے۔ کھیلنے۔ کُودنے کیلئے زمین۔ سانس لینے کے لئے ہوا۔ دیکھنے بھالنے کے لئے روشنی کا بندوبست بھی قُدرت ہی کرتی ہے۔ ماں و باپ دو فرشتے ہیں جو قُدرت

کی جانب سے اس غرض سے تعنات ہیں کہ بچّے کو جنم دیں۔ پالیں۔ پڑھاویں اور انسان بناویں یہ سب سہولتیں و مدد پاکر ہی ہر ایک بچّہ انسان بنتا ہے۔ اگر قدرت کی طرف سے ایسا مکمّل بندوبست نہ ہو تو اوّل تو بچّے اس دُنیا میں قدم رکھنے ہی نہ پاویں۔ اور اگر کوئی بچّہ قدم رکھ بھی لے تو وہ جلد ہی بھوکا رہکر یا کسی بیماری کے جراثیم کا شکار ہو کر یا کسی درندہ کا نوالہ بن کر مُلکِ عدم کی واپسی کا سفر اختیار کرنے پہ مجبور ہو اور اگر بالفرض کوئی بچّہ ان حوادث سے زندہ بچ بھی جائے تو بِلا قدرت کے سامان روشنی۔ آگ۔ ہوا۔ پانی۔ مٹّی۔ لکڑی۔ لوہے وغیرہ کو استعمال میں لائے زندگی کا کیا لُطف اُٹھائیگا؟

۷۶۔ واضح ہو کہ اُس پرم دیال کُل مالک نے جیسے ارواح کے اس زمین پر جسم انسانی اختیار کرنے اور اُس سے مُستفید ہونے کے لئے اپنی قدرت سے سب ضروری سامان مہیّا فرمائے ہیں۔ ایسے ہی اُن کے دوسرے لوکوں میں رسائی اور انسانی جسم سے بہتر جسم حاصل کرنے کے لئے بھی لوازمات بہم پہونچائے ہیں چونکہ اِس دُنیا میں پرکرتی یعنی مادّہ کا قوی غلبہ ہے۔ اِس لئے کُل مالک کی طرف سے انتظام ہے کہ وقتاً فوقتاً دُنیا میں اس قسم کی ارواح کی آمد ہو جو معمولی جیوں کے مقابلہ بہت زیادہ چیتن ہوں اور جن پر پرکرتی کا غلبہ نہ ہو سکے۔ ایسی ارواح دُنیا میں تشریف فرما ہو کر جیوں کی توجہ دُنیا کی بے ثباتی اور بدحیثیتی کی طرف مبذول کراتی ہیں اور اُنھیں درجات علوی میں رسائی حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ جو لوگ اُن کے کلام یا اُپدیش میں یقین لاتے ہیں وہ اُنھیں جسم انسانی کے اندر پوشیدہ قوتوں کے راز اور اُن کے بیدار کرنے کی ترکیب بتلا کر مُناسب تربیت دیتی ہیں اور جیسے ماں بچے کو چٹکی بجا کر توجہ قائم کرنا اور ہاتھ پکڑ کر بیٹھنا اُٹھنا اور چلنا پھرنا سکھلاتی ہے۔ اور جیسے ماں باپ بچّے کو تربیت دیکر ایک دن اپنا سا انسان بنا لیتے ہیں ایسے ہی وہ اپنے روحانی بچّوں کو ایک دن اپنی طرح ہر قسم کی قیدوں سے آزاد۔ پُوری طرح بیدار اور ازلی وطن میں واپسی کے قابل بنا کر پرم گتی دِلواتی ہیں۔ یہی ارواح برہم رشی۔ سادھ۔ سنت۔ مہاتما۔ فقیر۔ اولیا و رسول وغیرہ ناموں سے موسوم ہیں۔ یہ ارواح وہ فرشتے ہیں جو قُدرت کی جانب سے دُنیا کے اندر مقیم ادھکاری سُرتوں کی سنبھال کرنے کے لئے اُنھیں

اونچے لوگوں میں پہونچانے اور ایک دن اصلی رُوحانی رُوپ پرگٹ ہونے پر کُل مالک کے حضور میں باریاب کرانے کے لئے تعیُنات کئے جاتے ہیں۔

۷۷۔ اس زمانہ میں چونکہ علم و فن کا بہت زور ہے اور ان کی مدد سے انسان نے بہت سی قُدرت کی شکتیوں آگ۔ بجلی وغیرہ کو قابو کر لیا ہے۔ انسان کا گُمان ہے کہ مہاپُرشوں کی رُوحانی گتی اور علوی مقامات کی نسبت جو کچھ بیان کیا جاتا ہے سب لغو ہے۔ کیونکہ وہ لوگ نہ تو زیادہ لکھے پڑھے تھے نہ آج کل کی وِدّیاوں سے آشنا تھے۔ اُس کے نزدیک اگر شکتی ہے تو سائینس میں ہے۔ اگر سیکھنے کے لائق کوئی وِدّیا ہے تو سائینس ہے اور لطف یہ ہے کہ مہاپُرشوں کے بھگتوں نے کچھ جوشِ عقیدت سے اور کچھ ناسمجھی سے اُن کے متعلق ایسی بعید از عقل کرامتیں مشہور کر رکھی ہیں جن کا نقص پکڑ لینا آج کل کے تعلیم یافتہ اصحاب کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دن بدن لوگوں کی مہاپُرشوں میں شردھا کم ہو رہی ہے۔ اور سادھ سنت وسچا پرمارتھ یعنی علمِ رُوحانی دُنیا میں بدنام ہیں۔ اِس کے علاوہ خود غرضوں وسیاہ دلوں نے مہاپُرشوں کا ظاہری لباس وچال ڈھال اختیار کر کے ایسا طوفانِ بے تمیزی برپا کر رکھا ہے کہ سچّے پرمارتھ کے عاشقوں کے لئے کُل مالک کا نام تک زبان سے نکالنا مشکل ہو رہا ہے۔ نیز بہت سے لوگ دیگر ممالک کے علماء کی ایسی تصانیف پڑھکر جن میں درحقیقت دینِ عیسوی کی بگڑی تگڑی تعلیم پر حرف گیری کی گئی ہے۔ پرمارتھ یعنی مذہب اور کُل مالک ہی سے متنفّر ہو رہے ہیں۔ اُنھیں یہ خیال نہیں آتا کہ اُن علماء کا اعتراض مذہب کے متعلق اس خاص تعلیم پر ہے جو اُنھوں نے اپنے مُلک میں پادری صاحبان کے توسّط سے حاصل کی۔ اور یہ کہ پادریوں کی غلط سلط باتوں کے لئے حضرت مسیح وخدا کو ذمّہ دار گردانا کیونکر جائز و درُست ہو سکتا ہے؟ رادھاسوامی مت میں ہر شوقین مُتلاشی کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ مہاپُرشوں کی جنم ساکھیوں کی باتوں اور پرمارتھ کے اُپدیشکوں کے ظاہری لباس کو زیادہ اہمیت نہ دو۔ اور اپنی توجہ مہاپُرشوں کے نِج اُپدیشوں اور اُپدیشکوں کی رہن گہن کی جانب مخاطب کرو۔ ہر مذہب میں دو قسم کی باتیں ہوتی ہیں۔ ضروری وغیر ضروری ضروری باتوں کی نسبت سبھی مہاپُرشوں

کا اُپدیش یکساں ہے یعنی سبھی مہاپُرش اِن باتوں کو اہمیّت دیتے ہیں۔ البتّہ غیر ضروری باتوں کی نسبت اُن کے اُپدیشوں میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ وجہ یہ کہ ہر ایک بزرگ اپنے وقت میں کچھ ایسی باتیں رائج کرتا ہے جو زمانہ و ملک کی ضروریات سے متعلق ہوتی ہیں۔ اور ان کا پرمارتھ یعنی اُن کے نج اُپدیش سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً روزہ یا برت۔ تندرستی نیز بھجن دھیان کی خاطر طبیعت کی موزونی کے لئے ایک نہایت مُفید عمل ہے۔ اہلِ عرب پیغمبر صاحب کی تعلیم کے زیرِ اثر روزہ کے بہت پابند ہیں اور چونکہ وہاں کھجور کا پھل عام ہوتا ہے۔ اس لئے اُس مُلک میں روزہ افطار کرنے کے لئے خُشک کھجور کا استعمال مروّج ہوا۔ لیکن اگر کسی ایسے مُلک کے باشندے جہاں کھجور دستیاب نہیں ہوتے اس بات پر زور دیں کہ روزہ رکھنا تبھی درست ہوگا جبکہ اس کے افطار کے لئے خشک کھجور استعمال کئے جاویں تو یہ مذہب کی ایک غیر ضروری بات کو غیر ضروری اہمیت دینا ہے۔ اس لئے ہر جگیاسو کو چاہیئے کہ ضروری و غیر ضروری باتوں میں تمیز کرے اور مہاپُرشوں کی اپنے کلام میں بیان فرمائی ہوئی ضروری باتوں پر غور کرکے اُن کی و اُن کی تعلیم کی نسبت رائے قائم کرے۔

۸۷۔ چند روز ہوئے سوامی دیانند جی کی سوانح حیات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ ستیارتھ پرکاش میں موصوف نے ہندوستان کے سبھی پرسدّھ مذہبوں پر تلخ نکتہ چینی کی ہے لیکن اُنکی سوانح حیات میں حسبِ ذیل واقعہ پڑھکر خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔

ماہ ستمبر ۱۸۷۹ء شہر شاہجہانپور کا ذکر ہے "ایک روز" ست دھرم وشے" ست دھرم پہچاننے اور جاننے کی حسبِ ذیل دلچسپ اور ٹھیک تمثیل دی جس کا جاننا ہر شخص کو ضرور ہے" اس کے بعد مذہب کے ایک متلاشی کی تمثیل مُندرج ہے جو سلسلۂ "تلاش میں" اوّل ایک پنڈت جی کے پاس گیا اور پھر اُنکے کہنے پر ننانویں (۹۹) مذہب والوں کے پاس گیا۔ سب سرائے کے بھٹیاروں کی طرح لگے واویلا مچانے اور اپنے اپنے گھروں میں بُلانے۔ پھر آخر کار وہ اُس سوویں (۱۰۰) مذہب والے کے پاس گیا۔ اور اپنی غرض ظاہر کی۔ وہ بولا کہ

12967

بھائی سُنو! نجات یعنی مُکتی کا حاصل کرنا خالہ جی کا گھر نہیں ہے .... آخر کار جب وہ شخص سب کے پاس ہو چکا تو اپنے دل میں گھبراتا ہوا کہ عجب معاملہ ہے جو کہتا ہے اپنی ہی سی کہتا ہے۔ پنڈت جی کے پاس آیا اور کیفیت مفصّل بیان کی۔ پنڈت جی نے کہا ایک دفعہ پھر جاکے ہر ایک سے دریافت کرو کہ آپ کا دھرم کیا ہے۔ وہ شخص گیا ...... غرضیکہ اسی طرح پر سب نے اپنے اپنے دھرم تبلائے۔ ہر ایک شخص کے مُنہ سے نئے ہی دھرم سُن کر یہ شخص سکتہ کے سے عالم میں اُتر گیا۔ اور سب سے پُوچھکر پنڈت جی کے پاس آیا اور سب قصّہ بیان کیا تو پنڈت جی نے کہا کہ اب دیکھو۔ ان سب میں سے سچّا دھرم تم کو تبلاتا ہوں۔ غور سے سُنو۔ دیکھو جب ایک بات کے سچ ہونے پر چار شخصوں کی گواہی ایک سمان گذر جاتی ہے تو حاکم جان جاتا ہے کہ یہ بات سچ ہے اور جبکہ ایک معاملہ پر ننانوے گواہیاں گذریں تو اُس کے سچ ہونے میں کیا شک ہے۔ تو پس جب ایک شخص اپنے دھرم کی بات بتاوے اور اس کو ننانوے شخص کہیں کہ غلط ہے تو اس کو کس طرح پر مانا جاوے۔ ہرگز نہیں ...... اب جن باتوں کے ماننے میں سب کی گواہی یکساں ہو اُس کو مانو۔ کوئی ایسی بات کسی نے کہی کہ جو درمیان سے ملتی ہو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ہاں مہاراج! بہت سی باتیں ملتی ہیں۔ مثلاً صرف ایک ایشور کو ماننا۔ اُسی کا دھیان کرنا۔ ست بولنا اور ماننا۔ است کو چھوڑنا۔ غریبوں پر دیا کرنا وغیرہ ایسی باتیں سب کے دھرم کے وشے ایک سے ہیں۔ تب پنڈت جی نے کہا تو یہی دھرم کی باتیں ہیں۔ صرف انھیں کو مانو۔ باقی سب غلط اور گمراہ کرنے والی ہیں فقط"۔ (صفحہ ۷۰۸ مکمل جیون چرتر مرتبہ مہاشے لکشمن صاحب آریہ اُپدیشک پنجاب) اس لیکچر کا مضمون پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند جی بھی تسلیم کرتے تھے کہ دُنیا کے مذہبوں میں کچھ نہ کچھ ایسی باتیں ہیں جو سب میں مُشترک ہیں اور سچّی ہیں۔

۷۹ - مُتلاشی کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ستگورو کی پہچان کیونکر کرے۔ دُنیا میں ہزاروں پاکھنڈی سادھ سنت کہلاتے ہیں اور سادہ لوحوں کو اپنے دام میں پھنسا کر پریشان کرتے ہیں۔ مُتلاشی سچّے و جُھوٹے گورو میں تمیز کیونکر کرے؟ لیکن اس مشکل کا حل اتنا دشوار نہیں ہے جتنا خیال کیا جاتا ہے۔ مُتلاشی یاد رکھے کہ

پاکھنڈی گورو ہمیشہ حریصِ دُنیا ہوتا ہے۔ وہ گورو کا سوانگ کسی دُنیوی غرض کے لئے رچتا ہے۔ اور سچّا گورو ہمیشہ کُل مالک کے پریم میں لین اور دُنیا سے بے نیاز رہتا ہے۔ اور گورو کے فرائض محض کُل مالک کی سیوا کے طور پر ادا کرتا ہے۔ اس لئے اگر مُتلاشی اپنے مقصد یعنی تلاشِ حق پر جما رہیگا تو اُس کی صحبت چند ہی دنوں میں پاکھنڈی گورو کے لئے وبالِ جان ہو جائیگی۔ برخلاف اسکے سچّا گورو اُسکے پریم و برہ انگ کی زیادہ سے زیادہ قدر کریگا۔

۸۰۔ مُتلاشی کو اتنا اور خیال رکھنا چاہیئے کہ ستگورو کی تلاش کے سلسلہ میں جلد بازی سے کام نہ لے کیونکہ بسا اوقات سادھ سنت اپنی چال ڈھال میں ایک آدھ بات ایسی رکھ لیتے ہیں۔ جسے دیکھکر دُنیا دار گھبرا جائیں اور ان کی سنگت سے دُور رہیں۔ مُتلاشی کیلئے مناسب ہوگا کہ جہاں کہیں پر ستگورو کی موجودگی کی اطلاع ملے پُورن شردھا کے ساتھ اور دل کا پیالہ دُنیوی خواہشات کی آلائش سے پاک کر کے حاضر ہو اور ہفتہ عشرہ اُن کی صُحبت میں رہکر دیکھے کہ اُس کے پیالے میں کیا چیز داخل ہوئی ہے۔ اگر اُن کی صحبت کے اثر کا نتیجہ دُنیا سے نفرت اور کُل مالک کے درشن کی تڑپ میں ترقی ہو تو یقین لاوے کہ کسی صاحب کمال سے مُلاقات ہوئی ہے۔ اور اگر نتیجہ برعکس ہو تو دامن جھاڑ کر اپنے گھر واپس چلا جائے۔

۸۱۔ شروع میں مُتلاشی کے لئے یہ پہچانیں کافی ہیں۔ اصلی و پوری پہچان ستگورو کی رفتہ رفتہ ہی آتی ہے۔ جیسے کسی ماہرِ علم کی قابلیت کا اندازہ لگانے کے لئے اپنے اندر اُس علم کی کسی قدر ماہیت لازمی ہے۔ ایسے ہی سادھ سنت کی اعلیٰ رُوحانیت کا اندازہ لگانے کے لئے بھی اپنے اندر کسی قدر رُوحانی بیداری لابدی ہے۔ ابتدائی پرکھ کرنے کے بعد مُتلاشی کو چاہیئے کہ ایک سعادتمند بچے کی طرح اُن کی سیوا میں لگ جائے اور گوشِ ہوش سے اُن کے اُپدیش کو سُنے اور وقت نکال کر اُن پر غور کرے اور

جب ستگورو پرسنّ ہوئے دیں نام کا دان دین ہوئے ہردے دھرے کرے نام پہچان

نام کے پرتاپ سے دن بدن اُسے انتری صفائی حاصل ہوتی جائیگی۔ اور وقتاً فوقتاً انتر میں ستگورو کی

اعلیٰ روحانیت و دیا وھر کے پرچے حاصل ہو کر پرمارتھ کی دشوار گذار گھاٹیوں پر چڑھنے کی ہمّت آجائیگی اور کچھ عرصہ بعد ہر قسم کے وسوسے و فکر دُور ہو کر دُنیا سے بے نیازی اور کُل مالک کے چرنوں کے پریم کا سُرور دِل میں چھا جائیگا۔ اور بقول:۔

گوربھگتی جانو عشق گورو کا من میں دھسا سُرت میں پکّا

ستگورو کے چرنوں کی سچّی پریت پیدا ہو کر ہر قسم کے دُنیوی بندھنوں سے چھٹکارا اور کُل مالک کے نج سروپ سے زیادہ سے زیادہ نزدیکی حاصل ہوتی جائیگی اور ایک دن ایسا آئیگا کہ اُسے اپنا سروپ۔ ستگورو کا سروپ اور کُل مالک کا سروپ ایک نظر آدینگے۔ اور یہ وہ دِن ہوگا جب اُسے ستگورو کی اصلی و پُوری پہچان آویگی۔ اُس وقت اُس کے انتر کے انتر سے یہ آواز نکلیگی:۔

دھن ستگورو دھن اُنکی سنگت جس پرتاپ پائی میں یہ گت

رُوحانی قوّتوں کو بیدار کرنے کی ضرورت

۸۲۔ ظاہراً قدرت نے انسان کو ایک بے بس جانور کی حیثیت دی ہے۔ کیونکہ نہ اسے ہاتھی کی سی جسامت مِلی ہے۔ نہ شیر کی سی طاقت۔ نہ پر ملے ہیں کہ اُڑ سکے۔ نہ تیز سینگ یا پنجے کہ اپنی حفاظت کرسکے لیکن تاہم انسان نہ صرف دوسرے جانداروں پر حکومت کرتا ہے۔ بلکہ قُدرت کی طاقتوں سے بھی خدمت کراتا ہے۔ آگ و پانی مِل کر اِس کا بوجھ کھینچتے ہیں۔ برقی قوّت اس کا مکان گرم و روشن کرتی ہے۔ اور اسکا پنکھا چلاتی ہے۔ دریا اس کے لئے برقی قوّت پیدا کرتے ہیں۔ گائے و بھینس اسے دُودھ مہیّا کرتی ہیں۔ ہاتھی و گھوڑے اسے سواری دیتے ہیں۔ بیل و اونٹ اُس کے قُلی ہیں۔ اور شیر۔ گینڈا وغیرہ اسکے چڑیا گھر کی زینت ہیں۔ غرضیکہ جدھر دیکھو اس کا حُکم چلتا ہے۔ اسی کا راج ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ قُدرت نے اسے ایک ایسی قوّت بخشی ہے جس سے دُنیا کے دوسرے جاندار بے بہرہ ہیں۔ وہ قوت عقل یا بُدّھی ہے انسان اپنی

عقل ہی کے زور سے سب جانداروں کو زیر کرتا ہے اور قدرت کی شکتیوں سے کام لیتا ہے۔ جب تک اس کی یہ قوّت کافی بیدار نہ ہوئی تھی یہ اپنے بوجھ کندھوں و پیٹھ پر لاد کر لے جاتا تھا جب اسے ذرا شعور آیا تو اس نے جانوروں سے باربرداری کا کام لینا شروع کیا۔ اور اب جبکہ اسکی عقل کافی بیدار ہوگئی ہے۔ آگ پانی ہوا۔ بجلی وغیرہ سے کام لیتا ہے۔ اور ریل گاڑی۔ ہوا گاڑی و بجلی گاڑی کی سواری کا لطف اٹھاتا ہے۔ ایک وقت تھا جب پنجاب کے لوگ گیا جی کے لئے روانہ ہوتے وقت رشتہ داروں دوستوں سے ایسے رخصت ہوتے تھے جیسے کوئی سفرِ آخرت کے لئے روانہ ہو۔ اور مثل مشہور تھی کہ گیا گیا۔ سو گیا لیکن اب ہر شخص لاہور سے چل کر اور گیا کی سیر کر کے تیسرے دن گھر واپس آسکتا ہے۔ یقیناً یہ سب سہولتیں انسان نے اپنی عقل کے استعمال سے مہیّا کی ہیں۔ اس لئے انسان قدرت کے اِس عطیہ اور اپنی فتوحات پر جسقدر بھی ناز کرے بجا ہے۔ چڑیا گھر کے پنجروں کے اندر قید شیر و ہاتھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں کہ اس بالشت بھر کے انسان نے کیا غضب کر رکھا ہے۔ چاند سورج و تارے ہراساں ہیں کہ کہیں یہ آفت کا پتلا اُن پر دھاوا نہ بول دے۔ انسان دوسرے جانداروں کو متحیّر و اجرام فلکی کو ہراساں دیکھ پھولا نہیں سماتا۔ کبھی اپنے تئیں اشرف المخلوقات کہکر جی خوش کرتا ہے۔ کبھی خدائی کا دعوےٰ کرنے کی سوچتا ہے۔ کبھی دُنیا اور دُنیوی زندگی کو لافانی بنانے کے منصوبے باندھتا ہے۔

۸۳۔ رادھاسوامی مت انسان کی یہ غلط حرکات دیکھ جوشِ محبت میں آجاتا ہے اور سمجھاتا ہے اے کم بضاعت! محض ہلدی کی ایک گانٹھ پا کر پنساری بن بیٹھا؟ کائنات میں تیرا درجہ ضرور بڑا ہے لیکن ابھی تو تو خواہشات کا بندہ اور وجود کا گندہ ہے۔ کیا تجھے اپنی بے بسی و گندگی کا علم نہیں؟ کہاں گئی وہ تیری عقل؟ دیکھ! گرمی۔ سردی۔ بھوک۔ پیاس۔ تجھے الگ پریشان کرتی ہیں۔ بیماری۔ بڑھاپا۔ مری۔ بھونچال تجھے بُرا پامال کرتے ہیں۔ اگر ابھی تجھے کچھ تازہ پھل کھلائیں۔ تو دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑی ہی دیر تیرے پیٹ میں رہ کر وہ غلاظت کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔ بس اسی حیثیت و قابلیت پہ غتر بود ہوگئے؟

ذرا ہوش کر اور اپنے نفع کی بات سن ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند۔ جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

تُو نے ابھی اپنے وجود کے دو تہائی جزو کو جگایا ہے۔ تجھے کھانے کے لئے سبز بادام دیا گیا تھا۔ تو نے اُوپر کا سبز چھلکا کھالیا۔ بیچ کا کڑا چھلکا چبالیا لیکن ابھی تجھے مغز بادام چکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ انسانی جسم ایک قصرِ شاہی ہے جس کا مالک آتما ہے۔ لیکن وہ مالک خوابِ غفلت میں مُبتلا ہے اور آتما کا ایک غلام یعنی من جو کہ بیدار ہے اِس قصر اور اُس کی سب چیزوں کو اپنی ملکیت سمجھکر دن رات رنگ رلیاں مناتا ہے۔ جیسے تُو نے عقل و شعور سے کام لے کر اپنی جسمانی طاقتیں اور جتن و کوشش سے دماغی قوّتیں بیدار کیں۔ ایسے ہی عقل و شعور اور جتن استعمال کرکے اپنی روحانی قوّتیں بھی بیدار کر۔

۸۴۔ تجھے معلوم ہے کہ جسمانی و دماغی قوّتیں جگانے کے لئے تجھے تین تین لوازموں کی ضرورت پڑی۔ اوّل ورزشیں سکھلانے والے کی۔ دویم ورزشیں کرنے کی۔ سویم مُناسب غذا کی۔ شروع شروع ہر بچّے کے لئے ماتا اُستاد کا کام دیتی ہے۔ پھر باپ۔ پھر ماسٹر یا اودھیاپک۔ اور اگر کوئی شخص تن توڑ کر ورزش کرے اور مُناسب غذا نہ کھائے تو اُلٹا بیمار پڑ جائیگا۔ ایسے ہی کوئی شخص دن رات مغز کوبی کرے اور داناؤں کی قلمبند معلومات و تحقیقات کا استعمال نہ کرے تو بلاشبہ فاترالعقل ہو جائیگا۔ یہ سب باتیں جانتے ہوئے تیرے لئے یہ طے کرنا مشکل نہ ہونا چاہیئے کہ رُوحانی قوّتیں بیدار کرنے کیلئے کِن کِن لوازموں کی ضرورت ہے۔

۸۵۔ تمہیں بہت سے ایسے نادان ملینگے جو رُوح و رُوحانی قوّتوں کے متعلق قطعی کچھ نہیں جانتے لیکن تاہم اپنے تئیں بڑے رسیدہ و کامل تصوّر کرتے ہیں۔ اور اگر تم اُن سے دریافت کروگے کہ رُوحانی قوّتیں کیسے بیدار کیں تو جواب دینگے۔ بڑی بڑی خیراتیں کر کے۔ بڑے بڑے اُپکار کے کام کر کے۔ کتابیں پڑھکر۔ لیکچر سُن کر۔ جنگلوں میں گھوم پھر کر۔ پہاڑوں میں ٹکّریں مار کر۔ اب سوچ۔ محض جسمانی ورزش سے کسی کی دماغی یا کتابیں پڑھنے و لیکچر سُننے سے جسمانی قوّتیں بیدار ہو سکتی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اِن کارروائیوں سے جن کا تعلق محض

جسم و من سے ہے کسی کی رُوحانی قوتوں پر کیسے کوئی اثر پہونچ سکتا ہے ؟ انسان اپنی آنکھ ناک۔ کان و بُدّھی کی قوتوں پر بہت نازاں ہے لیکن ذرا غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ قوتیں نیز ان کے علم کا دائرہ نہایت محدود ہیں۔ مثال کے طور پر آنکھ کی قوّت کو لو۔ سائینسداں بتلاتے ہیں کہ یہ قوّت لال و بنفشئی رنگ کی کرنوں کی حدود کے اندر ہی کا گیان لے سکتی ہے۔ لال رنگ کی کرن کے اِدھر اور بنفشئی رنگ کی کرن کے اُدھر کا اُسے مطلق علم نہیں ہو سکتا۔ اور چونکہ انسان کی بُدّھی محض اُسی مسالے کی جوڑ توڑ کر سکتی ہے جو اُسے حواسِ خمسہ کی معرفت حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کی قوّت کا دائرہ بھی نہایت محدود ہے۔

۸۶۔ اِس کے علاوہ غور کا مقام ہے کہ جو کچھ علم ہمیں حواسِ خمسہ کی معرفت حاصل ہوتا ہے اُسکے اندر قُدرت کی شکتیوں۔ روشنی۔ کششِ ثقل وغیرہ کا اثر ضرور شامل رہتا ہے۔ مثلاً سُورج کی کرنیں ایک پیڑ پر چمکتی ہیں۔ ہر کرن کے اندر سات رنگ ہیں۔ پیڑ کے پتّوں میں ایسا کیمیائی مادّہ موجود ہے کہ وہ سوائے ہرے رنگ والے اَنش کے اور سب کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے۔ چونکہ پیڑ کے پتّوں سے صرف کرنوں کے ہرے رنگ والا انش منعکس ہوتا ہے۔ اس لئے وہ سب ہرے نظر آتے ہیں۔ مطلب یہ کہ پتّوں کا رنگ از خود ہرا نہیں ہے۔ بلکہ سُورج کی کرنوں کے ہرے اَنش کے منعکس ہونے سے ایسا نظر آتا ہے۔ اِسی طرح ہمیں دُنیا کی چیزیں وزنی معلوم ہوتی ہیں اور روزانہ بول چال میں ہم کسی چیز کو وزنی اور کسی کو ہلکا کہتے ہیں مگر یہ وزن کا علم دُنیا کی چیزوں پر کششِ ثقل کے اثر کی وجہ سے محسوس ہوتا ہے۔ اگر دُنیا میں روشنی نہ ہو تو آنکھ کی معرفت حاصل ہونے والا رنگوں کا اور اگر کششِ ثقل کا اثر جاتا رہے تو وزن کا علم غائب ہو جائے۔ ان تجربات سے یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ حواسِ خمسہ و بُدّھی کے استعمال سے جو کچھ علم حاصل کیا جاتا ہے نہ صرف محدود ہے بلکہ مصنوعی ہے۔ بھلا ایسے علم کا کیا اعتبار اور ایسے علم سے کیا فائدہ ؟ اسی لئے مہا پُرشوں نے اِسے علمِ ناقص یا "متھیا گیان" قرار دیا ہے۔ رُوحانی قوّتیں بیدار ہونے پر انسان کو جو علم حاصل ہوتا ہے اُسے "انبھوی گیان" کہتے ہیں۔ اُس علم میں نہ حواسِ خمسہ و بُدّھی کا دخل ہے نہ قدرت کی طبعی طاقتوں کا۔ یہ علمِ رُوح اپنی ذاتی قوّت کی

معرفت براہ راست حاصل کرتی ہے۔ یہ ہر قسم کی آلائش سے مُبرّا و مُنزّہ ہے۔ اِسی لئے اِسے علمِ حقیقی یا "ستیہ گیان" کہتے ہیں۔ پس جو لوگ علمِ حقیقی کے خواہشمند ہیں اُنھیں وقت نکال کر اپنی روحانی قوّتیں بیدار کرنے کے لئے مناسب کوشش وجتن عمل میں لانے چاہئیں۔

کھان پان اور سنگ وصحبت میں احتیاط کی ضرورت

۸۷۔ رُوحانی قوّتیں بیدار کرنے کی ضرورت اور ان کے بیدار کرنے کی جُگتیاں بیان کرنے کے بعد مناسب ہے کہ اُن رُکاوٹوں یا اَگھنوں کا بھی ذکر کیا جائے جو پرمارتھی کے راستہ میں حائل ہوتے ہیں اور جن کا درست لحاظ نہ رکھنے سے اُس کے جتن و کوشش نِشپھل رہتے ہیں۔

۸۸۔ عام لوگوں کو معلوم نہیں کہ اشیاءِ خوردنی و نوشیدنی کا جو ہمارے استعمال میں آتی ہیں اثر ہماری جسمانی صحت ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ہمارے من و خیالات تک پہونچتا ہے۔ چنانچہ ان اشیاء کے بارہ میں محتاط نہ رہ کر بہت سے پرمارتھی اپنی روحانی ترقّی کے راستہ میں ناحق رُکاوٹیں پیدا کر لیتے ہیں۔ مثلاً کسی ناقص انگ (کام۔ کرودھ۔ لوبھ وغیرہ) میں زور کے ساتھ برتنے والے یا مکر و فریب سے روپیہ کمانے والے شخص کے گھر کا ایک مرتبہ دِل کھول کر کھانا کھا لینے سے پرمارتھی کو عرصۂ دراز تک سر پٹکنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اُس کا من اس قدر ملین ہو جاتا ہے کہ کسی طرح قابو میں نہیں آتا۔ اسی طرح بدعادات لوگوں کے سنگ وصحبت میں کچھ وقت گذارنے اور ان کی کارروائیوں میں جزوی دلچسپی لینے سے اس کے من میں ایسی زبردست چنچلتا آجاتی ہے کہ مہینوں پریشان رہنا پڑتا ہے۔ ناواقف و ناتجربہ کار اصحاب یہ بیانات پڑھکر ہنسینگے اور کہینگے کہ کمال درجہ کے مبالغہ سے کام لیا گیا ہے۔ مگر یہ بات نہیں ہے۔ کھانے پینے اور سنگ وصحبت میں بداحتیاطی کے متعلق جو کچھ قلمبند ہوا ہے لفظ بہ لفظ درست ہے۔ اور سینکڑوں ابھیاسیوں کے تجربہ کی بُنیاد پر لکھا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسے کسی میلے کپڑے پر تھوڑی بہت گرد پڑ جانے سے اس کی ظاہری صورت شکل وصفائی میں

کوئی نمایاں فرق نہیں آجاتا۔ ایسے ہی من واِندریوں کے انگوں اور سنسار کے پدارتھوں میں دن رات بے خوف برتنے والوں کے من میں مذکورہ بالا بدپرہیزیاں کرنے سے کوئی نمایاں نقص پیدا نہیں ہوتا لیکن جیسے ایک صاف وسفید کپڑے پر خفیف سا دھبّہ پڑجانے سے اُس کی خوبصورتی میں نمایاں نقص واقع ہوجاتا ہے ایسے ہی جو شخص من واِندریوں کو کسی حد تک قابو اور رُوحانی شکتیوں کو کسی قدر بیدار کرکے کسی درجہ تک نِرمل ہوگیا ہے اُسکے من کی نِرملتا ونشچلتا میں مذکورہ بالا بداحتیاطیاں کرنے سے زبردست نقص آجاتا ہے۔

۸۹۔ من کا حال گھڑی کے پنڈولم کا سا ہے۔ یہ ایک مرتبہ حرکت پاکر گھنٹوں آپ سے آپ ہلتا رہتا ہے۔ اور اُس کے حرکت میں رہنے سے انسان کے اندر انواع واقسام کے خیالات وجذبات پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ پرمارتھ کے شوقین کے لئے فرضِ اوّلین من کو خیالات وجذبات سے پاک رکھنا ہے اسلئے اُسکا ہر فعل جس سے من دھکّا کھاکر حرکت میں آتا ہے مشکل ومصیبت کی صورت پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ ناقص انگوں میں برتنے والے اشخاص کا چھُوا یا حاصل کیا ہوا بھوجن استعمال میں لانے اور من کے ناقص انگوں میں بے لگام برتنے والوں کی کارروائیوں میں شرکت کرنے سے بھی من کے اندر زبردست تلاطم پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی لئے رادھاسوامی مت میں ہر شوقین پرمارتھی کے لئے ہدایت ہے کہ جہاں تک ممکن ہو حق وحلال کی کمائی میں گذارہ کرے۔ اور دُنیاداروں کے ساتھ کم سے کم واسطہ رکھے۔ اور کسبِ معاش کے سلسلہ میں جب دُنیاداروں کی صحبت میں شریک ہونا پڑے اپنی توجہ باربار انترمُکھ کرکے سنبھالتا رہے۔ کیونکہ جیسے کسی کپڑے کو باربار جھاڑتے رہنے سے اُس پر ہوا کی گرد جمنے نہیں پاتی۔ ایسے ہی باربار توجہ انترمُکھ کرنے کے عمل سے پرمارتھی کے من پر دُنیوی کام کاج وسنگ ساتھ کا اثر جمنے نہیں پاتا۔ اور غالباً یہی اُصول مدنظر رکھکر پچھلے زمانہ کے برہمن ہر کسی کے ہاتھ وگھر کا کھانا اور ہر کسی کی صحبت منظور نہیں کرتے تھے۔

۹۰۔ علاوہ ہدایات مذکورہ بالا ہر پرمارتھی کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مزاج میں سُستی یا تُندی پیدا کرنے والی خوراکیں وکام مثلاً منشّی اشیاء یا گوشت اور تاش یا شکار کھیلنا بھی اُس کے لئے مضر ہیں نیز زیادہ مقدار

میں کھانا کھانا یا بہت کم کھانا کھانا ضرورت سے زیادہ سونا۔ یا بہت کم سونا۔ ضرورت سے زیادہ دوڑ دھوپ کرنا یا دن رات ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہنا بھی مذموم ہیں۔ اُسے ہمیشہ اعتدال سے برتنا چاہیئے اور خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے اُس کے جسم و من کے توازن میں نقص واقع ہو۔

۹۱۔ مگر سوال ہو سکتا ہے کہ دُنیا میں رہتے ہوئے اور کسبِ معاش کے متعلق زندگی کی جنگ میں حصّہ لیتے ہوئے انسان کیونکر بد احتیاطیوں کے زہریلے اثروں سے بچ سکتا ہے؟ یہ سوال نہایت جائز و دُرست ہے۔ مگر جیسے مہربان قُدرت نے سانپ کے زہر کا اثر زائل کرنے کے لئے تریاق پیدا کیا ہے ویسے ہی اِن بد احتیاطیوں کا زہریلا اثر دُور یا کمزور کرنے کیلئے بھی مناسب انتظام فرمایا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسے خراب انگوں میں برتنے والے اشخاص کی چھوئی ہوئی چیزوں میں اُن کے خراب انگوں کا اثر آجاتا ہے۔ ایسے ہی مہا پُرشوں کی سپرش کی ہوئی چیزوں میں اُن کی اعلیٰ رُوحانیت کا بھی اثر آجاتا ہے۔ اور جیسے بدعادات اشخاص کی صحبت میں اُٹھنے بیٹھنے سے انسان کا من ملین و چنچل ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی مہاتماؤں کے ست سنگ میں شریک ہونے سے من نرمل و نشچل ہو جاتا ہے۔ اس لئے سنت مت میں ہدایت ہے کہ شوقین پرمارتھی مہا پُرشوں کا پرشاد شردھا سے استعمال کرے اور جب جب موقع ملے اُن کے ست سنگ میں شریک ہو۔ اور دُنیا کے کام کاج اور روزانہ سادھن کے بعد جو وقت ملے کُل مالک کی یاد میں صرف کرے۔ اور جب ست سنگ میں شریک ہونے کا موقع میسر نہ ہو تو اپنے سے اونچے درجے کے پریمی جنوں کی صحبت میں کچھ وقت گذارے۔ اور سنتوں کی بانی کا پاٹ کیا کرے۔

۹۲۔ رادھاسوامی مت میں سنتوں کی بانی کے پاٹ کو زبردست اہمیت دی جاتی ہے۔ چنانچہ ہدایت ہے کہ ہر ست سنگی وقت نکال کر رادھاسوامی دیال و دیگر مہا پُرشوں کی بانی کا سمجھ سمجھ کر پاٹ کرے سنتوں کی بانی پڑھنے سے دل پر خاص قسم کا اثر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بانی عام طور نہایت آسان و زود فہم ہوتی ہے۔ اور اس کا لفظ لفظ کُل مالک کے پریم سے لبریز ہوتا ہے۔ چنانچہ ذرا بھی توجّہ کے ساتھ اس کا پاٹ کرنے

سے من کا رُخ دُنیا سے مُڑ جاتا ہے۔ اور طبیعت کے اندر اس قسم کا گداز پیدا ہوتا ہے کہ آپ سے آپ سمرن و دھیان کا شغل جاری ہو جاتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت سے لوگ سنتوں کی بانی کی اس لئے قدر نہیں کرتے کہ اُنھیں اُس کے اندر صرف و نحو کی غلطیاں نظر آتی ہیں اور اُن مصنوعی صنعتوں و لفظ آرائیوں کا پتہ نہیں چلتا جو دُنیوی شاعری کی جان ہیں۔

۹۳۔ واضح ہو کہ مہاپرش اپنی بانی اس غرض سے تصنیف نہیں فرماتے کہ اُس کے ذریعہ اُن کی علمی لیاقت کا اظہار یا دُنیا کے شاعرانہ کلام و ادبیات میں اضافہ ہو۔ وہ اس قسم کی بلکہ ہر قسم کی دُنیوی خواہشات سے قطعی مُبرّا ہوتے ہیں۔ اُنکے دل میں صرف ایک چاہ اُٹھتی ہے و اُٹھ سکتی ہے یعنی یہ کہ بھگونت یا محبوب کی رضا میں برتا جاوے چنانچہ جب اُن کے بھگونت کی موج ہوتی ہے کہ اہل دُنیا کو بذریعہ کلام کچھ ہدایت فرمائی جاوے، تو یہ ہر چہار سو سے توجہ سمیٹ کر ہمہ جان منتظر و اُمیدوار ارشادات عالی کیلئے ہو جاتے ہیں۔ وقت مناسب پر ذرا کھچاؤ ہو کر دماغ کے اندر ایک خاص مقام پر یکایک چمک ہوتی ہے۔ اور فوراً یعنی چمک ہوتے ہی بعض اوقات کسی خیال کا نقشہ اور بعض اوقات متعدد خیالات کا ایک گلدستہ دماغ میں ظاہر ہوتا ہے۔ کچھ لمحے بعد وہ خیالات اُن کے ذہن میں سرایت کر جاتے ہیں جنھیں وہ بلا لحاظ قواعد صرف و نحو زبان یا قلم سے بیان فرما دیتے ہیں۔ زبان یا قلم سے ادا کرتے وقت وہ اپنی سوچ بچار وغیرہ کی طاقت کا قطعی استعمال نہیں کرتے۔ اُن کی کوشش یہی رہتی ہے کہ جو کچھ دماغ میں نازل ہوا ہے وہ صحیح صحیح و کامل طور بیان میں آجائے۔ اور یہ جانچنے کے لئے کہ ٹھیک ٹھیک بیان ہو گیا ہے یا نہیں۔ اُنھیں نقل نویسوں کی طرح اُس کلام کے الفاظ یا معنی کا مقابلہ نہیں کرنا پڑتا۔ الہام آتے ہی اُن کے اندر ایک خاص قوت بیدار ہو جاتی ہے اور جب تک آمد یا الہام کا ٹھیک ٹھیک بیان نہیں ہو جاتا وہ قوت بیتاب رہتی ہے۔ اور ٹھیک ٹھیک بیان ہوتے ہی یہ قوت اُن کے من میں ایک خاص قسم کی مسرت پیدا کرتی ہے جس سے اُن کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ مضمون ٹھیک ٹھیک ادا ہو گیا ہے۔ اور چونکہ الہام عام طور

مہاپرشوں کو اُن کی مادری زبان میں ہوتا ہے اسلئے وہ دوسروں کو بہ آسانی اس کا مفہوم سمجھا دیتے ہیں اسی لئے سنتوں کی بانی انبھوی مانی جاتی ہے اور اسی لئے صرف ونحو ولغت کی امداد پر تکیہ کرنے والے اُس کا اصلی مفہوم سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اِس بانی کا ذرا توجہ دے کر پاٹ کرنے سے پرمارتھی کے من و سرت سمٹ کر انتر مکھ ہو جاتے ہیں۔

۹۴۔ رادھا سوامی سنگت میں عام رواج ہے کہ پریمی جن اپنے گھروں میں روزانہ اور اگر کسی مقام پر دس پانچ ست سنگی رہتے ہیں تو حسبِ فرصت ہفتہ میں ایک بار یا بیشتر اور سنٹرل ست سنگ دیال باغ میں روزانہ دو بار مِل کر پاٹ کرتے ہیں۔ پاٹ کے وقت ہر شخص اپنی توجہ سُرت کی نشست کے مقام پر قائم کرتا ہے۔ اور جب پاٹ میں انتری مقامات کا ذکر آتا ہے تو اُن مقامات کی جانب توجہ مخاطب کرتا ہے۔ تھوڑا سا محاورہ ہو جانے پر اس طرح پاٹ کرنے و سننے سے جو کیفیت پریمی جن کے اندر نمودار ہوتی ہے۔ بیان سے باہر ہے۔ کبیر صاحب فرماتے ہیں:۔

ست سنگ میں امرت برسے　　مورکھ جن کوئی مرم نہ جانے

۹۵۔ یہ مُسلّم ہے کہ جب کوئی شخص اپنا کوئی خیال تحریر میں لایا چاہتا ہے۔ تو اول اُسے اپنے ذہن میں قائم کرتا ہے۔ وہ الفاظ جن کے ذریعہ کوئی خیال قلمبند ہوتا ہے ایسی علامات ہیں جنھیں عوام نے تسلیم کر لیا ہے۔ اور جن کا عام رواج ہے۔ اس لئے ہر کتاب دیکھنے میں چند علامات کا مجموعہ ہوتی ہے لیکن دراصل مصنّف کے خیالات کا مظہر ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ کسی شخص کے شایع شدہ خیالات حاصل کر لینا ایک بات ہے اور اُن خیالات کا سمجھ لینا دوسری بات کسی کتاب سے مصنّف کے خیالات وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جس کے دماغ میں کتاب میں مُندرج الفاظ پڑھکر مصنّف کے سے خیالات دُہرانے کی قابلیت ہو۔ اور اس کے لئے لازمی ہے کہ اُس کے دماغ کی سرزمین مصنّف کے دماغ کی سی صاف ہو۔ ورنہ مصنّف کے ذہن میں ایک بات ہوگی اور ناقابل ذہنیت والا شخص تصنیف پڑھکر اپنے دل میں دوسرے ہی خیالات قائم کریگا۔ نمونہ کے طور پر ذیل میں پنڈت

وشوامتر صاحب سبھا سد آریہ سماج دولت پور کی کتاب موسومہ "رادھا سوامی مت وچار" سے ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ قابل مصنّف رادھا سوامی مت پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرتے ہوئے صفحات ۱۰۸ و ۱۰۹ پر لکھتا ہے:۔ "گورو گرنتھ صاحب محلہ ۴ میں سے ایک شبد یہ لوگ[1] ویدنندا پر پرستت[2] کر کے ارتھ کرتے ہیں۔ یتھا[3]۔

سنت کی مہا وید نہ جاں ہیں جیتا جان ہیں تیتا دکھیان ہیں"

ارتھ۔ سنتوں کی مہا کو وید نہیں جانتے۔ جتنا جانتے ہیں اتنا کہتے ہیں۔

سمیکشک۔ اسی چوتھے محلہ کے کئی بچن میں لکھ چکا ہوں جن میں ویدوں کی بھاری پرشنسا کی گئی ہے۔ پھر اس شبد کے ارتھ یہ نہیں ہو سکتے کہ گورو مہاراج ویدوں کی نندا کرتے ہوں۔ میں نے اس شبد کے ارتھ اس طرح سمجھے ہیں کہ گورو مہاراج اپنی پوتر بانی دوارا یہ اُپدیش دیتے ہیں۔ شبد ارتھ۔ سنت = نام ماتر کے سنت کی = کیا۔ مہا = پرتاپ یا مہاتمیہ۔ ویدن = ویدوں کی۔ جان ہیں = جانیں۔ ارتھات نام دھاری سنت بھگویں پوش۔ بے پڑھے۔ وید کی مہا کیا جانیں۔ جتنا جانتے ہیں اُتنا کہتے ہیں"۔

۹۶۔ اب ذرا آپ کی لیاقت و واقفیت کا حال دیکھئے اوّل تو یہ کڑی یا تک محلہ ۵ کی ہے نہ کہ محلہ ۴ کی۔ خود سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں یہ کڑی درج کر کے سُکھمنی پَوڑی ۷ کا حوالہ دیا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ سُکھمنی صاحب کے مُصنّف پانچویں بادشاہی یعنی گورو ارجن دیو ہیں۔ دویم رادھا سوامی مت کے پیروان کو کیا پڑی ہے کہ اپنے کسی عقیدے کے ثبوت میں آریہ سماجیوں کے روبرو شری گرنتھ صاحب کا پرمان پیش کریں۔ سویم سوامی دیانند جی نے بھی اس کڑی کو ویدوں کی نندک سمجھا ہے۔ (ملاحظہ ہو ستیارتھ پرکاش ہندی تیرھواں اڈیشن صفحہ ۳۷۸) چہارم پنڈت جی نے جو کڑی درج کی ہے وہ اصل عبارت سے مختلف ہے۔ اصل کڑی یہ ہے:۔

---

[1] بیچارے رادھا سوامی مت انویائی۔ [2] پیش کر کے۔ [3] یعنی۔

سادھ کی مہما وید نہ جانہہ جیتیا سُنے تیتا بکھیانہہ

پانچویں الفاظ سنت کے معنی نام ماتر کے سنت، اور "وید نہ" کے معنی "ویدن" یعنی ویدوں کی کس قاعدے سے حاصل کئے گئے؟ ششم اگر اس کڑی کے معنی وہی ہیں جو پنڈت جی نے ایجاد کئے ہیں تو اس سے اگلی کڑیوں کے کیا معنی ہونگے؟ کیا اُن میں بھی سادھ کے معنی "نام ماتر کے یا بھگویں پوش بے پڑھے" لئے جاوینگے؟ اگلی کڑیاں ملاحظہ ہوں:۔

سادھ کی اُپما تہہ گُن تے دُور سادھ کی اُپما رہی بھرپور
سادھ کی سوبھا کا ناہیں انت سادھ کی سوبھا سدا بے انت
سادھ کی سوبھا اُوچ تے اُوچی سادھ کی سوبھا مُوچ تے مُوچی
سادھ کی سوبھا سادھ بن آئی نانک سادھ پربھ بھید نہ بھائی ۔۸۔۷

اگر بقول پنڈت وشوامتر صاحب لفظ سادھ کے معنی پاکھنڈی و نام نہاد فقیر کے ہیں تو کیا گورو ارجن صاحب اِن کڑیوں کے ذریعہ یہ یقین دلایا چاہتے ہیں کہ پاکھنڈی سادھ کی تعریف تین گنوں کی حد سے پرے تک پہونچی ہوئی ہے اور اُس کی شوبھا کا کوئی انت نہیں ہے اور اُسکی شوبھا اُونچی سے اُونچی ہے۔ اور اُسکی شوبھا سادھ ہی بیان کرسکتے ہیں۔ اور اس میں یعنی نام نہاد سادھ اور پربھ یعنی برہم میں کوئی فرق نہیں ہے؟ نہیں نہیں۔ ایسا غضب نہ کرو۔ کڑی زیر بحث میں نیز کل اشٹ پدی میں لفظ 'سادھ' کے معنی سچے سادھ کے ہیں۔ سنت مت کی اصطلاح میں سادھ اُس مہا پُرش کو کہتے ہیں جو برہمانڈ کی چوٹی کے ستھان یعنی سُن پد تک رسائی حاصل کرے۔ یہ مقام تین گنوں کی حد سے پرے ہے۔ اور چونکہ ویدوں میں تین گنوں کی حد کے اندر ہی کا بھید بیان ہوا ہے اس لئے فرمایا گیا کہ وید سچے سادھ کی مہما سے ناواقف ہیں گورو صاحب کا یہ بچن ویدوں کا نندک نہیں ہے۔ بلکہ سچے سادھ کی مہما کا واچک ہے یعنی اس کلام کے ذریعہ گورو صاحب وید کی نندا نہیں بلکہ سچے سادھ کی اپار مہما بیان کیا چاہتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھئے جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں بچہ کا

چہرہ چاند سے زیادہ خوشنما ہے تو ہماری غرض چاند کی مذمت کرنے کی نہیں ہوتی بلکہ بچے کے حسن کی تعریف کی ہوتی ہے۔ علیٰ ہذالقیاس گورو صاحب نے اِس کڑی وگل اشٹ پدی میں سچے سادھ کی مہاں بیان فرمائی ہے۔ اور اخیر میں سچے سادھ کی عظمت بیان کرنے کے لئے سچے سادھ کو پربرہم یعنی پربرہم کے برابر درجہ دیا ہے اور سچ پوچھو تو "نانک سادھ پربھ بھید نہ بھائی"۔ میں اپنشد کے واکیہ "برہم وِد برہمیو بھوتی"۔ کی اور پہلی دو کڑیوں میں بھگوت گیتا ادھیائے ۲ شلوک[۵] ۵۴ و ۶۴ کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۷۹۔ سوال۔ آپ نے کھان پان کے متعلق جو باتیں کہیں۔ اُن کے ماننے میں تو کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ لیکن سُنا ہے کہ رادھا سوامی مت کے آچاریہ پان کھاتے و تمباکو پیتے تھے۔ اور ست سنگ میں جوٹھا کھانے کا عام رواج ہے۔ ہمارے سوامی دیانند جی تو اِن سب چیزوں سے پرہیز کرتے تھے اور جوٹھن سے تو ہر شخص کو فطرتاً نفرت ہے۔

جواب۔ صوبۂ پنجاب میں پان کا استعمال ایک عجوبہ سمجھا جاتا ہے لیکن ملک ہند کے دوسرے حصص۔ بنگال۔ مدراس۔ گجرات و صوبہ جات متحدہ میں پان ایک روزانہ استعمال کی چیز ہے۔ یہاں ہر کس و ناکس بلاتکلف پان کھاتا ہے۔ یہاں تک کہ مہمان کی تواضع میں اوّل پان ہی پیش ہوتا ہے۔ اور پان کھانے سے انسان کے دل۔ دماغ و صحت پر کوئی مُضر اثر بھی نہیں پڑتا۔ علیٰ ہذالقیاس تمباکو نوشی سے صرف سکھ بھائی عام طور نفرت کرتے ہیں۔ لیکن اگر آنکھ کھول کر دیکھو تو دنیا کی آبادی کا ایک کثیر جز و تمباکو پیتا و کھاتا نظر آئے گا۔ خود مجھے تمباکو و پان سے دِلی نفرت ہے اور دیال باغ نواسیوں و دیگر ست سنگیوں نے میرے کہنے پر عرصہ سے تمباکو نوشی ترک کر دی ہے۔ لیکن پان کھانا یا تمباکو پینا کوئی گناہ نہیں ہے۔ خود سوامی دیانند جی عرصہ تک ان اشیاء کا استعمال کرتے رہے۔ جیون چرتر مولفہ مہاشے لکشمن آریہ اُپدیشک کے صفحہ ۹۸ پر لکھا ہے کہ سوامی جی بھوجن کے بعد ایک پان کھاتے

[۵] اِن شلوکوں کے معنی دفعہ ۲۰۲ حصۂ دوئم میں مندرج ہیں۔

تھے۔ اور صفحہ ۵۳ پر لکھا ہے کہ سوامی جی کچھ مدّت تک بھنگ[۵۱] بھی پیتے رہے اور صفحہ ۵۰۹ پر لکھا ہے "جب سوامی جی تالاب رائے میلا رام پر ڈیرہ رکھتے تھے ایک دن پنڈت تیج بھان نے آکر کہا کہ رائے مُول سنگھ وزیر راجہ ہربنس سنگھ کے پاس آپ کا ذکر چلا تو وہ کہنے لگا کہ وہ سوامی جی کا ہیکے ہیں سارا دن تونڑی مارتے (حقّہ پینے والوں کے لئے سکھ محاورہ) رہتے ہیں اُس وقت پنڈت بہاری لال جی جو آج کل لاہور کے مہیش اوشدھالیہ کے کارکُن ہیں پاس بیٹھے تھے۔ سوامی جی مُسکرا کر کہنے لگے "اوہو! کیا ہمارا سوامی پنا سارا اِسی حُقّہ سے جاتا رہا"

سوامی جی کا جواب اس قدر صاف و موزوں ہے کہ ضمیمہ کی ضرورت نہیں۔ پان کھانے یا تمباکو پینے سے کسی مہا پُرش کی مہانتا یا رُوحانیت میں فرق نہیں آتا۔ رہا معاملہ جُوٹھ کھانے کا۔ یہ محض ایک بُہتان ہے۔ ست سنگیوں کو جُوٹھن سے ایسی ہی نفرت ہے جیسی کہ آپ کو یا کسی اور کو ہو سکتی ہے۔ البتہ چونکہ رادھا سوامی مت میں سَتگورو کی ایک خاص پوزیشن ہے۔ اس لئے ان کی استعمال کردہ اشیاء کو پوتر سمجھا جاتا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

۹۸ ۔ "پارسکر گرھیہ سُوتر" کانڈ اوّل کنڈیکا ۳ میں جہاں ارگھ و مدھوپرک کی رسومات کا ذکر آیا ہے لکھا ہے کہ "مدھوپرک کا اُچھشٹ (جُوٹھا بچا ہوا) اُتر کی اُور (طرف) بیٹھے ہوئے پُتر و دِیارتھی کو دیوے" (سوتر ۲۲) نیز "آپستمبیہ گرھیہ سُوتر" کے تیرھویں کھنڈ میں لکھا ہے کہ آچاریہ وغیرہ پوجیہ تین بار خود چاٹ کر شیش (باقی) بچے مدھوپرک کو اپنے کسی پریہ متر (پیارے دوست) یا بھائی کو دیوے جس نے سماورتن (باقاعدہ تعلیم حاصل کرکے گوروکل سے واپسی) ٹھیک ٹھیک کیا ہو۔ اس سے بھی شیش بچے تو وہ بھی سماورتن کئے شِشیہ آدی (شاگرد وغیرہ) کو دیوے اور اگت وِدھی (مناسب طریقہ) سے وہ بھی پراشن

---

[۵۱] سوامی جی کے سوَرچت جنم چرتر مولفہ پنڈت بھگوودت صاحب کے صفحہ ۳۹ پر بھی "بھانگ پینے کے سوبھاؤ" کا ذکر درج ہے۔

کریں چاٹ لیں"۔ ان بیانوں[لے] سے ظاہر ہے کہ ملکِ ہند میں قدیم زمانہ سے رواج چلا آیا ہے کہ گورو کی استعمال کی ہوئی چیز جو کو جُوٹھا سمجھکر پھینک نہیں دیا جاتا بلکہ اُنکا مناسب ستکار کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کے حصّہ دویم میں اِس مضمون پر مفصل بحث کی جاویگی۔

رادھا سوامی ست سنگ

۹۹۔ رادھا سوامی مت کی تعلیم کے متعلق جو کچھ پچھلے صفحات میں بیان ہوا اُس سے ظاہر ہوگا کہ اس مت میں تین باتوں کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ اوّل یہ کہ اس سرشٹی کا کرتا دھرتا و ادھشٹھاتا ایک کُل مالک ہے۔ دویم یہ کہ سُرت۔ رُوح یا آتما اُس کُل مالک کا انش ہے۔ سویم یہ کہ سُرت یا رُوح لافانی ہے یعنی جسم کے مرنے پر یہ بدستور زندہ رہتی ہے۔ اِن تین باتوں میں عقیدہ لانے سے معتقد کے لئے فرض ہو جاتا ہے کہ اپنے تئیں محض ہاڑ۔ مانس۔ چام و دُنیوی خواہشات کا پلندہ خیال کرنا چھوڑ دے۔ اور جسم و من کی غلامی سے چھُوٹنے و اصلی آزادی کی لافانی زندگی حاصل کرنے کی فکر کرے۔ معتقد اِن خیالات کو زندگی کا نصب العین بنا کر اپنے لئے دستور العمل مُرتب کرتا ہے۔ اور اُس پر عمل پیرا ہو کر لُطفِ زندگی اُٹھاتا ہوا منزلِ مقصود کی جانب قدم بڑھاتا ہے۔ دُنیا کی حقیقت سمجھ میں آجانے سے اِس کے دِل سے دُنیا کی محبت دُور ہو جاتی ہے اور اِنتری سادھن کے ذریعہ رُوحانی طبقات کے تجربے حاصل ہونے پر اُس کے دِل میں پرمارتھ اور اُس

[لے]۔ "مانو گرھیہ سُوتر" میں بھی مدھوپرک کے لئے ایسی ہی ہدایتیں مُندرج ہیں۔ اُس پُستک کے نویں کھنڈ میں بتلایا ہے کہ شاستروں میں ۶ شخص مدھوپرک کی رسم سے پُوجا کے مستحق مانے گئے ہیں۔ اوّل پروہت۔ دویم وید پڑھانے والا آچاریہ سویم داماد۔ چہارم راجا۔ پنجم سناتک برہم چریہ پُورا کرنے والا۔ اور ششم خسر۔ یہ رسم ادا کرنے کے لئے ایک کانسی کے کٹورے میں کچھ شہد اور دہی ڈالکر پوجیہ کے روبرو پیش کرتے ہیں۔ پوجیہ مقررہ منتر پڑھکر اوّل مدھوپرک میں اُنگلی ڈبو کر چاروں طرف چھینٹے دیتا ہے پھر داہنے ہاتھ کی انامکا اُنگلی (جس میں انگشتری پہنی جاتی ہے یعنی انگوٹھے سے چوتھی اُنگلی) سے شہد و دہی کو ملاتا ہے اور ایک منتر پڑھکر تین بار تھوڑا تھوڑا مدھوپرک لیکر چاٹتا ہے اُس کے بعد تھوڑا پانی پی کر اُچھشٹ یعنی جُوٹھا بچا ہوا مدھوپرک اپنے کسی عزیز یا وِدیارتھی بھائی کو دیدیتا ہے اور وہ اسے چاٹ لیتے ہیں۔ دیکھو مانو گرھیہ سوتر مترجمہ پنڈت بھیم سین شرما مطبوعہ ۱۹۰۵ء صفحات ۱۷ تا ۱۹۔

پرمارتھی سنجوگ کے لئے جس سے اُسے یہ سب فیض حاصل ہوا ہے۔ گہری محبت بس جاتی ہے۔ کُل مالک سرشٹی کا کرتا دھرتا اور کُل جیو اس کے انش انجھو ہونے پر اُسے سب جیو اپنے بھائی دکھنے لگتے ہیں۔ اس لئے وہ حتی الوسع کسی کو نقصان نہیں پہونچاتا۔ اور ہمیشہ ہر کسی کی بھلائی ہی چاہتا ہے۔

۱۰۰۔ وہ علی الصباح اُٹھکر حوائج ضروری سے فارغ ہوکر انتری سادھن کرتا ہے۔ دن میں کسبِ معاش وخانہ داری کے متعلق فرائض انجام دیتا ہے۔ اور دن کا کام ختم ہونے پر اپنے بھگونت کی یاد میں مصروف ہو جاتا ہے۔ دُنیوی جاہ وحشمت اور عیش وعشرت کی خواہشات کو اپنے لئے مُضر جان کر اُن سے پرہیز کرتا ہے۔ اور من واندریوں کے فساد سے آگاہ ہونے سے ہمیشہ اُن کی باگیں تان کر رکھتا ہے جب کبھی بھول چوک سے یا پُرانے سنسکاروں کے زیراثر یا خراب سنگ دوش کے باعث کوئی بدپرہیزی بن پڑتی ہے تو سچّے دِل سے جھرتا پچھتاتا ہے۔ اور اپنے بھگونت کُل مالک سے خواستگار معافی کا ہوتا ہے۔ اور آئندہ مزید احتیاط سے کام لیتا ہے۔ دورانِ زندگی میں مخالف صُورتیں وحالتیں رُونما ہونے پر وہ کبھی شکستہ خاطر نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے بھگونت کی دیا و کرپا کا بھروسہ رکھے ہوئے اپنے ہاتھ پاؤں چلاتا ہے اور نتیجہ کو اُس کی موج پر چھوڑ کر بے فکر ہو رہتا ہے۔

۱۰۱۔ وہ حق وحلال کی آمدنی کی برکات سے باخبر ہونے سے اپنے پسینے کی کمائی میں گذارہ کرتا ہے اور اُس کا ایک جزو اپنی پرمارتھی ضروریات پر صرف کرتا ہے۔ اور چونکہ اُسے زیادہ چکنے چپڑے بھوجن کھانے اور چمک دمک کے کپڑے پہننے کا شوق نہیں ہے اس لئے وہ اپنی تھوڑی سی آمدنی ہی میں خوش حال رہتا ہے۔ شراب۔ گوشت وغیرہ ناقص اشیاء کے استعمال اور من کے ناقص انگوں میں برتاؤ سے پرہیز رہنے سے اُس کی ضروریات محدود اور تفکرات مسدود رہتی ہیں۔ اور ستگورو وکُل مالک کے چرنوں کے پریم کا مرت (سرچشمہ) کھُل جانے سے وہ ہر وقت بشّاش رہتا ہے۔

۱۰۲۔ وہ پرمارتھ کی سچّی قدر اور پرمارتھی تعلیم کی سچّی سمجھ آجانے سے ہر مذہبی پیشوا اور اُسکی تعلیم کی سچّے دل سے تعظیم کرتا ہے۔ اور ہر پرمارتھی خواہ وہ کسی مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو۔ اپنے بھگونت کا عاشق محسوس ہونے

سے اُسے جان سے پیارا لگتا ہے۔ وہ یہ جانتا ہوا کہ بلاخاص سنسکاروں یا خاص درجہ کی رُوحانیت بیدار ہوئے کوئی انسان نہ سچّا پرمارتھ سمجھ سکتا ہے نہ اُس کی قدر کر سکتا ہے۔ عام لوگوں کے ساتھ بحث مباحثہ میں نہیں اُلجھتا۔ اور یہ سمجھتا ہوا کہ سبھی جیو کُل مالک کے بچّے ہیں اور سبھی کی بہتری کُل مالک کو منظور ہے۔ ہر کسی کو اُس کے حال پہ چھوڑتا ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص اُس سے بطور جگیاسو کوئی بات دریافت کرے تو وہ بخوشی خاطر اُس کا جواب دیتا ہے اور جو کچھ معلوم ہے اُسے سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔

۱۰۳۔ واضح ہو کہ رادھاسوامی ست سنگ اُس سنستھا کا نام ہے جس میں اس تعلیم میں عقیدہ رکھنے والے اور اِن اُصولوں پر عمل کرنے والے اصحاب مل کر کام کرتے ہیں۔ اور جس میں شرکت کے لئے اس تعلیم کو منظور کرنا اور ان اُصولوں پہ کاربند ہونا لازمی ہے۔

۱۰۴۔ پرم گوروسوامی جی مہاراج نے جو رادھاسوامی مت کے اوّل آچاریہ ہوئے اور جنھیں چرن سیوک رادھاسوامی دیال کا اوتار مانتے ہیں۔ اس سنستھا کی بُنیاد جنوری ۱۸۶۱ء میں قائم کی۔ آپ کی عمر اُس وقت ۴۳ سال کی تھی۔ آپ نے زمانہ کے رواج کے مُطابق فارسی۔ عربی و سنسکرت زبانوں میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اور جلد ہی اِن زبانوں میں مُروّج علوم پہ ملکہ حاصل کر لیا تھا۔ شروع شروع جیسا کہ عام قاعدہ ہے ست سنگ کی ترقی کی رفتار نہایت مدھم تھی۔ اُن دنوں مُورتی پُوجا۔ پُرانی ٹیک و ظاہری رسوم کا زور و شور تھا۔ اور پڑھے لکھے لوگ عام طور نوین ویدانت کے دِلدادہ تھے لیکن باوجود اِن رُکاوٹوں کے رادھاسوامی دیال کا سندیش آہستہ آہستہ پھیلتا گیا۔ اور رادھاسوامی ست سنگ کی بُنیاد راسخ و مستحکم ہوگئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج دن مُلک ہند کے ہر حصّہ میں ست سنگی موجود ہیں۔ اور رادھاسوامی ست سنگ کی ترقی چند ناعاقبت اندیشوں کے لئے خارِ جگر بن رہی ہے۔ جون ۱۸۷۸ء میں پرم گوروسوامی جی مہاراج کے ستر یر تیاگنے پر پرم گورو حضور مہاراج رادھاسوامی مت کے دوسرے آچاریہ ہوئے۔ اور آپ کے بعد دسمبر ۱۸۹۸ء میں ست سنگ کی باگ ڈور پرم گورو مہاراج صاحب کے سپرد ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں ست سنگ کا صدر مقام

آگرہ سے اوّل الہ آباد پھر آپ کے وطن شریف شہر بنارس میں منتقل ہوا۔ چونکہ اُس وقت پیروانِ رادھاسوامی مت کی تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔ اس لئے ست سنگ کے کاروبار کے سرانجام دینے اور ست سنگ کی جائداد و شاخوں کی نگرانی کے لئے ایک انتظامیہ کونسل و ٹرسٹ قائم ہوئے۔ ماہ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں پرم گورو مہاراج صاحب کے گُپت ہو جانے پر ست سنگ کا صدر مقام قصبہ غازی پور صوبہ بہار میں منتقل ہوا کیونکہ پرم گورو سرکار صاحب جو رادھاسوامی مت کے چوتھے آچاریہ ہوئے اُس جگہ کے نواسی تھے۔ آپ کے زمانہ میں ست سنگ کی تحریک نے غیر معمولی و بعید از اُمید ترقی کی اور رادھاسوامی دیال کا سندیش مُلک کے ہر حصّہ میں پھیل گیا۔ پیروانِ رادھاسوامی مت میں سنگٹھن پیدا کرنے اور کاروبارِ ست سنگ کا شیرازہ باندھنے کے لئے مارچ ۱۹۱۰ء میں رادھاسوامی ست سنگ سبھا قائم کی گئی اور حساب کتاب اور دیگر امور کے متعلق مفصّل و مشرّح آئین مُرتّب ہوئے۔ پرم گورو سرکار صاحب دسمبر ۱۹۱۳ء میں پرم دھام کو سدھارے۔ اور کچھ برس بعد دیال باغ کی بُنیاد رکھی گئی اور بالآخر ست سنگ کا صدر مقام دیال باغ میں قائم کیا گیا۔ اِس وقت پیروانِ رادھاسوامی کی تعداد ایک لاکھ سے اُوپر ہے اور آج دن مُلکِ ہند میں ست سنگ کی ۲۹۲ شاخیں ہیں۔

۱۰۵۔ رادھاسوامی ست سنگ سبھا ایک باقاعدہ رجسٹری شُدہ سوسائٹی ہے۔ اِس کے ۴۷ ممبر ہیں جو مُلکِ ہند کے مختلف صوبہ جات کے ست سنگیان کی نمائندگی کرتے ہیں۔ سبھا کے ماتحت ایک کمیٹی کارکُن ہے جس کے ۹ ممبر ہیں۔ اس کمیٹی کے سپرد سبھا کے سب کاروبار کی نگہداشت اور سبھا کے جملہ ادارات کی نگرانی ہے۔ سبھا و کمیٹی کارکُن کے جلسوں میں جملہ معاملات کثرت رائے سے طے ہوتے ہیں۔ سبھا کے ذاتی اختیارات و قواعد رسالہ کی شکل میں شائع ہوئے ہیں۔ ہر شخص سکریٹری صاحب کے پاس درخواست بھیج کر اُن کی ایک کاپی حاصل کر سکتا ہے۔ سبھا کے جلسے سال میں دو مرتبہ یعنی تعطیلات ایسٹر و کرسمس میں ہوتے ہیں۔ اور کمیٹی کارکُن کا جلسہ ہر ماہ منعقد ہوتا ہے۔ سبھا کے سالانہ جلسے میں سب ضروری معاملات کے علاوہ سالانہ بجٹ پیش ہوتا ہے اور بعد منظوری زیر نگرانی کمیٹی کارکُن آئندہ سال کا کام چلایا جاتا ہے۔ سبھا و کمیٹی

کارکُن کے جلسوں کے ریزولیوشن باقاعدہ رجسٹروں میں درج ہوتے ہیں۔

۱۰۶۔ سبھا نے ست سنگی عوام کے مفاد کو مدِنظر رکھکر متعدد رفاہِ عام کے اِدارات جاری کیے ہیں! اور اگرچہ اِن ادارات کا صرفہ سبھا کے خزانہ سے ادا ہوتا ہے اور سوائے گورنمنٹ کے کسی باہری شخص سے کسی قسم کی مالی امداد منظور نہیں کی جاتی۔ لیکن اِن اِدارات میں ہر قوم و فرقہ کے لوگ بلا کسی قسم کی روک ٹوک کے بھرتی کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ دیال باغ کے کالجوں و کارخانوں میں سینکڑوں باہری طلباء و کاریگر پڑھتے و کام کرتے ہیں۔ اور دیال باغ ہسپتال سے گردونواح کے باشندوں کو طِبّی امداد بلا فیس و قیمت دی جاتی ہے۔

سبھا کے مفصّلہ ذیل ادارات ہیں:۔

(۱) انٹرمیڈیٹ کالج معہ ہائی سکول۔

(۲) زنانہ ہائی سکول۔

(۳) ٹکنیکل کالج۔ اِس میں ہائی سکول پاس طلباء لیے جاتے ہیں اور مکنیکل۔ الیکٹریکل اور اوٹوموبائل انجینیرنگ میں تعلیم دی جاتی ہے۔

(۴) کارخانہ ماڈل انڈسٹریز۔ اس کی تین شاخیں ہیں۔ (ا) جنرل فیکٹری جس میں بجلی۔ لوہے پیتل کا کام ہوتا ہے۔ (ب) لیدر گُڈز فیکٹری اور (ج) ٹکسٹائل فیکٹری۔

(۵) لیدر ورکنگ سکول۔ اِس میں چرمی اشیاء کے متعلّق طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے۔

(۶) ڈیری۔ اس میں منٹگمری۔ رہتک۔ حصار۔ ہانسی۔ سندھ۔ امریکہ و آسٹریلیا سے مویشی منگوا کر تجربات کیے جا رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں ایسی ڈیری ہندوستان بھر میں نہیں ہے۔

(۷) سرن آشرم۔ یہ ایک کافی وسیع پیمانہ کا ہسپتال ہے۔ اِسکے ساتھ ست سنگی لاوارث بچّوں کیلئے یتیم خانہ بھی شامل ہے۔

(۸) کارخانہ رنگریزی چرم۔ یہ ایک نیا کارخانہ ہے۔ جو ابھی چند روز ہوئے جاری کیا گیا ہے۔

(۹) ہائی سکول تمرنی ۔ یہ ہائی سکول مقام تمرنی صوبہ سی۔پی میں علاقہ تمرنی و راجہ براری کے طلبار کی امداد کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

(۱۰) رہٹ گاؤں ہسپتال۔ یہ ہسپتال تعمیر کرا کے صوبہ کے میڈیکل ڈیپارٹمنٹ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ رہٹ گاؤں تمرنی سے ۹ میل اور راجہ براری سے ۱۸ میل فاصلہ پر واقع ہے۔ ہزاروں غریب پہاڑی اِس ہسپتال سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

نوٹ۔ ادارات سبھا کے مفصّل حالات جاننے کیلئے انگریزی پمفلٹ "دیال باغ" کا مطالعہ کیا جاوے۔

۱۰۷۔ سبھا کا سالانہ خرچ ۸ سے ۹ لاکھ تک ہے۔ اور سبھا کے ادارات میں سینکڑوں ست سنگی معمولی اُجرت یا الاؤنس کے عوض کام کرتے ہیں۔ اور بیسوں پریمی جن بلا اُجرت سیوا کرتے ہیں۔ حضور رادھاسوامی دیال کے چرنوں میں استدعا ہے کہ ہمیں توفیق دیں کہ ہم دِل کھول کر اُن کے پیارے بچّوں کی سیوا کر سکیں! ہم بخوبی سمجھتے ہیں کہ انسان کا کام فقط پیٹ بھرنا۔ اور بال بچّے پیدا کر کے مر جانا نہیں ہے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ کُل مالک کسی کی سیوا کا محتاج نہیں ہے۔ جو کُل جگت کا پِتا ماتا اور پالن کرتا ہے۔ اُس کی کوئی شخص کیا سیوا کر سکتا ہے؟ اُسکے بھگتوں کی سیوا کر کے ہی انسان اُسکی رضا و دیا حاصل کر سکتا ہے۔ اِسلئے جو شخص کُل مالک سے پریت کرتا ہے چاہے وہ ست سنگی ہے یا غیر ست سنگی۔ ہندو ہے یا مسلمان۔ عیسائی ہے یا جین۔ ہمیں دل و جان سے عزیز ہے۔ ہمارے نزدیک اُس کی سیوا کُل مالک ہی کی سیوا ہے۔

۱۰۸۔ رادھاسوامی ست سنگ کے حالات مطالعہ کر کے ہر شخص بِلاشُبہ اِس نتیجہ پر پہونچیگا کہ یہ اس قسم کے پُرامن لوگوں کی جماعت ہے جو دُنیا کی جاہ و حشمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کُل مالک کی بھجن بندگی اور خلقِ عام کی خدمت کو اپنا فرض اوّلین گردانتے ہوئے عوام کو اپنی نیک مثال سے فرض شناسی۔ مشاہیر پرستی۔ خود اعتمادی اور رُوحانی مشاغل کی تعلیم دے کر عشقِ حقیقی کی اونچی سے اونچی منزل کا راستہ دکھاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رادھاسوامی دیال کا سندیش اِن دِنوں اِس قدر

سُرعت سے پھیل رہا ہے اور ہندوستان کے ہر صوبہ وعلاقہ کے باشندے ست سنگ میں جُوق درجُوق شریک ہو رہے ہیں۔ یہی ترقّی دیکھکر بعض تنگ دل کرم فرما طیش میں آ رہے ہیں۔ مگر واضح ہو چونکہ ست سنگ کی تحریک سچّی عملی زندگی کی بُنیا پر قائم ہے اِس لئے اِسے کسی کی مخالفت ومخاصمت کا ڈر نہیں ہے۔ اگر اس تحریک کی بُنیاد محض زبانی جمع خرچ یا لفظی احکامات وارشادات پر قائم ہوتی تو اغلب تھا کہ ست سنگ منڈلی کچھ عرصہ بعد من واندریوں کی طاقتوں سے مغلوب یا ست سنگ کی ترقّی کے نشہ میں مخمور ہو کر راہ راست سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ بیان ہوا رادھاسوامی ست سنگ کی شروعات عملی زندگی سے ہوئی۔ ست سنگ میں اب بھی عملی زندگی پر زور دیا جاتا ہے اور آئندہ بھی دیا جائیگا۔ رادھاسوامی مت کے جتنے پُوجیہ آچاریہ ہوئے سبھی نے اپنی نیک مثال سے عملی زندگی کا سبق پڑھایا۔ اِس لئے پُوری اُمید ہے کہ اِس طرح پڑھا ہوا سبق یوں ہی فراموش نہ ہو جائیگا۔ اگر دیال ست سنگ کی تعلیم کی اشاعت کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو ناممکن نہیں ہے کہ چند ہی سال میں وہ سب معترضین جو اِس وقت سخت کلامی وبدزبانی سے کام لے رہے ہیں حضور رادھاسوامی دیال کے مدّاح نظر آئیں۔

۱۰۹۔ یہ سطور قلمبند کرتے وقت ایک بھائی نے میکس مولر کی تصنیف موسومہ بہ

Rama Krishna, His Life and Sayings

بدیں غرض پیش کی کہ اس کے صفحات ۲۰ لغایت ۲۳ پر پرم گورو حضور مہاراج کا جو ہمارے مت کے دوسرے آچاریہ ہوئے۔ جو کچھ حال بیان ہوا ہے اُس کا مفہوم یہاں درج کر دیا جائے۔ لکھا ہے:۔

”رائے شالگ رام صاحب بہادر نے جن کی عمر اِس وقت ۷۰ سال کے قریب ہے محکمۂ ڈاک میں بطور افسر کے بڑی سرگرم اور مُفید زندگی بسر کی ہے۔ ترقی کرتے کرتے آپ صوبہ جات متحدہ کے پوسٹ ماسٹر جنرل ہو گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے ہولناک واقعات سے آپکے دِل پر گہرا اثر ہوا۔ آپنے ہزاروں مردوں۔ عورتوں اور لڑکوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے

امیروں کو کنگال اور کنگالوں کو امیر بنتے دیکھا۔ یہ حالات ملاحظہ کرکے آپ کے دل پر دُنیا کی بے ثباتی کا کمال اثر ہوا۔ اور وہ سب دُنیوی مشغلے جن سے آپ کو سابق میں اُنس تھا یکدم دل سے اُتر گئے۔ مگر آپ کو اوائل عمر ہی سے مذہب و فلسفہ کا شوق رہا۔ چنانچہ آپ نے اپنی عمر کا کثیر حصہ شاستروں کے مطالعہ میں صرف کیا۔ اِس لئے تعجب نہیں کہ غدر کے ایام کے ہولناک نظارے ملاحظہ کرکے آپ کے دل میں دُنیا سے کنارہ کشی اور نِرمل وابناشی آنند کے پد کی پراپتی کے لئے شوق پیدا ہوا۔ آپ اس تلاش میں بہت سے سنیاسیوں اور یوگیوں کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر کسی سے سہارا نہ ملی۔ بالآخر آپ کے دفتر کے ایک رفیق نے آپ کا ایک گورو صاحب سے تعارف کرایا (یہ رفیق رادھاسوامی مت کے بانی سوامی جی مہاراج کے بھائی تھے) آپ نے دو برس تک سوامی جی مہاراج کے اُپدیش سُنے اور اُن کا اُپنشدوں اور دوسرے شاستروں کے ارشادات سے مِیلان کیا۔ اور بالآخر چرن شرن اختیار کی۔ جب تک آپ آگرہ میں مُقیم رہے۔ آپ کسی غیر کو گورو صاحب کی کوئی سیوا نہ کرنے دیتے تھے (خود ہی کرتے تھے) آپ گورو صاحب کے لئے اپنے ہاتھوں سے آٹا پیستے اور رسوئی بناتے تھے۔ اور خود ہی پیش کرتے تھے۔ آپ ہر روز علی الصباح گورو صاحب کے اشنان کے لئے دو میل فاصلہ سے صاف پانی کا گھڑا بھر کر لاتے تھے اور اپنی کُل تنخواہ گورو صاحب کے چرنوں میں رکھ دیتے تھے۔ گورو صاحب اُن کے عیال و اطفال کی آسائش کے لئے مناسب بندوبست کرکے جو کچھ بچتا تھا غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضور مہاراج کی برادری کے لوگ اُن کے اِن اطوار اور پرشاد لینے سے نہایت بیزار تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ملازمت سے علیحدہ ہونے کی خواہش ظاہر کی مگر گورو صاحب نے منع کیا۔ جب آپ کے پاس عہدۂ پوسٹ ماسٹر جنرلی پر ترقی کا حکم موصول ہوا تو گورو صاحب کے قدموں میں سرنگوں ہو کر دوبارہ ملتجی ہوئے کہ ملازمت سے دست برداری اور سچّے پرمارتھی زندگی بسر کرنے کے لئے اجازت مرحمت ہو۔ مگر گورو صاحب نے پھر انکار کیا اور فرمایا کہ ملازمت کے فرائض سرانجام دینے سے رُوحانی ترقی میں کوئی ہرج واقع نہ ہوگا۔ آپ پوسٹ ماسٹر جنرل

ہوکر الہ آباد چلے گئے اور نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہے۔

۱۹۰۵ء میں جب گورو صاحب رحلت فرما گئے تب آپ نوکری سے دست بردار ہوگئے اور آپ نے اپنے گورو صاحب کا قائم کردہ رُوحانی فیض عام کا سلسلہ جاری رکھا۔ وغیرہ وغیرہ"

مذہب کی لہریں اور رادھا سوامی مت

۱۱۰۔ ایک وقت تھا کہ دُنیا میں انسان کی حالت طفلِ نوخیز کی سی تھی۔ اُسے نہ اپنی دماغی و رُوحانی قوّتوں کا چنداں علم تھا نہ قوانینِ قدرت سے کچھ واقفیت تھی۔ وہ قُدرت کی شکتیوں کے ہاتھ میں کٹھ پُتلی کی طرح ناچتا تھا۔ اور اپنی خواہشوں و قُدرت کے کاموں میں ہم آہنگی نہ پاکر اپنی لاچاری و بے بسی سے نہایت پریشان تھا۔ وہ اپنے تئیں بحرِ عالم میں اُس کشتی کی طرح محسوس کرتا تھا جس کا پتوار ٹوٹ گیا ہے اور بادبان پھٹ گئے ہیں۔ اور جسے سمندر کی لہریں کبھی اِدھر کبھی اُدھر ڈھکیلتی ہیں۔ پھر ایک زمانہ آیا کہ دُنیا میں مذہبی پیشواؤں کی آمد و مذہبی تعلیم کی شروعات ہوئی۔ انسان کو مذہب کے پُراسرار فلسفہ اور آئندہ زندگی کے سُکھوں کے وعدوں سے کمال تسکین حاصل ہوئی اور اُس نے مذہب کو سچّا رفیق دیکھکر اُس کی صُحبت میں عمر گذارنا پسند کیا۔ اِدھر مذہب نے بھی اپنی جانب سے اُس کے دُکھ درد مٹانے اور کمرہمت بندھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انسان کے دماغ نے مذہبی خیالات کی شہ پاکر قُدرت کی قوّتوں کے زیر کرنے اور قوانین قدرت پر فتح پانے کے منصوبے قائم کئے۔ طرح طرح کی پُوجائیں جاری ہوئیں۔ قسم قسم کے فلسفے ایجاد ہوئے۔ روزمرّہ کے واقعات زندگی و موت۔ گرمی و سردی روشنی و تاریکی وغیرہ کے متعلق تحقیقات ہونے لگی۔ زمین۔ چاند۔ سُورج اور تاروں کے راز دریافت ہوئے اور انسان اپنے تئیں آفرینش کا ایک جزوِ اعظم محسوس کرنے لگا۔ اور چونکہ یہ سب برکات مذہب کی رفاقت سے حاصل ہوئی تھیں۔ اس لئے قدرتاً اُس نے مذہب کو مناسب اہمیّت دی۔ یہانتک کہ اپنے تئیں

قُدرت کی قُوتوں کی بے عنوانیوں و چیرہ دستیوں سے امان حاصل کرنیکی اُمید میں اپنے گرد مذہبی رسوم کی آہنی دیوار کھڑی کرلی۔ اگر کبھی بارش نہ ہوتی یا ضرورت سے زیادہ ہوجاتی تو مذہب کی اعانت طلب ہوتی تھی۔ کبھی بیماری یا مری کا حملہ ہوا تو مذہب سے پُکار کی جاتی تھی اور فصل بونے پر۔ فصل پکنے پر اور فصل کٹنے پر۔ بچّہ پیدا ہونے پر۔ جوان ہونے پر۔ دُنیا سے کُوچ کرنے پر مذہب ہی کا سُمرن ہوتا تھا۔ ہندوؤں کے سولہ سنسکار اور دیدوں۔ براہمنوں و دوسرے شاستروں میں مُندرج ہوجائیں وغیرہ اِن اُمور کی شاہد ہیں۔ مذہب کو اس قدر اہمیت ملنے سے قُدرتی طور مذہبی تعلیم کے محافظوں یعنی رشیوں۔ پنڈتوں وغیرہ کی بھی حد سے زیادہ قدر ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ یہ خیال پھیل گیا کہ خدا یا مالک مذہب کا دلدادہ ہے۔ جو صرف مذہبی رسوم کی پابندی سے خوش ہوتا ہے۔ اور اُس وقت کے بزرگوں نے سمجھایا کہ انسان کے سر جتنی مصیبتیں آتی ہیں وہ کسی نہ کسی مذہبی قانون کی خلاف ورزی سے آتی ہیں۔ اور زندگی کو خوشحال بنانے اور قُدرت کی طاقتوں پر حکمرانی حاصل کرنے کے لئے مذہب کی امداد لازمی ولابُدی ہے۔ غرضیکہ اِس طرح دُنیا میں مُدّت دراز تک مذہب کا ڈنکا بجتا رہا۔ اور دُنیا کی تمام آبادی بخوشی خاطر مذہب و مذہب کے محافظوں کے قدموں میں بکمال ادب سرنگوں رہی۔

۱۱۱۔ افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اُس زمانہ میں مذہب کے رُتبہ و اختیارات کا ہمیشہ جائز و مناسب استعمال نہیں ہوا۔ کم عقلوں و تنگ دلوں نے مذہبی جنون کے بس ہوکر اور دُنیا پرست حریصوں نے مذہب کی چادر اوڑھ کر بے گُناہوں کے سر پر انواع و اقسام کے ظلم و ستم کئے۔ اگر خدا کے کسی بندہ نے ذرا سی آزادخیالی سے کام لیا تو مذہب کے ان اجارہ داروں نے اُسکا سر قلم کرادیا۔ یا کھال کھچوادی۔ بہت سے حریص و زر پرست بادشاہوں نے اپنے مُلک کے باشندوں کو مذہبی اشتعال دلاکر مُلکِ ہند پر بار بار چڑھائیاں کیں۔ اور جو دُکھ و مظالم اُن کے ہاتھوں اہلِ ہند کو سہنے پڑے اُنھیں یاد کرکے کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی تواریخ بتلاتی ہے کہ مذہب کے

ہزاروں پروانہ طبیعت بھگتوں نے مذہب کی اشاعت و حفاظت کے لئے خنداں خنداں ایسے دُکھ و مصائب برداشت کئے اور ایسے کارہائے نمایاں دکھلائے کہ جن کے خیال سے طبیعت عش عش کرتی ہے۔

۱۱۲۔ خیر یہ سب کچھ ہوا۔ لیکن آج وہ دن دیکھنے میں آرہا ہے کہ جا بجا مذہب کا نام بدنام ہے اور لوگ برملا کہتے ہیں کہ اُنھیں نہ خدا کی ضرورت ہے نہ مذہب کی۔ دنیا پرست حریصوں کے مظالم یاد کرکے لوگ مذہب کو صلواتیں سُناتے ہیں اور مذہبی قواعد کے پابندوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ محققین کی رائے ہے کہ زمانہ سلف میں مُلک ہند کے اندر شکتی کی دیوی کی پُوجا رائج تھی اُس کے بعد یاگیکوں یعنی یگیہ کرموں میں شردھا رکھنے والوں کا دور دورہ رہا۔ پھر اُپنشدوں کا زمانہ آیا۔ اس کے بعد درشن کاروں یعنی فیلسوفوں کا ستارہ اوج پر رہا۔ پھر بھاگوت دھرم اور پُرانوں کی تعلیم کا وقت آیا۔ اس کے بعد جین و بُدھ دھرموں کا عروج ہوا۔ اور پھر کبیر صاحب و نانک صاحب وغیرہ سنتوں کی تشریف آوری سے مُلک میں یگیہ کرموں کے بجائے بھگتی مارگ کی کریاؤں کی لہر چلنے لگی۔ تواریخ شاہد ہے کہ خود غرض اور حریص انسان ہر ملک و زمانہ میں پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جب کبھی ان کمبختوں نے محسوس کیا کہ مذہب کی آڑ میں مطلب براری ممکن ہے تو فوراً مذہب کی چادر اوڑھ لی۔ چنانچہ اِن موذیوں نے مذہب کی ہر لہر کے زمانہ میں اپنی سوارتھ سِدّھی کے لئے حسب موقع جال پھیلائے۔ اور یگیہ کرموں کے اعلےٰ فلسفے۔ اپنشدوں کے نرمل اُپدیش اور فیلسوفوں کی بے حد مفید تحقیقات گیتا کے روح افزا سندیش اور سنتوں کی بے نظیر رُوحانی تعلیم میں بلاتکلّف آمیزش کرکے عوام کو راہِ مستقیم سے گمراہ کیا۔ چونکہ فی زمانہ سائنس کا زور ہے اور تعلیم کی اشاعت سے لاکھوں کروڑوں انسان اس قابل ہو گئے کہ ہیں کہ اپنے نفع و نقصان اور جہل و علم میں تمیز کر سکیں قدرتاً ان خود غرض حریصوں کی داخل کی ہوئی ملاوٹیں نگاہ میں آکر مذہب کے لئے نفرت پیدا کرا رہی ہیں۔ کچھ اِس وجہ سے اور کچھ اِس وجہ سے کہ سچے مذہبی رہنماؤں کی تعلیم عام فہم یا مروّجہ زبانوں میں نہ ہونے کے باعث لوگ اس کے اصلی معنی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ نیز کچھ اِس وجہ سے کہ بہت سے کام جن سے در اصل مذہب کا کوئی واسطہ نہ تھا۔

اور جنھیں لوگوں نے خواہ مخواہ مذہبی دائرے میں گھسیٹ لیا تھا (مثلاً بیماری۔ مری۔ اور جنگ میں مدد۔ کھیتوں کی آبپاشی کے لئے بندوبست وغیرہ) سائنس کی مختلف شاخوں نے سنبھال لئے ہیں آج کل دنیا مذہب سے لاپرواہ ہو رہی ہے۔ بیچارہ مذہب (انسان کا قدیم رفیق) پکار رہا ہے کہ اللہ کوئی اُس کے چہرے کی گرد صاف کر دے تاکہ دنیا کو اُس کی اصلی صورت نظر آنے لگے اور عوام اسکی حقیقت سے باخبر ہو کر اپنے زاویۂ نگاہ و خیالات میں مناسب تبدیلی کر کے زندگی کو مفید اور پُرلطف بنا سکے۔

۱۱۳۔ جب حضور رادھاسوامی دیال کی چرن شرن دھارن کرنے پر مجھے مذہب کی اصلی تعلیم کی سمجھ آئی اور اُسکی خوبیوں اور دُنیا کے مذہبوں کی اصلی تعلیم میں بیّن مشابہت کا پتہ چلا۔ تو دل باغ باغ ہو گیا من نے بار بار یہی کہا کہ سچا مذہب تو نہ کسی پرانی مذہبی تعلیم کا کھنڈن کرتا ہے نہ کسی مذہبی پیشوا کا نرادر۔ مجھے محسوس ہوا کہ سب سنسار ایک بڑا پریوار یا کنبہ ہے۔ اور سبھی جیو کُل مالک کے کرپا پاتر ہیں۔ سنسکاروں کے اختلاف سے لوگوں کے خیالات میں اختلاف ہے۔ لیکن سب کا قدم آگے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر دُنیا کے معمولی حاکم اپنا حکم منوا کر ہی چھوڑتے ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کل مالک کی وہ منشا جسے پورا کرنے کے لئے اُس نے سرشٹی رچی۔ پوری نہ ہو۔ چونکہ کل مالک دیا کا بھنڈار ہے۔ اس لئے اُس کی سرشٹی رچنے کی غرض سوائے پرم دیالتا کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ اور پرم دیالتا کے معنی جیووں یا سُرتوں کی بہتری کے علاوہ کوئی دوسرے نہیں ہو سکتے اس لئے سمجھ آئی کہ اگر کل مالک نے رچنا سچ مچ سُرتوں کی بہتری کے لئے رچی ہے تو چار و ناچار سب جیووں کو اسی سمت میں قدم بڑھانا ہو گا۔ اس کے علاوہ تجربے سے معلوم ہوا کہ سب لوگوں کے اندر پرمارتھ کے لئے یکساں قابلیت نہیں ہے۔ مثلاً بعض اشخاص کل مالک کی ہستی میں عقیدہ لانے سے قاصر ہیں۔ بعض من و سُرت میں تمیز کرنے سے۔ بعض آدھیاتمک سادھن یعنی رُوحانی اشغال کرنے سے۔ اِس لئے قدرتاً ان کے مذہبی زاویۂ نگاہ میں فرق ہونا چاہیئے۔ یہ ضرور ہے کہ کُل مالک کے دیا بھرے قوانین یہ کسر بھی دُور کرنے کے لئے مناسب انتظام کریں گے۔ لیکن اس کے لئے وقت چاہیئے۔ اِدھر اپنے من میں اِس قسم کے

خیالات چکر لگاتے تھے اُدھر رادھا سوامی دیال کا یہ اُپدیش گوش زد ہوا کہ جو شخص سچے دل سے کسی بھی طرح کی پرمارتھی کارروائی کر رہا ہے کرنے دو۔ اگر کوئی پتھر یا دھات کی مورتی کو بھگوان سمجھ کر پوجتا ہے پوجنے دو۔ تم اپنا گیان سُنا کر اُسے ہم خیال نہیں بنا سکتے۔ کیونکہ اُس میں اتنی قابلیت ہی نہیں ہے۔ اگر تم زبردستی سے کام لوگے تو تمہاری باتوں سے متاثر ہو کر وہ اپنی موجودہ پرمارتھی کارروائی میں ڈھیلا پڑ جائے گا[1]۔ اور مولانا روم کے حسب ذیل اشعار پڑھکر تو یہ بات مستقل طور ذہن نشین ہو گئی ہے

موسیا آدابِ دانا دیگراند سوختہ جان و رواناں دیگراند

تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

۱۱۴۔ نہایت خوشی کا مقام ہے کہ ست سنگ منڈلی کا بچہ بچہ مذکورہ بالا خیالات سے آشنا ہے۔ اسی لئے نہ تو رادھا سوامی ست سنگ میں پرچارکوں کی بھرتی ہے نہ کسی کو عام طور پر پرچار کرنے کی اجازت جب کسی شخص کے سنسکار کافی پک جاتے ہیں تو خود بخود اس کے اندر پرمارتھ میں قدم بڑھانے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اُسے اپنی سابقہ پرمارتھی کارروائی پھیکی وادنے محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہ حالت نمودار ہوتے ہی وہ جگیاسو بن کر اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگتا ہے۔ رادھا سوامی ست سنگ میں دستور ہے جب کوئی ایسا جگیاسو ست سنگ میں آتا ہے تو ست سنگ کے ادھشٹھاتا اُس کے روبرو سچے پرمارتھ کے بھید یا رہسیہ بیان کرتے ہیں۔ اور اُسے پورا موقع دیتے ہیں کہ اپنی شنکائیں پیش کر کے سمادھان کرا دے۔ اس دستور العمل کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں جگیاسو جو کسی وقت سکھ مذہب۔ سناتن دھرم یا آریہ سماج سے تعلق رکھتے تھے۔ رادھا سوامی دیال کی چرن سرن میں آگئے اور ست سنگ کی تحریک نے رفتہ رفتہ کافی زور پکڑ لیا۔ ست سنگ کا یہ حال دیکھکر چاہیئے تو یہ تھا کہ دوسری مذہبی جماعتوں کے پریمی رادھا سوامی دیال کے اُپدیش کی اصلیت اور ست سنگ کی ترقی کا راز جاننے کی خواہش کرتے۔ لیکن افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ بجائے اس کے بعض نے دُور

[1] ۔ عیسائی، مسلمان و آریہ بھائیوں کے ایک دوسرے کا مذہب کھنڈن کرنیکا عام طور یہی تو نتیجہ ہوا ہے۔

بیٹھے بیٹھے رادھاسوامی مت کے پُوجیہ بزرگوں اور رادھاسوامی مت کی تعلیم پر کیچڑ پھینکنے کا مذموم شیوہ اختیار کر لیا ہے۔

۱۱۵۔ سناتنی بھائیوں کی شکایت یہ ہے کہ رادھاسوامی مت رام و کرشن کی نندا کرتا ہے اور مُورتی پوجا کا وِرودھی ہے۔ آریہ سماجی بھائیوں کی شکایت ہے کہ یہ مت مُردم پرستی و ناستکتا سِکھلاتا ہے۔ اور ویدوں کو الہامی پُستکیں سویکار نہیں کرتا۔ اور رادھاسوامی کو برہم سے بڑا بتاتا ہے۔ سِکھ بھائیوں کی شکایت ہے کہ ست سنگی اپنے گورو کو ایشور کا درجہ دیتے ہیں۔ اور گورو گرنتھ صاحب کے شبدوں کے پاٹ کے بجائے کانوں کی گھوں گھوں سننے کو سُرت شبد یوگ کہتے ہیں۔ دیوسماجی بھائیوں کی شکایت ہے کہ یہ لوگ فرضی خدا میں اعتقاد دِلا کر عوام کو گمراہ و پریشان کرتے ہیں۔ قادیانی حضرات کی شکایت ہے کہ رادھاسوامی مت اسلام کی بیخ کنی کرتا ہے۔ غرضیکہ ہر کوئی شکایت ہی شکایت کرتا ہے لیکن کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ اگر رادھاسوامی مت سچ مچ ناستکتا سِکھلاتا ہے تو دیوسماج کے مندر میں تو گھی کے چراغ جلنے چاہئیں؟ اور اگر یہ مت رادھاسوامی کو برہم سے بڑا درجہ دیتا ہے تو برہم کی ہستی سے تو مُنکر نہیں ہے؟ اور اگر زندہ گورو کی مہما کرتا ہے تو گورو نانک و دیگر سِکھ گورو صاحبان کے اِرشادات ہی کی تائید کرتا ہے۔ اور سب سے بڑھکر افسوس کی بات یہ ہے کہ اِن کرم فرماؤں کو یہ کوئی نہیں سمجھاتا کہ تم ایک مرتبہ ست سنگ میں جا کر سنو تو سہی آیا ویدوں یا قرآن مجید کے ارشادات کے خلاف تعلیم دی جاتی ہے یا موافق۔ اِن بھُولے بھائیوں کے مذکورہ بالا اعتراضات کے مفصل جوابات اِس کتاب کے حصۂ دویم میں دئے گئے ہیں۔ یہاں اُن کے اطمینانِ خاطر کے لئے اِس قدر واضح کر دیا جاتا ہے کہ رادھاسوامی مت کی تعلیم نہ کسی مذہب کی اصلی تعلیم کا کھنڈن کرتی ہے۔ نہ کسی بُزرگ کی توہین۔ رادھاسوامی مت کا کام مذہبی تعلیم کی تکمیل ہے یعنی جو کچھ کسی وقت آپ کے بزرگوں نے سِکھلایا تھا اور جو سالہا سال کی آمیزش سے گندلا ہو گیا اس کی خالص شکل میں۔ اور جو کچھ عوام کے ادھکار کی کمی کے باعث اُس وقت سِکھلایا نہ جا سکا تھا۔ اُس کی صاف و صریح الفاظ میں تشکیل ہے۔ رتّی کم

نہ ماشہ زیادہ۔

۱۱۶۔ مذہب سے لاپروائی و نفرت کرانے والے متعدد بواعث کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے۔ اُن کے علاوہ ایک اور باعث قابلِ ذکر ہے اور وہ ملکِ رُوس کا مذہب کے خلاف جہاد ہے۔ ہمارے مُلک کے رہنے والوں میں یہ ایک عام کمزوری ہے کہ مغرب کی ہر بات بلا حیل و حجّت مفید مان کر اپنا لیتے ہیں چنانچہ ان دنوں اکثر نوجوان روسی پراپگنڈا میں مستعمل الفاظ و فقرات دہراتے نظر آتے ہیں۔ تواریخ بتلاتی ہے کہ رُوسی قوم مدت دراز سے فرماں روایانِ مُلک کے آہنی پنجہ کی گرفت سے بیزار تھی۔ اُن کے ایما سے مذہب کی آڑ میں رعایا پر دن رات ناگفتہ بہ مظالم ہوتے تھے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں جب روس کو شکست ملی تو زار کی طاقت کو زبردست دھکا لگا۔ اور مُلک بھر میں بغاوت پھیل گئی۔ کچھ دنوں بعد زار اور اُس کے گھرانے کے سب لوگ چُن چُن کر تہ تیغ ہوئے اور مزدوروں اور کسانوں کی حکومت قائم ہوئی۔ چنانچہ اب یہ لوگ پشتہا پشت کے مظالم کی یاد کر کے مذہب کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔

۱۱۷۔ جن شخصوں کو اِن دِنوں رُوس کی سیاحت کا موقع ملا ہے بیان کرتے ہیں کہ اب خود شہر ماسکو میں جہاں چند ہی سال گذرے گرجا گھروں کی رونق و تزک و شان کا کوئی حساب نہ تھا۔ خاک اُڑتی ہے۔ ماسکو کے سب سے بڑے گرجا گھر Temple of the Saviour کا سُنہرا گنبد اُڑا دیا گیا اور مناسب تبدیلیوں کے بعد عمارت سوویٹس کے دفتر کے لئے وقف کر دی گئی۔ روسی لیڈروں کا عقیدہ ہے کہ جب تک مذہب کا جو ہمیشہ شخصی حکومت کا غلام رہا ہے شخصی حکومت کی طرح قلع قمع نہ ہو جائے گا رعایا کو امان نہ ملے گا۔ اُن کی کوشش ہے کہ مُلک کے اندر صرف اجناس پیدا کرنیوالے Producers رہیں۔ اور اصلی حکومت انھیں کے ہاتھ رہے۔ اور ان کے سر پر کوئی دوسری طاقت از قسم خدا۔ فرشتے وغیرہ مسلط رہنے نہ پائے۔ چنانچہ مُلک بھر حکومت کی باگ ڈور و اقتدار کے لئے جنگ میں مصروف ہے اور اب حالت یہ ہے کہ ایک طرف سیاسی طاقت و ضروریات کی افواج صف آرا ہیں اور دوسری طرف

شکستہ حال گرجا گھر ہیں۔ اور دن رات یک طرفہ گولہ باری ہو رہی ہے۔

۱۱۸۔ مذہب کا اوّل قصور یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ اجازت دیتا ہے کہ انسان روپیہ پیسہ کمائے اور اُسے اپنی و اپنے متعلقین کی آسائش پر صرف کرے۔ آسائش حاصل کرنے کے لئے انسان محلات ودیگر سامانِ آرام زندگی کی تمنا کرتا ہے۔ یہ تمنا پورا کرنے کے لئے آمدنی میں اضافہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ آمدنی میں اضافہ کے لئے غریب مزدوروں پر ناواجب سختیاں کی جاتی ہیں جنھیں غریب مزدور مُہر برلب برداشت کرتے ہیں۔ اور گھُن لگی لکڑی کی طرح آہستہ آہستہ فنا ہو جاتے ہیں۔

۱۱۹۔ مذہب کا دوسرا قصور یہ ہے کہ یہ تحمّل و برداشت اور رحم کے اُپدیش سُنا کر غریب مزدوروں کے دلوں کو اس قدر نرم کر دیتا ہے کہ اُن کے اندر اپنے دُکھ دینے والوں کو ایذا پہنچانے اور اُن کا مزاج درست کرنے کا خیال تک نہیں اٹھتا نتیجہ یہ کہ وہ چُپ چاپ اُن کے مظالم برداشت کرتے ہیں اور جیتے جی نرک بھوگتے ہیں۔ اور سرمایہ دار بے خوف رنگ رلیاں مناتے ہیں۔

اِن دو وجوہ کی بنیاد پر سیاسی رہنما کہتے ہیں کہ ہر ایک ذی شعور رُوسی کا اوّلین فرض یہ ہونا چاہیئے کہ اس غلط تعلیم کے منبع یعنی مذہب کے گلے پر چھُری پھیر کر ہی دم لے۔ چنانچہ اپریل ۱۹۲۹ء کو رُوس میں ایک قانون نافذ ہوا ہے جس کی رُو سے حکومت کی طرف سے ہر شخص کو مذہب کے خلاف پراپاگنڈا کرنے کی اجازت دی گئی۔ اور مذہب کے حق میں بولنے والوں کے لئے پابندی لگائی گئی کہ بجز اندرون اُن مکانات کی چاردیواری کے جن کے لئے حکومت اجازت دے کوئی شخص لب کشائی نہ کرے۔ نیز مذہبی جماعتوں کے لئے لازم قرار دیا گیا کہ سوائے پوجا و پرستش کے کاموں کے اور کسی تحریک میں شریک نہ ہوں۔ یعنی اُن کو اب اجازت نہیں ہے کہ حسبِ سابق تعاونی سوسائٹیاں یا سکول کالج وغیرہ جاری کریں۔ اِن تدابیر کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج کل کے رُوسی نوجوان مذہب و خدا کا نام تک لینے کے روادار نہیں۔ اور اُن کے خیالات کی چنگاریاں اُڑ اُڑ کر دوسرے ممالک کے مذہبی خرمنوں کو نذرِ آتش کر رہی ہیں۔

۱۲۰۔ یہ رُوسیوں کی ذہنیت کا حال ہوا۔ اب تصویر کا دوسرا پہلو بھی ملاحظہ ہو۔ جیسے فدائیانِ مذہب اپنی ودوسروں کی سمجھ پر دھرم پُستکوں و رہنماؤں کے فرمانوں کو ترجیح دیتے ہیں اور اس وجہ سے لکیر کے فقیر کہلاتے ہیں۔ ایسے ہی رُوس میں بھی مارکس اور لینن کی تصانیف کی اندھی تقلید ہو رہی ہے۔ جیسے فدائیان مذہب بہشت کے سُکھ کی اُمید اور پادریوں کے اقوال میں اندھ بشواس کرتے ہیں اور بہت سی مذہبی باتوں کو بے چوں وچرا تسلیم کرتے ہیں۔ ایسے ہی بالشویک بھی آئندہ کے سُکھ کی اُمید اور سیاسی لیڈروں کے اقوال میں اندھ بشواس کرتے ہیں اور بہت سی سیاسی باتوں کو بے چوں وچرا تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے رومن کیتھلک عیسائی پادریوں سے اپنے روزانہ گناہ بیان کر کے صفائی قلب حاصل کرتے ہیں۔ ایسے ہی یہ لوگ بھی سوویٹ کے افسروں سے اپنے قصور بیان کرنے کے لئے مجبور کئے جاتے ہیں۔ جیسے مذہبی جنون کے دیوانے دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانے کے لئے بے تکلف کُشت وخون کر ڈالتے ہیں۔ ایسے ہی یہ لوگ بھی اپنے عقائد کی اشاعت کے لئے کُشت وخون کو روا سمجھتے ہیں۔ جیسے ایک دیندار خدا کے حکم کے خلاف کام کرنا گناہ سمجھتا ہے ایسے ہی یہ لوگ بھی جدید حکومت کے منشار کے خلاف کام کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ غرضیکہ اِن لوگوں نے مذہب و خدا کے نام سے تو کنارہ کشی کر لی ہے۔ لیکن وہ سب باتیں جن کے باعث مذہب و خدا کو صلواتیں سُنائی جاتی ہیں۔ اُن کے دلوں میں۔ اُن کے روزانہ بیوہار میں اور اُن کی زندگی میں بجنسہٖ موجود ہیں۔ مانا کہ یہ لوگ مذہب وخدا سے نافر ہیں مگر بالشویزم اُن کا مذہب نہیں تو کیا ہے؟ لینن اُن کا مسیح نہیں تو کیا ہے؟ افسران سُوویٹ اُن کے پادری نہیں تو کیا ہیں؟ اور انقلاب (Revolution) اُن کا خدا نہیں تو کیا ہے؟ کیا دنیا کے کسی مذہب نے عوام سے روسی انقلاب سے بڑھکر جان ومال کی قربانیاں طلب کیں۔ یا جبرًا اپنے احکام کی تعمیل کرائی؟۔

۱۲۱۔ انھوں نے اگر کچھ کیا ہے تو یہ کہ سیاسی آزادی کو مُکتی تسلیم کر لیا۔ سیاسی آزادی کی انجیل اُپدیش کرنے والوں کو مسیحا۔ سیاسی اختیارات کے امانت داروں کو پادری یا پُجاری۔ کشت وخون

کو سادھن اور انقلاب کو خدا۔ ان لوگوں کے لئے دُنیا ہی پرم گتی کا ستھان ہے۔ اور موجودہ زندگی ہی اوّل و آخر زندگی ہے۔ ان سے کوئی کہے کہ جو مظالم و بے عنوانیاں تم مذہب کے سر مڑھتے ہو اُن سے مذہب کا کوئی واسطہ نہیں۔ اُن کے لئے وہ افراد ذمہ دار ہیں جنھوں نے ذاتی اغراض و نفسانی خواہشات پوری کرنے کے لئے تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے سر پر ظلم و ستم روا رکھے۔ انھیں کوئی سمجھاوے کہ کسی مذہب کا پیرو کہلانے سے کوئی شخص سچ مچ اُس کا پیرو نہیں ہو جاتا۔ انھیں کوئی بتلا دے کہ مذہب ہرگز نہیں سکھلاتا کہ کوئی شخص مزدوروں کے گلے کاٹ کر شاہی محلات تعمیر کراوے یا اور سامان ہائے عیش حاصل کرے یا اپنے متعلقین۔ ہم قوم و ہم مُلک کو کسی ظالم کے جور و تعدّی سے ہراساں و پریشاں دیکھکر چپ چاپ بیٹھا رہے۔ خدارا خود غرض و تنگ دل انسانوں کی شرارتوں کے لئے ذمہ دار ٹھہرا کر مذہب کا نرادرمت کرو۔ تمہارا موجودہ خدا اور تمہارے موجودہ منصوبے چند روزہ آتش بازی کے کھیل ہیں۔ ذرا خون ٹھنڈا ہو جانے پر تمہیں محسوس ہوگا کہ تمہارا موجودہ مسیحا۔ تمہارے موجودہ پادری اور تمہارا موجودہ خدا۔ تمہارے پچھلے مسیحا۔ پادریوں اور خدا سے کسی معنی میں بہتر نہیں ہیں۔ تم موجودہ خیالات میں عقیدہ قائم کر کے اپنے اصلی جوہر کو نظر انداز کرتے ہو اور اُس جوہر کے بیدار کرنے کے موقع کا ترسکار کرتے ہو۔ تم نُورِ عالم کے مرکز یعنی اپنے پروردگار سے مُنھ موڑ کر اپنے نفس کی پرستش منظور کرتے ہو۔ اور خالص رُوحانی زندگی سے محروم رہ کر من و اندریوں کے غلام بنتے ہو۔ تم خود غرضوں و نفس پرستوں کی ایجادوں و آمیزشوں کو مذہب سمجھکر مذہب سے نافر ہوتے ہو۔ حضرت مسیح نے کسی وقت پیاسی و ٹھنڈک کے لئے ترستی دُنیا کو برف کی سِل پیش کی تھی۔ لیکن وقت پاکر وہ پگھل گئی اُسکی ٹھنڈک جاتی رہی۔ وہ گرم پانی بن گئی اور کرۂ ہوائی کی بہت سی گرد اُس میں شامل ہو گئی۔ اُس کی اصلی صورت۔ اُس کی ٹھنڈک اور اُس کی نرملتا جاتی رہیں۔ خود غرض اِس میں دُنیوی بھوگوں کی چینی ملا کر تم کو دھوکہ دیتے رہے۔ لیکن گندلا پانی خالص برف کا کام کیسے دے سکتا ہے؟ تم ذرا مُلکِ ہند کی طرف مخاطب ہو اور دریافت

کرو کہ مذہب کا اصلی مفہوم کیا ہے۔ اور جواب پاکر چندے غور کرو اور پھر فیصلہ کرو کہ کس راستہ پر چلنے سے تمہاری دلی آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ یہ راستہ جو تم نے اِس وقت اختیار کیا ہے یقیناً تمہیں ترکستان کی طرف لے جائیگا۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے اعرابی — ایں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

۱۲۲۔ سیاسی رہنماؤں و مذہب سے لاپروا نوجوانوں کے اعتراضات سُن کر رادھا سوامی مت تبسم کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اے عزیزو! اب ذرا سچے مذہب کی بھی سُن لو۔ یک طرفہ فیصلہ کرنا دُرست طریق عمل نہیں ہوتا۔ مذہب تو قدرت کی جانب سے ایک بے بہا عطیہ ہے۔ آج تک جو کچھ تمہیں مذہب کی نسبت بتلایا گیا اور جو کچھ تم نے مذہب کی نسبت سُنا وہ مذہب نہیں ہے۔ مذہب کے لفظی معنی ہیں راستہ۔ مارگ و پنتھ۔ راستہ انسان کو ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچاتا ہے۔ دُنیا ایک تنگ و تاریک مقام ہے۔ انسان کا من خواہشوں سے بھرا ہوا ہے۔ تمہارے انتر کے انتر سچے۔ گہرے اور لافانی سُکھ و آنند کی چاہ قائم ہے۔ دُنیا کے سامان تمہاری اس چاہ کو پورا نہیں کرتے۔ بھوکا راج ہنس جس کی اصلی خوراک موتی ہے تالاب کے کنکروں میں موتی ڈھونڈھتا ہے۔ وہاں موتی کہاں؟ لاچار کنکریاں نگلتا ہے اور دردِ شکم سے چلّاتا ہے۔ یہی تمہارا حال ہے۔ تم دُنیا کے سامانوں کے اندر سچا۔ گہرا اور لافانی سُکھ و آنند تلاش کرتے ہو۔ دنیا کے سامان مثل کنکروں کے ہیں۔ اِن میں سچا سُکھ و آنند کہاں؟ تم لاچار کنکری نگلتے ہو اور درد سے چلّاتے ہو۔ مگر شُکر ہے کہ تمہیں چلّانے کا شعور تو آیا۔ ورنہ اور لوگ تو درد سہتے ہیں اور کنکری پہ کنکری نگلتے ہیں۔ سچّا مذہب وہ راستہ ہے جو کنکروں کے تالاب یعنی دُنیا سے چل کر حقیقی مان سرور یعنی خالص روحانی منزل تک پہونچاتا ہے۔ دنیا و سامان ہائے دُنیا سے ہرگز ہرگز تمہاری آرزو پوری نہ ہوگی۔ تم نے اپنے خیالات۔ مجلسی قواعد و سیاسی آئین میں زبردست تبدیلیاں کی ہیں۔ لیکن کنکر کسی طرح منہ میں ڈالو کنکر ہی رہیگا۔

آخر تمہارا واسطہ من و اندری کے بھوگوں ہی سے رہے گا۔ ایک وقت تھا کہ حکومت نے تمہیں اِن بھوگوں سے جبراً محروم کر رکھا تھا اور اب تمہیں اُن کے بھوگنے کے لئے پوری آزادی مل گئی ہے سو تم اُنھیں بھوگ رہے ہو اور خوش ہو۔ مگر لنگری نگلتے وقت وہ راج ہنس بھی خوش ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تم ضرور دردِ شکم میں مبتلا ہو گے۔ من کا خاصّہ ہے کہ دنیا کے بھوگ نہ ملنے پر اُن کے لئے تڑپتا ہے اور جب وہ کسی مقدار میں پراپت ہو جاتے ہیں مگن ہوتا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد اُس کی اشتہا بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ مقدار کے لئے تڑپنے لگتا ہے۔ وہ بھی پراپت ہو جانے پر اور زیادہ مقدار کیلئے تڑپنے لگتا ہے۔ غرضیکہ اس کی حرص کی کوئی انتہا نہیں۔ یہی حرص تھی کہ جس نے تمہارے فرماں رواؤں کو اس قدر ظالم و خود غرض بنایا۔ یہی حرص ہے جو تمہیں مذہب و خدا سے نافر کر رہی ہے۔ یہی حرص آگے چل کر تمہارا مزاج درست کریگی۔ چونکہ اس حرص میں ایک قسم کا لُطف ہے اسلئے انسان اِسے عزیز رکھتا ہے جب تک انسان کو دنیا کے سامان سے بڑھکر سُکھ اور حرص سے بہتر لُطف حاصل نہ ہو وہ اِنھیں سے لپٹا رہتا ہے اور دُکھی و خوار ہوتا ہے۔ یہی حال تمہارا ہے۔ سچّا مذہب اِن کے مقابلہ رُوحانی آنند و پریم پیش کرتا ہے۔ تم پانچ منٹ کیلئے اپنی توجہ دنیا کے سامان سے ہٹا کر انتر مُکھ کرو اور دس منٹ کے لئے حرص سے ہٹ کر پریم سے الفت کرو! اور دیکھو کہ دونوں میں کتنا فرق ہے۔ انتری روحانی آنند کا شمّہ بھر تجربہ ہوتے ہی اور پریم کے انگ کی جھلک آتے ہی تمہیں یقین ہو جائے گا کہ کس سمت میں چلنے سے تمہاری دلی آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ جو راستہ دُنیا یعنی من و اندریوں کے بھوگ کے مقام سے چل کر اُس مقام پر پہونچتا ہے جہاں تمہاری اور ہر انسان کی دلی آرزو پوری ہو سکتی ہے۔

وہی مذہب ہے

اُس کی ہستی سے اِنکار اپنی ایک جائز و قدرتی خواہش سے انکار ہے اور اس جائز و قدرتی خواہش سے انکار اپنے تئیں نرک کا کیڑا ماننا ہے۔

۱۲۳- اے عزیزو! اُمکنات (Palliatives) کے استعمال سے کوئی روگ دُور نہیں ہو جاتا۔ محض تھوڑی دیر کے لئے دب جاتا ہے۔ تم اُن کے بھروسہ نہ رہو۔ اپنے مرض کا باقاعدہ علاج کراؤ۔ تمہیں پوری اجازت ہے کہ حسب مرضی سیاسی و مجلسی آئین بناؤ۔ لیکن سچّے مذہب سے قدرت کے بے بہا عطیہ کا نرادر نہ کرو۔ خدا کوئی دیو یا بھوت نہیں ہے۔ جس جوہر کا تمہارا آتما بنا ہے اسی جوہر کے مخزن یا بھنڈار کو خدا کہتے ہیں۔ تم چیتن جوہر کی بُوند ہو اور وہ چیتن جوہر کا سِندھ ہے۔ تم چیتن جوہر کی کرن ہو اور وہ چیتن جوہر کا سُورج ہے۔ ہر جزو کا کُل ہوتا ہے۔ تمہارے بِج جوہر کا بھی کل ہے۔

وہی خدا ہے

اُس کی ہستی سے انکار اپنی ہستی سے انکار ہے۔ اور اپنی ہستی سے انکار خودکُشی ہے۔

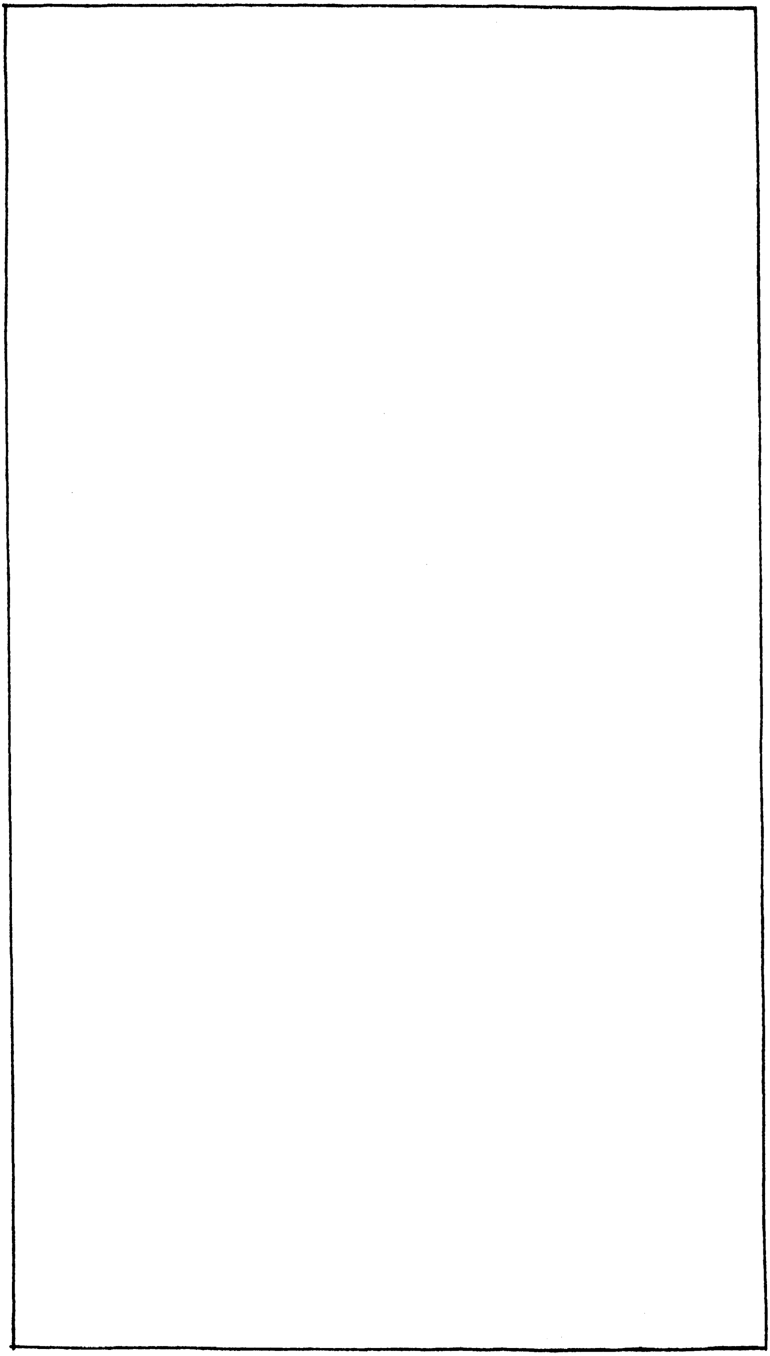

حصّۂ دوم

ستیارتھ پرکاش

حصّہ دُوم

معترضین کی مشکلات

ستگورو بھگتی پر اعتراض

ا۔ دنیا میں بھگتی مارگ کا پرچار زمانہ قدیم سے جاری ہے۔ اور اس وقت بھی اندازاً دُنیا کی $\frac{9}{10}$ آبادی بھگتی مارگ کا دم بھرتی ہے۔ البتہ سب لوگوں کا بھگونت ایک نہیں ہے۔ کوئی رام یا کرشن کی بھگتی کرتا ہے۔ کوئی مسیح یا مریم کی۔ کوئی سِکھ گوروؤں کی بھگتی کرتا ہے۔ کوئی مسلمان پیروں و اولیاؤں کی۔ تواریخ بتلاتی ہے کہ شروع میں انسان کو مرے ہوئے بُزرگوں یعنی پتروں کی پوجا کا شوق پیدا ہوا۔ اس کے بعد دیوتاؤں۔ پھر اوتاروں۔ پیغمبروں و گوروؤں کی پُوجا کا سلسلہ قائم ہوا۔

۲۔ بھگتی کے معنی پریم و شردھا کا اظہار ہیں۔ چنانچہ بھگتی مارگ کے پیرو اپنے بھگونت کے چرنوں

میں کسی نہ کسی شکل میں اِن انگوں کا اظہار کرتے ہیں۔ بھگتی مارگ کے مقابل دوسرا راستہ گیان کا ہے۔ گیان مارگ پر چلنے والے عام طور پر پریم و شردھا کا اظہار نہیں کرتے اور گرنتھوں کا مطالعہ و بچار کرکے مطمئن رہتے ہیں۔

۴۔ رادھا سوامی مت بھگتی مارگ ہے۔ اور اِس مت میں سچّا کُل مالک بھگونت مانا جاتا ہے دوسرے لفظوں میں رادھا سوامی مت انویائیوں کو سچّے کُل مالک کے چرنوں میں پریم و شردھا قائم کرنے کی تلقین کی جاتی ہے۔ لیکن چونکہ سادھارن منشیوں کے لئے اویکت یعنی غائب مالک کے چرنوں میں پریم و شردھا قائم کرنا نہایت دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ اسلئے ہدایت ہے کہ شروع میں پریمی جن زندہ گورو کے چرنوں میں پریم و شردھا قائم کرے۔

۴۔ رادھا سوامی مت میں ستگورو پدوی اُس مہان آتما کو دی جاتی ہے جس کا انتر میں سچّے کُل مالک کے ساتھ براہِ راست تعلق ہو اور جس کے اندر مثل اُن دریاؤں کے جو سمندر سے ملے ہوئے ہوتے ہیں جوار بھاٹا آنے پر سمندر کا پانی آتا جاتا ہے سچّے کُل مالک کی رُوحانی دھار مسلسل آتی جاتی ہو۔

۵۔ چونکہ عام انسان کیلئے کسی دوسرے شخص کی رُوحانی گتی یعنی پہونچ کا جان لینا ناممکن ہے اسلئے کسی پریمی جگیاسو کیلئے سچّے ستگورو کی یکدم پہچان کر لینا بھی ناممکن ہے۔ پریمی جگیاسو کی یہ مشکل حل کرنے کیلئے رادھا سوامی مت میں ہدایت ہے کہ وہ شروع میں ستگورو وقت کو محض بڑا بھائی سمجھے اور اُن کے چرنوں میں صرف اس قسم کے آداب بجا لاوے جو دنیا میں ایک چھوٹا بھائی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ بجا لاتا ہے۔ اور جوں جوں اسے اندرونی تجربے حاصل ہونے پر ستگورو کی اعلیٰ رُوحانیت و رُوحانی گتی کی پہچان آتی جاوے اُن کے چرنوں میں اپنی شردھا و پریم بڑھاتا جاوے اور جس دن اُسے اپنا رُوحانی سروپ ستگورو کا رُوحانی سروپ اور مالک کا نج سروپ ایک نظر آدیں اُس دن اُن کے چرنوں میں پُورن شردھا و پریم قائم کرے۔

۶۔ جب کسی شخص کے دل میں رُوحانی ترقّی۔ آتم درشن۔ یا سچّے مالک سے وصل حاصل کرنیکی چاہ

جاگتی ہے قدرتی طور پر اُس کا دل دنیا سے کسی قدر بیزار ہو جاتا ہے۔ دُنیوی آسائش و بھوگ کے سب سامان میسر رہتے ہوئے بھی اُس کا چت اشانت رہتا ہے۔ اور رہ رہ کر اُس کے دل سے پُکار اٹھتی ہے کہ کوئی ایسا نیک مرد مل جاوے جو اُسے ایسے راستہ یا سڑک پر ڈال دے جس پر چل کر وہ ایک دن اپنی دلی مراد پوری کرے۔ ایسا شخص ہر ایسے مقام پر جہاں سے حصولِ مراد کی ذرا بھی اُمید ہو بھاگ کر جاتا ہے اور چپ چاپ وہاں کا حال چال دیکھتا ہے۔ تلاش کرتے کرتے جب اُسے کسی پرمارتھی سنجوگ سے دلی آرزو پورا ہونے کی کافی امید ہو جاتی ہے وہاں وہ ٹِک کر یا بار بار حاضری دیکر گہرا غوطہ لگاتا ہے اور اطمینان کُلّی ہو جانے پر اپنے تئیں اُس بزرگ کی خدمت میں ادب و دینتا سے پیش کرتا ہے جن کی ذات سے اُس مقام پر روحانی فیض کا سلسلہ جاری ہو۔ اُس وقت اُس کی حالت کم و بیش اُس پیاسے کی سی ہوتی ہے جو عرصہ سے گرمی کی شدّت اور پانی کی قلت سے جاں بہ لب ہو رہا ہے اور جسے تلاش کرتے کرتے کوئی ایسا شخص مل گیا ہے جس کے پاس پانی کا عظیم ذخیرہ ہے اور جو اُسے اپنے ذخیرہ سے خاطر خواہ پانی دینے کے لئے تیار ہے۔ غرضیکہ سچّے ستگورو کے چرنوں میں رسائی حاصل ہونے پر پریمی جن اپنی دلی آرزو پورا ہونے کی امید میں کمال ادب، شردھا و پریم کے ساتھ پیش آتا ہے اور وقتاً فوقتاً انتری دیا دسہارے کے پرچے پاکر بار بار اُن کے چرنوں میں سرنگوں ہوتا ہے۔ جب کسی قدر صفائی قلب حاصل ہونے پر اُسے انتر میں گورو مہاراج کے نورانی سروپ کا درشن پراپت ہوتا ہے تو سرور و آنند میں بھر کر وہ اپنا تن من و دھن اُن کے قدموں میں نثار کرنے کے لئے مُستعد ہو جاتا ہے۔ ایسے تجربوں کے بعد اُسے گورو مہاراج بڑے بھائی کے بجائے رُوحانی باپ۔ روحانی پیشوا و رُوحانی دوست نظر آتے ہیں۔ اور اُس کے دل میں بار بار امنگ اٹھتی ہے کہ جو کچھ بھی قیمت مطلوب ہو ادا کر کے ایک بار اُن کے نُورانی سُروپ کا سپرش کرے۔ لیکن چونکہ اِس نعمتِ عظٰے کے حصول کے لئے گہری صفائی اور خاص درجہ کی رُوحانی بیداری مطلوب ہے۔ اِس لئے وہ تڑپ تڑپ کر رہ جاتا ہے اور مرغِ بسمل کی طرح اپنے دن کاٹتا ہے۔

۷۔اگر پچھلے زمانہ کے کسی سادھ، سنت یا فقیر کے کلام کا ملاحظہ کیا جاوے تو پریمی جگیاسو کو مذکورہ بالا بیانات کی تائید میں جابجا ارشادات ملینگے۔ نیز اُسے ذرا سا غور کرنے پر سمجھ میں آجائے گا کہ کسی سچّے پریمی پر مذکورہ بالا حالتوں کا گذرنا کوئی غیر قدرتی بات نہیں ہے۔ بیماری یا مشکل کے وقت کسی حکیم یا حاکم سے حسبِ منشاء یا امید سے بڑھکر مدد حاصل ہونے پر انسان اپنے محسنوں کے لئے کیا کچھ نہیں کرڈالتے؟ اور دشوار گذار پہاڑی مقامات سے سُورج کے طلوع و غروب کے دل خوش کُن نظارے دیکھنے یا عشق مجازی کے زیرِ اثر اپنے محبوب کی نزدیکی حاصل کرنے کے لئے کیا کیا پریشانیاں برداشت نہیں کرتے؟ لیکن جن لوگوں کو آرام کی زندگی پسند ہے اور جنہوں نے جیسے تیسے زندہ رہنا زندگی کا نصب العین قائم کیا ہے۔ اُن کو نہ تو جانبازوں کی دلیرانہ کارروائیاں اچھی لگتی ہیں اور نہ ہی پریمی جنوں کا اظہارِ عقیدت پسند آتا ہے۔ وہ اپنی بے لطف و پھیکی زندگی کے لطف کے چٹخارے لیتے ہوئے جانبازوں، پریمی جنوں اور اُن کے مشیروں و رہنماؤں کی نسبت نہایت نامناسب الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

۸۔اس میں شک نہیں کہ دنیا میں سینکڑوں ایسے اشخاص ہوئے جنھیں کوئی رُوحانی خصوصیت حاصل نہ تھی اور جنھوں نے روحانی بزرگوں کی نقل اُتار کر یعنی اُن کے سے ظاہری اسباب مہیا کرکے اپنی دُنیوی اغراض پورا کرنے کے لئے سادہ لوح عوام کو نقصان عظیم پہونچایا اور فی زمانہ بھی اس طرح کے بہت سے لوگ ہوسکتے ہیں جنھیں رُوحانی فیض پہونچانے کی قُدرت قطعی حاصل نہ ہو۔ لیکن جن میں شردھا قائم کرکے ہزاروں سیدھے سادے لوگ اپنے روپیہ پیسے و بیش قیمت وقت کا نقصان کرتے ہوں۔ لیکن اِن دھوکہ بازوں کی وجہ سے یا اُن کی مثال نگاہ میں رکھکر سچّے سادھ سنت و مہاتماؤں میں دوش دیکھنا اور سچّے متلاشیانِ حق کو سخت و سُست کہنا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔

۹۔اُوپر کے بیانات سے واضح ہوگا کہ بھگتی مارگ ایک آسان و پُرلطف راستہ ہے لیکن اس مارگ پہ کامیابی کے ساتھ قدم بڑھانے کے لئے سچّے رہنما کی اشد ضرورت ہے۔ اور سچّے رہنما کی عدم موجودگی

میں یہ بغایت خطرناک ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے رادھا سوامی مت میں کمال زور سچے ستگورو کی تلاش پر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی انسان کی تمام عمر بھی سچے ستگورو کی تلاش میں صرف ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اُس کی یہ کوشش رائگاں نہ جائیگی بلکہ سادھن میں شمار ہوگی۔ ایسی کوشش کے بعد جب اُسے سچے ستگورو کے چرنوں میں رسائی حاصل ہوگی تو اُس کی اُن کے چرنوں میں پریت و پرتیت ایسی مضبوط و مستحکم قائم ہوگی کہ اُسے کبھی اپنے قدم پھسلنے کا ناخوشگوار تجربہ اٹھانا نہ پڑے گا۔

۱۰۔سوال۔ستگورو کے چرنوں میں ادب و آداب اور اُن کے احسانات کے لئے شکرانہ بجا لانا تو بیجا نہیں ہے۔ لیکن رادھا سوامی مت میں اُن کی بھگتی پر اِس قدر زور کیوں دیا جاتا ہے؟ رادھا سوامی مت کی پُستکوں میں لکھا ہے :-

پرتھم سیڑھی ہے گورو بھگتی　　گورو بھگتی بن کاج نہ رتی

پرتھم سیڑھی بھگتی گورو کی　　دوسر سیڑھی بھگتی نام کی

گورو بھگتی بن شبد میں پچتے　　سو بھی مانش مُورکھ جان ۔ وغیرہ وغیرہ

جواب۔ یہ قطعی دُرست ہے کہ رادھا سوامی مت میں گورو بھگتی پر کمال درجہ کا زور دیا جاتا ہے اور اس کی خاص وجہ ہے۔ رادھا سوامی مت کرنی کا مت ہے اور کرنی کے معنی عمل ہیں۔ عام طور لوگ اپنی مذہبی کُتب یا اپنے پیشواؤں کی تعلیم و تلقین پڑھ سُن یا سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ وہ سچے پیرو اپنے مذہب کے بن گئے۔ مگر رادھا سوامی مت بتلاتا ہے کہ جیسے حلوا بنانے کی یُگتی محض پڑھ سُن یا سیکھ لینے سے نہ کسی شخص کا مُنہ میٹھا ہو جاتا ہے نہ پیٹ بھر سکتا ہے۔ اسی طرح کسی مذہب کی تعلیم محض پڑھ سُن و سمجھ لینے سے کسی کو اُس مذہب کی منزلِ مقصود حاصل نہیں ہو سکتی۔ مثلاً رادھا سوامی مت کی منزلِ مقصود سچے مالک سے وصل ہے۔ اب غور فرمائیے کہ اِس پرم گتی کے پراپت ہونے کی یُگتی کا محض علمی گیان حاصل کر لینے سے کسی پریمی جن کو سچے مالک سے وصل کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اسلئے رادھا سوامی مت میں زور

دیا جاتا ہے کہ پریمی جن عمل یعنی انتری سادھن کو اہمیت دے اور اُس کی مدد سے اپنے شریر و من کو زیادہ اپنی روحانی قوتوں کو بیدار کر کے اپنے اندر سچے مالک سے وصل کا ادھکار پیدا کرے۔ اور چونکہ ستگورو بھگتی انتری سادھن میں مددگار ہوتی ہے اِس لئے اِس مت میں ستگورو بھگتی کو اِس قدر اہمیت دی گئی ہے۔

۱۱۔ **سوال**۔ کیا یہ دریافت ہو سکتا ہے کہ ستگورو بھگتی سے باہری و انتری کیا اور کیسے مدد ملتی ہے؟

جواب۔ ضرور دریافت ہو سکتا ہے۔ چونکہ ستگورو کا اپنے من و اِندریوں پر پورا قابو ہوتا ہے اور ان کی توجہ ہر وقت مالک کے چرنوں میں جُڑی رہتی ہے اور اُن کا ہردیہ مالک کے پریم سے لبریز ہوتا ہے اس لئے اُن کی صحبت میں رہنے اور اُن کا اثر اپنے اوپر لینے سے جگیاسو کے دل میں من و اِندری بس میں رکھنے۔ توجہ مالک کے چرنوں میں جوڑنے اور مالک کے لئے پریم و شردھا جگانے کا شوق جاگتا ہے اُن کے اُپدیش سننے و اُن کی چال ڈھال نہارنے سے اُس کے دل سے دُنیا کی محبت کم ہوتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ وہ دنیا کے سب آسروں سے منھ موڑ کر ستگورو کی طرح مالک کے چرنوں کا آسرا اختیار کرتا ہے۔ اُن کے ساتھ پریم و پریت کا رشتہ قائم کرنے سے پُرانے راجسی و تامسی سوبھاؤ دُور ہو کر اس کے اندر ستگورو کے سے ستوگنی بھاؤ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اُن کی ناراضی کے خوف و اُن کی خوشنودی کے شوق کی وجہ سے جگیاسو کا من بہت کچھ سیدھا رہ کر برتتا ہے۔ پریم و پریت کا رشتہ کسی قدر مضبوط ہو جانے پر پریمی جن کے ہردیہ میں ستگورو کی مُورت بس جاتی ہے اور پاک محبت کے جوش زن ہونے پر اُس کے لئے سمرن و دھیان یعنی ابتدائی انتری ابھیاس کمانا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ اوّل (چوتھا ایڈیشن) مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی کے صفحات ۴۳ و ۴۴ پر گورو امر داس صاحب کی نسبت مرقوم ہے "ایک روز چند سکھوں نے اُن سے پوچھا کہ سِکھ

یعنی مُرید کو کس طریقہ پر قائم رہنا چاہیئے۔ تب انھوں نے فرمایا کہ مُرید اپنے گورو یعنی مرشد کے حکم پر ہمیشہ مثل صدف کے (جو ابر نیساں کے قطرہ کو اپنے دل میں رکھکر موتی بنا لیتا ہے) عمل کرے۔ اور ہمیشہ علی الصباح پچھلی رات کو اُٹھکر اپنے گورو کا جپ کرے اور گورو کی شکل کا دھیان کرکے اپنے دل کو قائم کرے........ اور سوائے اپنے گورو کے اور کسی دیوی۔ دیوتا۔ پیر پیغمبر کی خوشامد و مِنّت اپنے نفع کے واسطے نہ کرے"۔

۱۳۔ علاوہ بریں پتنجلی مہاراج کے یوگ سوتروں میں ارشاد ہے "ویت راگ وشیم وا چتم"۔ (سوتر نمبر ۳۷ پاد پہلا) "یتھا ابھی مت دھیانا دوا"۔ (سوتر نمبر ۳۹ پاد پہلا) یعنی دنیا کی محبت سے پاک پُرشوں کا دھیان کرنے سے نیز جس میں جِس کا پریم ہے اُس کا دھیان کرنے سے من کو ستھرتا پراپت ہوتی ہے۔

۱۴۔ مذکورہ بالا حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ دل کو قائم یعنی من کو ستھر کرنے کے لئے ستگورو سروپ کا دھیان ایک موزوں سادھن مانا گیا ہے۔ گورو امرداس جی کا ارشاد تو بالکل صاف ہی ہے۔ پتنجلی مہاراج تجویز فرماتے ہیں کہ من ستھر کرنے کے لئے دنیا کی محبت سے پاک پُرشوں کا یا جس میں جِس کا پریم ہے اُس کے سُروپ کا دھیان کرنا چاہیئے۔ یہ ظاہر ہے کہ ستگورو سے زیادہ اور کوئی ہستی دنیا کی محبت سے پاک نہیں ہو سکتی اور اگر جگیاسو کا اُن کے چرنوں میں پریم بھی قائم ہو تو پھر تو ستگورو سروپ کا دھیان کرنے میں یکدم دونوں سادھن بن جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا پاک محبت کے جوش زن ہونے پر یہ ابھیاس نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ سمرن و دھیان کا ابھیاس کچھ عرصہ درستی و کامیابی سے بن پڑنے پر ابھیاسی کے من و سُرت انتر میں چھٹے چکّر پر جو کہ انسانی جسم میں رُوح کی نشست کا مقام ہے سمٹنے لگتے ہیں لیکن چونکہ شروع میں اِس مقام پر ابھیاسی کی حالت محض ایک نوزائیدہ بچّے کی سی ہوتی ہے اِس لئے وہ اِس مقام پر زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتے۔ وہ وہاں سے بار بار نچلے مقامات کی طرف گِرتے ہیں۔ اور ابھیاسی کے اندر کشمکش کی سی حالت قائم ہو جاتی ہے۔ مگر جیسے کسی کمرے میں جس کی حرارت بہت کم ہے۔ جلتی آگ کی انگیٹھی رکھ دینے سے اُس کی حرارت میں یکدم اضافہ کر دیا جاتا ہے ایسے ہی اِس حالتِ کمزوری

میں ستگورو وقتاً فوقتاً ابھیاسی کے اندر اُس کی رُوح کی نشست کے مقام پر اپنی روحانی دھار رواں فرما کر اُس کی رُوحانیت میں اضافہ کر دیتے ہیں اور جیسے سُورج کی کرن کسی آتشی شیشہ کے ذریعہ فوکس کرنے پر ایک چھوٹا سا سُورج زمین پر قائم ہو جاتا ہے جو آسمان پر چمکنے والے اصلی سورج کا نمونہ ہوتا ہے اسی طرح گورو مہاراج کی رُوحانی دھار ابھیاسی کی رُوح کی نشست کے مقام پر فوکس ہونے سے اُس کے انتر میں چھوٹے پیمانہ پر اُن کا نورانی سروپ پرکٹ ہو جاتا ہے۔ اُس سروپ کے پرکٹ ہوتے ہی نہ صرف ابھیاسی کے من و سُرت رُوح کی نشست کے مقام پر پُورے طور سے اکتّر ہو جاتے ہیں بلکہ اُن کا رُخ اُس سے اُوپر کے استھان کی جانب ہو جاتا ہے۔ اور اِس طرح مقام مقام پر مدد پا کر ابھیاسی کی سُرت اعلیٰ رُوحانی مقامات پر رسائی حاصل کرتی ہے۔ جب کسی مقام پر ابھیاسی کی روحانیت میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے اُس کی سُرت اُس مقام پر بیدار ہو جاتی ہے اور انتری شبد کی مدد سے وہ رفتہ رفتہ روحانیت کی سب سے اُونچی منزل پر پہونچ کر سچے کل مالک سے وصل حاصل کر لیتی ہے۔

۱۵۔ چھاندوگیہ اُپنشد کے چھٹے پرپاٹھک کے چودہویں کھنڈ میں ستگورو مہما کے متعلق ذکر آتا ہے۔ فرمایا ہے " جیسے ہے سومیہ[۱] ۔ کوئی پُرش کسی پُرش کو قندھار سے آنکھیں باندھکر لے آئے اور اُس کو نرجن[۲] جنگل میں چھوڑ دے۔ جیسے وہ وہاں پورب پچھم۔ اتّر۔ دکھن کی طرف گھومتا ہوا پکار کرے کہ مجھے آنکھیں باندھکر لایا گیا ہے۔ اور باندھی ہوئی آنکھوں سے چھوڑ دیا گیا ہے (۱)۔ اِس پر جیسے کوئی پُرش اُس کی پٹی کھول کر بتلائے کہ اس دشا کی طرف قندھار ہے تم اِس دشا کو چلے جاؤ۔ وہ یدی[۳] وِدّوان اور سمجھ والا ہے تو ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کا راستہ پوچھتا ہوا نسندیہ[۴] قندھار پہونچ جائیگا۔ ٹھیک اِسی طرح یہاں بھی وہ پرش جس کو آچاریہ[۵] مِل گیا ہے وہ اُس (ست) کو جان لیتا ہے۔ اُس کے لئے اُتنی دیر ہی دیر ہے جب تک وہ دیہہ سے نہیں چھوٹے گا۔ تب وہ ست کو پراپت ہوگا۔ وغیرہ۔ (ترجمہ پنڈت راجہ رام پہلا

---

[۱] اے عزیز! [۲] جہاں کوئی انسان موجود نہ ہوں۔ [۳] اگر۔ [۴] بلا شبہ۔ [۵] ستگورو۔

ایڈیشن صفحہ ۲۴۰)"

۱۶۔ واضح ہو کہ ٹھیک اِسی اصول پر رادھاسوامی مت سکھلاتا ہے کہ پُورے ستگورو کی شرن پراپت ہونے پر پریمی جن کے لئے مالک سے وصل حاصل کرنا محض تھوڑے عرصہ کا معاملہ رہ جاتا ہے۔

ستگورو مہما

۱۷۔ دنیا میں جتنے بھی بھگتی مارگ جاری ہیں اُن میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس میں ستگورو کی مہما پُرزور الفاظ میں بیان کر کے اُن کی تعظیم۔ سیوا و بھگتی کے لئے اُپدیش نہ کیا گیا ہو۔ یہ ضرور ہے کہ مہما بیان کرتے وقت کہیں الفاظ گورو و ستگورو استعمال کئے گئے ہیں۔ کہیں سادھ سنت۔ برہم گیانی۔ ہری جن۔ پیر مُرشد وغیرہ اور بعض جگہ تو صیغہ مُتکلّم یعنی الفاظ "میں" "میرا" "میری" سے کام لیا گیا ہے۔ مگر حیرت کا مقام ہے کہ آج کل وہ اصحاب جو اپنے تئیں بھگتی مارگوں کے پیرو کہتے ہیں۔ اِس ضمن میں رادھاسوامی مت کی تعلیم پر حرف گیری کرتے نظر آتے ہیں۔

۱۸۔ گورو کے لفظی معنی اندھیرے میں پرکاش کرنے والا یعنی ششیہ کو روشنی دینے والا ہیں۔ چونکہ ہر دُنیوی علوم پڑھانے والا بھی شاگرد کو ایک قسم کی روشنی دیتا ہے اس لئے یہ لفظ دُنیوی علوم پڑھانے والے کے لئے بھی مستعمل ہے۔ لیکن لفظ ستگورو صرف برہم ودّیا یعنی علمِ رُوحانی سکھلانے والے ہی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم ذیل میں دوسرے مذاہب کے مُستند گرنتھوں سے متعدد حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ جن کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ ستگورو کی مہما تعظیم و سیوا کے متعلق جو کچھ رادھاسوامی مت میں اُپدیش کیا گیا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔

۱۹۔ اوّل اپنشدوں کو لیجئے۔ مُنڈک اُپنشد میں آتا ہے "پر یہ نوکائیں (کشتیاں) جو گیہ رُوپی ہیں اٹھارہ ۱۸۔ جن میں گیان سے نچلے درجہ کا کرم تبلایا گیا ہے۔ جو موڑھ (نادان) اسی کو پرم کلیان جانکر

پرشنسا (تعریف) کرتے ہیں وہ پھر بھی جرا اور مرتیو (زوال اور ناش) کو پراپت ہوتے ہیں .... کرموں سے جو لوک لابھ کئے جاتے ہیں اُن کی پریکشا کرکے (اُن کی ناشمانتا کو جان کر) برہمن کو چاہیئے کہ اُن اچھاؤں سے ویراگیہ کو پراپت ہو۔ کیونکہ وہ جو اکرت یعنی قائم بالذات ہے وہ کرت یعنی کرم سے نہیں پراپت کیا جاتا اِس کے جاننے کے لئے برہمن کو ہاتھوں میں سمدھا[۱] لے کر ایک ایسے گورو کے پاس جانا چاہیئے جو شروتریہ اور برہم نِشٹھ یعنی برہم کا جاننے والا اور برہم میں ایکاگرچت یعنی برہم سے واصل ہو۔"

(مُنڈک اُپنشد پہلا مونڈک دوسرا کھنڈ شلوک ۱۲ و ۱۲)

۲۰۔ اسی طرح شوتیاشُوتر اُپنشد میں فرمایا گیا ہے کہ جس کی پرماتما میں پرم بھگتی ہو اور جیسی پرم بھگتی پرماتما میں ہو ویسی ہی گورو میں ہو۔ ایسے مہاتما ہی کو اِس اُپنشد کے اُپدیش سمجھ میں آوینگے۔ دیکھو چھٹا ادھیائے شلوک ۲۳۔

۲۱۔ اب منوسمرتی کے دوسرے ادھیائے کو لیجئے۔ فرمایا ہے:۔

شاگرد ہر روز سبق کے آغاز و اختتام پر دونوں ہاتھ سے گورو کے چرنوں کو چھوئے اور گورو کی آگیا کا پالن کرے۔ (شلوک ۷۱)۔ جو لوگ بِنا گورو کے وید کو سُن سُنا کر سیکھتے ہیں وہ وید کے چور ہیں کیونکہ وید کا ارتھ ٹھیک ٹھیک گورو کے بغیر نہیں آسکتا۔ اور وید کے غلط ارتھ لگانے والا نرک میں جاتا ہے (شلوک ۱۱۶)۔ جس سے لوکک گیان یا ویدک گیان یا برہم گیان سیکھے اُس کو پہلے پرنام کرے (شلوک ۱۱۷)۔ انگرا کے بیٹے نے اپنے چچا کو وید پڑھایا اور بیٹا کہا۔ اس وجہ سے کہ گیان میں بڑا تھا۔ وہ چچا خفا ہوکر دیوتاؤں سے پوچھنے گیا۔ دیوتاؤں نے جواب دیا کہ اس لڑکے نے ٹھیک کہا کیونکہ جو کچھ نہیں جانتا وہ بالک کہلاتا ہے اور جو منتر دیتا ہے وہ باپ کہلاتا ہے (شلوک ۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳) جسم و زبان و عقل و حواس و دِل کو قابو میں رکھ کر ہاتھ جوڑے ہوئے گورو کو دیکھتا ہوا سامنے کھڑا رہے (شلوک ۱۹۲) گورو کے سامنے ایسا طریقہ اختیار

---

[۱] لفظی معنی لکڑیاں۔ یہ شاگردی اختیار کرنے کی نشانی ہے۔

کرے کہ جیسا گورو بھوجن کرے اُس سے ادنیٰ درجہ کا بھوجن آپ کرے۔ اور جیسا کپڑا گورو پہنے اُس سے کم درجہ کا کپڑا آپ پہنے۔ جیسی صورت سے گورو ہیں اُس سے کمتر صورت آپ رہے (شلوک ۱۹۴) گورو بیٹھے ہوں تو آپ کھڑا ہو کر اور گورو کھڑے ہوں تو آپ چل کر اور گورو چلتے ہوں تو آپ سامنے جاکر اور گورو دوڑتے ہوں تو آپ بھی پیچھے دوڑ کر گفت و شنید کرے۔ (شلوک ۱۹۶) گورو کے پاس ششیہ کا بستر اور آسن نیچے ہی ہونے چاہئیں۔ اور گورو کے دیکھتے حسب من پسند ہاتھ پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے (شلوک ۱۹۸) جہاں گورو کا سچّا یا جھوٹا عیب کہا جاتا ہو یا بدگوئی ہوتی ہو وہاں اپنے کان بند کر لے یا وہاں سے اُٹھ جائے (شلوک ۲۰۰) گورو کا سچّا یا جھوٹا عیب کہنے سے گدھا اور نندا کرنے سے کتّا ہوتا ہے۔ اور گورو کی بڑائی نہ سہہ سکنے سے بڑا کیڑا ہوتا ہے۔ (شلوک ۲۰۱) گورو کے گورو کو بھی مثل اپنے گورو کے جانے اور بغیر حکم گورو کے اپنے مُلک سے آئے ہوئے چچا وغیرہ کو پرنام نہ کرے (شلوک ۲۰۵)۔ اشنان کرانا۔ اُبٹن لگانا جُوٹھا کھانا۔ پاؤں دھونا۔ یہ سب کام گورو کے بیٹے کے نہ کرے ارتھات گورو ہی کے کرے (شلوک ۲۰۹) جو برہم چاری شریر تیاگ کرنے تک گورو کی سیوا کرتا ہے وہ بلا محنت انیاشی برہم لوک کو پاتا ہے۔ (شلوک ۲۴۴)۔

۲۲۔ اب سِکھ مذہب کے شری گرنتھ صاحب کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ فرمایا ہے:۔

میرے من گور بِج وڈ اور نہ کوئے — دُوجا تھاؤں نہ کوئی سُوجھے گور میلے سچّے سوئے

سگل پدارتھ تِس ملے جن گور ڈِٹھا جائے — گور چرنی جن من لگا۔ سے وڈ بھاگی مائے

گور داتا سمرتھ گور۔ گورسب میں رہیا سمائے — گور پرمیشر پار برہم گور ڈُبدا لئے ترائے

سادھ کی مہما وید نہ جانہہ — جیتا سُنے تیتا بکھیانہہ

سادھ کی سوبھا سادھ بن آئی — نانک سادھ پربھ بھید نہ بھائی

گورسمرتھ گورنرنکار گور اُچا اگم اپار گوروکی مہما اگم ہے کیا کتھے کتھن ہار
گورکرتا گورکرن ہار گورمکھ سچی سوئے گورتے باہر کچھ نہیں گورکیتا لوڑے سو ہوئے

گوروکی بھگتی کرے کیا پرانی برہمے اندر مہیش نہ جانی
تیرا انت نہ جائی لکھیا اکتھ نہ جائی ہر کتھیا،
نانک جن کو ستگور ملیا تن کا لیکھا نبڑیا ہو

انتر گور وار ادھنا جہوا جپ گور ناؤں ہو
نیتری ستگور پیکھنا سترو نی سُننا گور ناؤں
ستگورسیتی رتیاں۔ درگہ پائیے ٹھاؤں
کہہ نانک کرپا کرے جس نون اہیہ وتھ دے جگ ماہہ اُتم کاڈھیے ورلے کیئی کے (شلوک محلہ ۵)

۲۳-گور وارجن صاحب فرماتے ہیں انتر میں گوروکو آرادھو یعنی انتر میں گوروکی یاد کرو اور زبان سے گوروکا نام اُچارن کرو۔ آنکھوں سے ستگوروکا درشن کرو۔ اور کانوں سے گوروکا نام سُنو۔ جو ستگورو کے ساتھ رت ہوجاتا ہے یعنی گہرا پریم کرتا ہے۔ اُس کو مالک کے دربار میں جگہ ملتی ہے۔ مگر جس جیو پر مالک کرپا کرتا ہے اُسی کو یہ وستو ملتی ہے۔ جگت میں اِس بخشش کے لائق ادھکاری جیو کوئی ورلے ہی ہوتے ہیں۔ اور دیکھیے:۔

گورمکھ نادنگ گورمکھ ویدنگ گورمکھ رہیا سمائی گور ایشر گور گورکھ برہما گور پاربتی مائی

--- (جپ جی صاحب پوڑی ۵)

برہم گیانی جس کرے پربھو آپ برہم گیانی کا بڈ پرتاپ

برہم گیانی کو کھوجے مہیشور　　　نانک برہم گیانی آپ پرمیشور
برہم گیانی کا انت نہ پار　　　نانک برہم گیانی کو سدا نمسکار
برہم گیانی سب سرشٹ کا کرتا　　　برہم گیانی سد جیوے نہیں مرتا
برہم گیانی مکت جگت جیو کا داتا　　　برہم گیانی پورن پُرکھ بدھاتا
برہم گیانی اناتھ کا ناتھ　　　برہم گیانی کا سب اُوپر ہاتھ
برہم گیانی کا سگل اکار　　　برہم گیانی آپ نرنکار

(سکھمنی صاحب اشٹ پدی (۸

کوئی آن مِلا دے میرا پریتم پیارا، ہوں تِس پہ آپ وِکائی۔ درشن ہر دیکھن کے تائی
کرپا کرے تاں ستگور میلے۔ ہر ہر نام دھیائی (۱)　　رہاؤ
تن من کاٹ کاٹ سب ارپی۔ وچ اگنی آپ جلائی
پکھا پھیری پانی ڈھوواں۔ جو دیوے سو کھائی،
الکھی کا ڈھہ ڈھری چوناتل سب دھرتی ہم[۵۱] مت[۵۲] پائی
دار وار جائی گور اوپر۔ پلے پیری سنت منائی
نانک وچارا بھیا دیوانہ۔ ہر تو درشن کے تائی　　سوہی محلہ (۴)

۲۴۔ اب شریمد بھگوت گیتا کو لیجیے۔ ملاحظہ ہو ادھیائے ۱۷ شلوک ۱۴۔ فرمایا ہے:۔
دیوتاؤں۔ برہمنوں۔ گوروؤں اور داناؤں کی پوجا۔ پاکیزگی۔ راست بازی۔ برہم چریہ اور اہنسا یعنی کسی کو دُکھ نہ دینا۔ شریر کے تپ (زہد جسمانی) کہلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ملاحظہ ہو ادھیائے ۱۸ شلوک ۶۴ تا ۶۶: اے ارجن میرا پرم بچن ایک مرتبہ پھر سن لو جو نہایت پوشیدہ راز کی بات

[۵۱] چل کر [۵۲] سمجھ۔

ہے۔ چونکہ تم مجھے دل سے پیارے ہو اِس لئے تمہارے فائدے کے لئے میں اسے دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔ اپنے من کو مجھ میں گلا دو۔ میرے بھگت بنو۔ میری پُوجا کرو۔ مجھے نمسکار کرو تم ضرور مجھ سے واصل ہو گے۔ میں تمہیں اپنا بچن دیتا ہوں۔ تم میرے پیارے ہو۔ سب دھرموں کو تیاگ کر تم صرف میری شرن دھارن کرو۔ میں تمہیں سب پاپوں سے چھڑا دوں گا۔ اس کی مطلق فکر نہ کرو۔"

یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ کرشن مہاراج برہم کا اوتار تھے اور وقت کے گورو تھے۔

۲۵۔ اب دو چار کلام فقراء کے پیش کئے جاتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا گو نشیں اندر حضورِ اولیا

جو مالک سے وصل کیا چاہتا ہے اُس کے لئے مناسب ہے کہ اولیاء کے حضور میں جا کر بیٹھے یعنی انکاست سنگ کرے۔

ہمنشینی ساعتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ۔ اولیا کے حضور میں ایک گھڑی حاضر رہنا سو برس کی پاک زندگی سے بہتر ہے۔

در بشر رُو پوش کردست آفتاب فہم کُن واللہ اعلم بالصواب

ترجمہ۔ ستگورو کیا ہیں؟ انسان کے اندر سورج چھپا ہوا ہے۔ تو پہچان کر اور اللہ درستی و راستی کو خوب جانتا ہے۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز من نہ گنجم ایں یقیں داں اے عزیز
در دل مومن بگنجم ایں عجب گر مرا خواہی ازاں دلہا طلب

ترجمہ۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں کسی اونچے و نیچے مقام پر نہیں بستا ہوں۔ میں نہ زمین پر رہتا ہوں نہ آسمان پر نہ عرش پر۔ اے عزیز تو اِس بات کو سچ مان۔ میں مومن یعنی بھگت کے دل میں نواس کرتا ہوں۔ اگر تو مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو وہاں سے طلب کر۔

اولیا اطفالِ حق اند اے پسر حاضری و غائبی اندر نظر

ترجمہ۔ بیٹا! اولیا رمالک کے بچے پُتر ہوتے ہیں اور ظاہر و باطن مالک کی اُن پر نظر رہتی ہے۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر ہست پُر از فتنہ و خوف و خطر

ترجمہ۔ تو سگورو کی شرن لے۔ بغیر سگورو کی مدد کے اِس سفر میں تجھے بہت سی مصیبتوں اور خطروں کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

ہیچ نکُشد نفس را جُز ظلِّ پیر دامن آں نفس کُش را سخت گیر

ظلِّ پیر اندر زمیں چوں کوہِ قاف رُوح او سیمرغ و بس عالی طواف

پس برو خاموش باش از انقیاد زیرِ ظلِّ امرِ شیخ و اوستاد

ترجمہ۔ نفس یعنی من کو سوائے سگورو کے سایہ کے اور کوئی طاقت ناش نہیں کر سکتی۔ اس لئے تجھے چاہیئے کہ اُس نفس کُش کا دامن مضبوطی سے پکڑے۔ سگورو کا سایہ (جسم) کوہِ قاف کی طرح رہتا ہے۔ لیکن اُن کی رُوح سیمرغ کی طرح اونچے آسمان پر چکر لگاتی ہے۔

پس جا اور فرمانبردار بن کر سگورو پورے کے چرنوں میں چپ چاپ بیٹھ۔

از حدیث اولیا نرم و دُرشت تن مپوشاں زانکہ دینت راست پُشت

ترجمہ۔ اولیا کے بچنوں سے چاہے وہ سخت ہوں یا نرم منہ مت پھیر۔ کیونکہ اُن سے تیرا اعتقاد مضبوط ہو گا۔

۲۶۔ اب دیکھئے کبیر صاحب کیا فرماتے ہیں:۔

گورو کو کیجئے ڈنڈوت کوٹ پرنام کیٹ[۵۱] نہ جانے بھرنگ[۵۲] کو گورکریں آپ سمان

گورو کو مانش جانتے چرنامرت کو پان[۵۳] تے نر نرکے جائینگے جنم جنم ہوئے سوان[۵۴]

۵۱ کیڑا۔ ۵۲ ایک جانور جس کی نسبت مشہور ہے کہ کیڑوں کو اپنا شبد سنا کر اپنے جیسا بنا لیتا ہے۔ ۵۳ پانی۔ ۵۴ کتا۔

یہ تن بِش[51] کی بیلری گورامرت کی کھان　　　سیس دئے جو گور ملیں تو بھی سستا جان

گور سے گیان جو لیجئے سیس دیجئے دان　　　بہتک بھوند[52] وبہہ گئے راکھ جیوا بمان

گور کو سر پر راکھئے چلئے آگیا مانہہ　　　کہیں کبیر تا داس کو تین لوک ڈر ناتہہ

جو کامن[53] پر دے رہے سُنے نہ گور کی بات　　　سو تو ہوگی سُوکری[54] پھرے اوگھاسے گات

وستو کہیں ڈھونڈے کہیں کِہہ بدھ آوے ہاتھ　　　کہیں کبیر تب پائیے جب بھیدی لیجئے ساتھ

بھیدی لیا ساتھ کر دینی وستو لکھائے　　　کوٹ جنم کا پنتھ تھا پل میں پہونچا جائے

کبیر گور کی بھگت کر تج بشیا رس چوج[55]　　　بار بار نہیں پائی ہے مانش جنم کی موج

جا کھوجت برہما تھکے سُر نر مُنی دیوا　　　کہیں کبیر سُن سادھوا کر ستگورو سیوا

سادھ ملے صاحب ملے انتر رہی نہ ریکھ　　　منسا باچا کرمنا سادھو صاحب ایک

الکھ پُورش کی آرسی سادھو ہی کی دیہہ　　　لکھا جو چاہے الکھ کو انھیں میں لکھ لیہہ

سادھو آوت دیکھ کر من میں دھرے مروڑ　　　سو تو ہوسی چوہڑا بسے گاؤں کے چھور

سادھن کے میں سنگ ہوں انت کہوں نہیں جاؤں　　　جو موہے اپنے پریت سے سادھن مکھ ہوئے کھاؤں

سادھ ملیں یہ سب ٹلیں کال جال جم چوٹ　　　سیس نواوت ڈھے پڑے اگھ پاپن کی پوٹ

ستگورو سیوا

۲۷۔ جو دلائل و حوالہ جات پیش ہوئے اُن سے یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ ستگورو کی تعظیم۔ سیوا و بھگتی سچے دل سے کرنی چاہیئے۔ مگر یہ صاف نہیں ہوتا کہ کیا کیا سیوا کرنی چاہیئے۔ اب اسی کا بیان کرتے ہیں۔

[51] زہر [52] بیوقوف۔ [53] استری۔ [54] سُندری۔ [55] دُنیا کے سامان کی بہار۔

۲۸۔ سیوا چار قسم کی ہے۔ تن من۔ دھن۔ اور سُرت سے۔ پریمی جن اِن میں سے جو سیوائیں پسند آ دیں کر سکتا ہے۔ اپنے جسم کو ستگورو کی سیوا میں استعمال کرنا تن کی سیوا ہے۔ مثلاً کنوئیں سے پانی بھرنا۔ مٹی کھودنا وڈھونا۔ کپڑے دھونا۔ چرن دبانا وغیرہ۔ من میں ستگورو کے لئے پریم و شردھا کے خیالات اُٹھانا اور اُن کو اور ان کی سنگت کو سُکھ پہونچانے کی تجاویز سوچنا من کی سیوا ہے۔ اپنا روپیہ ستگورو و سنگت کی ضروریات کے لئے پیش کرنا دھن کی سیوا ہے۔ انتر میں اُن کے نام و روپ کا آرادھنا اور شبد ابھیاس کرنا سُرت کی سیوا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ سنت مت میں سیوا کا اصول دُنیوی اغراض پورا کرنے کی غرض سے قائم نہیں کیا گیا بلکہ پریمی جن کے اندر سچی دینتا و شردھا پیدا کرنے اور اُس کے من کی چنچلتا و ملینتا دُور کرنے کی غرض سے جاری کیا گیا ہے۔ چنانچہ رادھا سوامی مت میں بتلایا جاتا ہے کہ اہنکار تعریف یا خود غرضی کا خیال لے کر جو کام کیا جائے وہ سیوا کا پھل نہیں دیتا۔ اِس لئے سمجھدار ست سنگی آپا و خود غرضی چھوڑ کر سیوا کرتے ہیں۔ آپا و خود غرضی چھوڑ دینے پر پریمی جن و ستگورو میں دوئی کا بھاؤ نہیں رہتا۔ اور بقول من تو شدم تو من شدی۔ من تن شدم تو جاں شدی۔ تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری۔ پریمی جن ستگورو سروپ دھیان میں رکھتے ہوئے سیوا کے لئے اپنا تن۔ من۔ دھن استعمال کرتا ہے اور اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ جو کچھ ارشاد ہو اُس کی دل و جان سے تعمیل کی جاوے۔ مگر ستگورو بقول سشیہ کو ایسا چاہیئے گورو کو سربس دے۔ گورو کو ایسا چاہیئے سشیہ کا کچھو نہ لے۔ سشیہ سے کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتے اور اس کو ایسی سیوا کے لئے ارشاد فرماتے ہیں جس میں اُس کی یا دوسروں کی بھلائی ہو۔ اور بقول۔ گورو آگیا سے جو سشیہ کرئی۔ سو کرتوت بھگتی پھل دئی۔ اس طریق عمل سے سشیہ کے دل میں بھگتی انگ دن بدن تیز ہوتا جاتا ہے۔ تواریخ بتلاتی ہے کہ سشیوں نے ستگورو بھگتی کے جذبے کے زیرِ اثر ستگورو کی کسی قسم کی سیوا کرنے میں تامّل نہیں کیا۔ اور موقع پڑنے پر خوشی اپنے تن من و دھن کو ستگورو کے چرنوں پر نثار کر دیا۔ اور دنیا کی طعن و تشنیع کی پروا نہ کرتے ہوئے آخری

دم تک سچّے پریمی کا سا برتاؤ کیا۔

۲۹۔دی سکھ ریلیجن (The Sikh Religion) مصنّفہ مسٹر مکالف جلد ۲ کے صفحہ ۹۰ پر مرقوم ہے۔گورو امرداس جی نے جیٹھا کو جواب دیا۔" اگر تم تمام دنیا کی خواہشات چھوڑ کر آئے ہو تو تم کو سچی بادشاہت ملے گی۔تم کام کرو اور سیوا میں لگو۔اِس طرح مالک کے دربار میں باریابی ملتی ہے۔جیٹھا اِس برتاؤ سے جو گورو صاحب نے اُس کے ساتھ کیا بہت خوش ہوا۔اور فوراً گورو صاحب کی سیوا میں لگ گیا۔وہ گورو صاحب کے رسوئی گھر میں کھانا بناتا تھا۔وہ گورو صاحب کا جسم دباتا تھا۔پانی بھرتا تھا جنگل سے جلانے کے لئے لکڑیاں لاتا تھا۔اور جب اِن کاموں سے فرصت پاتا تھا تو باؤلی کے کھودنے میں مدد دیتا تھا۔وہ کبھی اپنے آرام کا خیال نہ کرتا تھا۔اور نہ کبھی تھکتا تھا۔" کچھ دنوں بعد یہ صاحب گورو رامداس کے نام سے مشہور ہوئے اور سکھ پنتھ کے چوتھے گورو بنے۔اِس کے علاوہ اِسی کتاب کے صفحات ۴۰ و ۴۱ پر مندرج ہے کہ گورو انگد صاحب کے پاؤں میں ایک ناسور تھا جس کی وجہ سے آپ کو جب تب بہت درد ہوتا تھا۔ایک رات جبکہ اُس میں سے مواد نکل رہا تھا گورو صاحب نے امرداس جی سے شکایت کی کہ درد کی وجہ سے اُنھیں نیند نہیں آتی۔امرداس جی نے بلا تامّل اپنا مُنہ ناسُور پر رکھا اور اُسے چوسنے لگے۔گورو صاحب کو اِس عمل سے فوراً آرام آگیا۔اور بعدازاں بعد رات بھر استراحت فرمائی۔پھر گورو صاحب نے امرداس جی سے فرمایا کہ کوئی بر مانگو۔امرداس جی نے عرض کیا آپ اِس ناسور سے کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں؟ میں یہی بر مانگتا ہوں کہ اپنی غیب کی شکتی استعمال کر کے اِس ناسُور کو دُور فرمائیے۔گورو صاحب نے جواب میں آسا کی وار کا بارھواں شلوک سُنایا۔اور فرمایا دکھ میں مالک کی یاد ہوتی ہے اور من دین رہتا ہے۔

۳۰۔علیٰ ہذالقیاس مسٹر جارج سیل کے قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں صفحہ ۳۷ پر مرقوم ہے:۔اس جگہ یہ ظاہر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ اُس وقت مُسلمان پیغمبر صاحب کی کیسی

بعید از قیاس تعظیم کرنے لگے تھے......... سفیر نے بیان کیا کہ اُسے رُوما و ایران کے بادشاہوں کے دربا روں میں جانے کا اتفاق ہوا تھا لیکن جس درجہ کی تعظیم محمدؐ صاحب کے صحابہ کرتے تھے ایسی تعظیم کسی شاہزادے کی دیکھنے میں نہیں آئی۔ کیونکہ جب پیغمبر صاحب نماز ادا کرنے کے لئے وضو کرتے تھے صحابی دوڑ کر استعمال شدہ پانی اُٹھا لیتے تھے۔ اور جب پیغمبر صاحب تھوکتے تھے وہ فوراً اُسے چاٹ لیتے تھے اور جب ان کا کوئی موئے مُبارک گِر جاتا تھا وہ بڑی تکریم سے اُٹھا لیتے تھے۔

۳۱۔ تواریخ گورو خالصہ حصہ اوّل مصنفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی مطبوعہ ۱۹۲۳ء کے صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے "ایک روز گورونانک صاحب نے امتحاناً ایک مُردہ کی لاش کو دریا کے کنارہ پر دیکھکر حکم دیا کہ جو شخص ہمارے قول پر اعتبار رکھتا ہے وہ اِس مُردہ کو کھاوے۔ یہ سُن کر سب خاموش رہ گئے۔ کسی نے جُرأت نہ کی مگر انگد صاحب نے فوراً حُکم کی تعمیل کی۔ روایت ہے کہ جب گورو انگد جی کھانے کو گئے تو وہ اُن کو کڑاہ پرشاد کی لذّت کا معلوم ہوا۔"

۳۲۔ اِس کے علاوہ گورو گوبند سنگھ صاحب کے پانچ پیاروں اور سمرتھ رامداس جی کے شاگرد رشید سیوا جی کے کارناموں و جاں نثاریوں کا حال اِس قدر مشہور عام ہے کہ اُس کا یہاں بیان کرنا بے سُود ہے۔

پرشاد۔ چرنامرت وغیرہ

۳۳۔ پچھلے حوالہ جات میں پرشاد۔ چرنامرت وغیرہ کا اکثر ذکر آیا ہے۔ اب یہ بیان کرتے ہیں کہ اِن سے کیا فائدہ متصوّر ہے۔

۳۴۔ جبکہ یہ طے ہو چکا کہ سنگورو ظاہر میں تو معمولی انسان ہوتے ہیں لیکن انتر میں اُن کا آتما بیدار ہوتا ہے۔ اور اُن کا سچے کُل مالک سے براہ راست تعلّق رہتا ہے۔ تو یہ سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ جس شریر کے اندر آتما چیتن ہے اور سچے کُل مالک کی پرم پوتر رُوحانی دھار ہر وقت رواں ہے اس کا روم روم پرم پوتر

اور روحانیت سے لبریز ہوتا ہے۔ اور اگر کسی گندے شخص کے چھو دینے سے کپڑے۔ مٹھائی وغیرہ گندے ہو جاتے ہیں اور کسی کی خراب درشٹی پڑنے سے اُن میں خراب اثر آجاتا ہے تو ستگورو کے سپرش کر دینے یا درشٹی ڈال دینے سے اُن چیزوں میں اُن کی اعلیٰ رُوحانیت و پرم پوترتا کا اثر بھی آجاتا ہوگا۔ یا جیسے کسی ایسے تار کو چھونے سے جس میں برقی قوت رواں ہے ہمارے اندر برقی قوت سرایت کر جاتی ہے ایسے ہی کسی چیز کا اُن کے پاک وجود سے سپرش ہونے پر چھونے والی چیز کے اندر اُن کی رُوحانی قوت بھی سرایت کر جاتی ہوگی۔ اِس وجہ سے وہ پریمی جن جو یہ اُصول سمجھتے ہیں اور جن کو سچے ستگورو سے ملنے پر اُن کی پرکم پہچان آجاتی ہے وہ اُن کی استعمال کردہ اشیاء کی قدر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جیسا مندرجہ بالا حوالہ جات میں بیان ہوا پریمی جن اُنکے تھوک۔ اُن کے زخم کی پیپ۔ اُن کے چرنودک اور وضو کے پانی کو بھی متبرک خیال کرتے ہیں۔ مہاتماؤں کے سپرش ہوئے یا استعمال کئے ہوئے پھلوں، مٹھائیوں اور پانی کو تو تمام دُنیا بطور تبرک استعمال کرتی ہے۔

۳۵۔ گورو گیتا مطبوعہ کاشی میترالیہ پہلا اُیڈیشن کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے:۔

गुरोः पादोदकं पानं गुरोरुच्छिष्ट भोजनं ।
गुरोर्मूर्तेः सदा ध्यानं गुरुस्तोत्रं सदा जपः ॥

اور اس شلوک کا حسبِ ذیل نظم میں ترجمہ کیا ہے:۔

نِت پرتی گور چرنودک[۱] پیوے　　　گور اُچھشٹ[۲] اَسنو[۳] کر جیوے
سرو کال گور مورت دھیاوے　　　گور سُتتی جپ کے سُکھ پاوے

اور صفحہ ۱۷ پر ایک سنسکرت شلوک لکھکر حسبِ ذیل ترجمہ پیش کیا ہے:۔

گور اُچھشٹ پرشاد کو کا ہو کو نہیں دے　　　گور آگیا تیاگے نہ تو چار پدارتھ[۴] لے

---

۱ چرنامرت۔ ۲ جوٹھا۔ ۳ کھا کر۔ ۴ دھرم۔ ارتھ۔ کام و موکش۔

۲۶- اِن سے بڑھکر وہ اُپدیش ہے جو چھاندوگیہ اُپنشد کے پانچویں پرپاٹھک کے چوبیسویں کھنڈ میں فرمایا گیا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۱۳ ہندی ترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی۔اے۔وی کالج لاہور مطبوعہ ۱۹۱۰ء) یہ بتلاکر کہ ویشوانر کے اُپاسک کے پاس جو کھانا پہلے پہل آوے۔ وہ ہوم کی سامگری ہے۔ اور اُس کا کھانے کا لقمہ منہ میں ڈالنا ہوم کی آہوتی ڈالنا ہے اُپنشد کے مصنّف فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی اِس وِدّیا کو جانے بنا اگنی ہوتر کرتا ہے تو وہ ہوم ایسا ہے۔ جیسے کوئی انگاروں کو ہٹا کر راکھ میں ہوم کرے۔(۱) ہاں وہ جو اُس کے سچّے تاتپریہ[1] کو جان کر اگنی ہوتر کرتا ہے تو اُس کا یہ ہوم دارتھات اَنّ کھانا) سارے لوکوں میں۔ سارے پران دھاریوں میں اور سارے آتماؤں میں ہوجاتا ہے۔(۲) اور جیسے سرکنڈے کی اُوپر کی روئی اگنی میں ڈالی ہوئی جل جاتی ہے اِس طرح اُس کے سارے پاپ جل جاتے ہیں۔ جو اگنی ہوتر کے اس سچّے تاتپریہ کو جانتا ہوا ہوم کرتا ہے (وا اَنّ کھاتا ہے)[2] (۳)

اِس لئے یدی[3] (اگنی ہوتر کے اس) سچّے تاتپریہ کو جاننے والا اپنا بچا ہوا اَنّ (اُچھشٹ) چانڈال کو بھی دے دیوے تو وہ اُسکے (چانڈال کے دیہہ میں ستھت) ویشوانر آتما میں ہی ہوم ہوگا اس پر یہ شلوک ہے (۴) جیسے بھوکے بچّے (بھوجن کی آسا سے) ماتا کے آس پاس بیٹھ جاتے ہیں۔ اس پرکار سارے پران دھاری (لوگ) اگنی ہوتر کو اُپاستے ہیں۔ ہاں اگنی ہوتر کو اُپاستے ہیں۔" اُپاستے ہیں" کے تحت پنڈت جی نے حسبِ ذیل نوٹ ارقام فرمایا ہے:-

اِس وِدّیا کے جاننے والے کے بھوجن کو دھیان کرتے ہیں کہ کب وہ کھائیگا۔ کیونکہ وِدوان کے بھوجن سے سارا جگت ترپت ہوتا ہے۔ (شنکر آچاریہ)

۲۷- چھاندوگیہ اُپنشد ایک مُستند دھرم پُستک ہے اور جب اُس کے مصنّف کے جو رشی مانے جاتے ہیں عقیدہ کے بموجب برہم درشی مہاتماؤں کا جوٹھا بھوجن چانڈال تک کے آتما پر دھانی

---

[1] مفہوم۔ [2] یعنی بھوجن کرتا ہے۔ [3] اگر۔

اثر ڈالتا ہے) برہمن وغیرہ اونچی ذات وپاک رہنے والے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا؟) تو پھر کسی سادھارن ہندو بھائی کے لئے لب کشائی کا کہاں موقع رہ جاتا ہے؟ اُپنشد کے اُپدیش کے بموجب ویشوانر روپی آتما کو اُپاسنے والا مہاتما دیکھنے میں تو بھوجن کرتا ہے۔ لیکن دراصل وہ ہوم کرتا ہے۔ اُس کا گراس یا لُقمہ گلے سے اُتارنا اپنی جٹھر اگنی میں آہوتی دینا ہے۔ اور جیسا کہ شریمد بھگوت گیتا ادھیائے چار شلوک ۳۱ میں فرمایا ہے۔ "جو لوگ یگیہ کا اُچھشٹ یعنی بچا ہوا پرشاد کھاتے ہیں وہ سناتن برہم سے واصل ہوتے ہیں۔" جو لوگ ایسے مہاتما کا اُچھشٹ استعمال کرتے ہیں وہ یگیہ کا پرشاد گرہن کرتے ہیں اور وہ پرشاد اُن کے آتما میں ہوم ہوتا ہے۔ اور اِس پرشاد میں اتنی زبردست رُوحانیت رہتی ہے کہ ایک چانڈال تک کے آتما میں سرایت کر جاتی ہے۔ حالانکہ مند کرموں و مند سنسکاروں کی وجہ سے اُس کے آتما پر بے شمار غلاف چڑھے رہتے ہیں۔

۳۸۔ پتنجلی منی نے اپنے بھاشیہ میں جو کہ پانِنی مُنی کی اشٹادھیائی پر لکھا گیا ہے اور جو ہندو سماج کا ایک مُستند گرنتھ ہے۔ یہ واضح کرنے کے لئے کہ جب کسی لفظ کی کوئی دوسرا لفظ جگہ لے لیوے یعنی جب کسی ایک لفظ کے بجائے کوئی دوسرا لفظ مُستعمل ہو تو آخر الذکر جسے سنسکرت ویاکرن میں آدیش (आदेश) کہتے ہیں اوّل الذکر کے فعل یعنی ستھانی کاریہ (स्थानिकार्य) اختیار کر لیتا ہے۔ تمثیلاً فرمایا ہے:۔

गुरुवदस्मिन् गुरुपुत्रे वर्तितव्यमन्यत्रोच्छिष्टभोजनात्पादोपसंग्रहणाच्चेति ।
यदि च गुरुपुत्रोऽपि गुरुर्भवति तदपि कर्तव्यं भवति ॥

ترجمہ:۔ گورو کی طرح گورو پُتر کے ساتھ بھی برتاؤ کرنا چاہیئے۔ سب باتوں میں سوائے اُچھشٹ بھوجن کے اور پیر چھُونے کے اور یدی (اگر) گورو پُتر بھی گورو ہووے تو یہ بھی کرنا چاہیئے۔

(ادھیائے پہلا پاد پہلا آہنک ۸ سوتر ۵۳)

۳۹۔ رومن کیتھلک عیسائیوں میں رواج ہے کہ جب کوئی عمارت تعمیر کرتے ہیں تو اُسکی بنیادوں میں ہولی واٹر (Holy Water) یعنی پادری صاحب کا اُنگلیاں ڈبو کر منتر پڑھا ہوا پانی چھڑکتے ہیں۔

۴۰۔ اور انجیل مقدّس میں ایک سے زیادہ جگہ اُن معجزوں و کرامتوں کا ذکر آیا ہے جو حضرت مسیح نے اپنے تھوک کے ذریعہ سے کیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو مرقس کی انجیل باب ۷ آیت ۳۳ و باب ۸ آیت ۲۳ اور یوحنا کی انجیل باب ۹ آیت ۶۔

آیت ۳۳ میں فرمایا ہے۔ اور وہ (حضرت مسیح) اُس کو (ایک بہرے گونگے کا ذکر ہے) مجمع سے الگ ایک طرف لے گئے اور اپنی اُنگلیاں اُس کے کانوں میں ڈالیں۔ اور تھوکا اور اُس کی زبان کو چھوا اور آسمان کی طرف دیکھکر ایک آہ بھری اور کہا "کُھل جاؤ" اور اُس کے کان و زبان کُھل گئے۔

آیت ۲۳ میں بیان ہے "اور اُس نے (حضرت مسیح نے) اندھے آدمی کو ہاتھ سے پکڑا اور اُسے قصبہ کے باہر لے گئے اور اُس کی آنکھوں میں تُھوک کر اور اپنے ہاتھ اُس پر رکھکر پُوچھا کیوں اب دکھائی دیتا ہے۔ اُس نے جواب دیا ہاں میں اب دیکھتا ہوں۔ وغیرہ۔

آیت ۶ میں بیان ہے " اُس نے (حضرت مسیح نے) زمین پر تُھوکا اور تُھوک سے مٹّی کا گارا بنایا اور یہ گارا اندھے آدمی کی آنکھوں پر مل دیا۔ اور اُس کی آنکھوں میں بینائی آگئی۔ وغیرہ "

۴۱۔ اس سلسلہ میں Annals and Antiquities of Rájasthán مصنفۂ لفٹننٹ کرنل جیمز ٹاڈ جلد اوّل مطبوعہ لہری اینڈ کمپنی کلکتہ (Lahiri & Co. Calcutta) ۱۸۹۴ع کے صفحات ۲۱۰ و ۲۱۱ پر میواڑ کی سلطنت کے بانی باپا راول کا حال پڑھنے کے قابل ہے۔ باپا راول جنگل میں ایک سوامی سے جن کا نام ہرتیا ہے۔ ملتا ہے۔ اور اپنا سب ماجرا سُناتا ہے اور آشیرباد لے کر رخصت ہوتا ہے مگر اس کے بعد وہ روزمرّہ سوامی جی کے درشن کو آتا ہے۔ اُن کے پاؤں دھوتا ہے

اور اُن کے لئے دُودھ اور جنگلی پھول لاتا ہے۔ سوامی جی اُسے شِو کی پرستش کا طریقہ سکھلاتے ہیں۔ اور اپنے مت میں قبول کرتے ہیں۔ کچھ دنوں بعد سوامی جی شریر چھوڑنے کا ارادہ کرتے ہیں اور باپا راول کو حکم دیتے ہیں کہ اگلے دن صبح کو ایک مقرّرہ جگہ پر حاضر ہو۔ لیکن باپا راول غفلت کرتا ہے اور وقت مقرّرہ سے کچھ دیر بعد پہونچتا ہے۔ اُس وقت ہرتیا سوامی شریر چھوڑ کر بِمان پر سوار ہو کر آکاش چڑھ رہے تھے۔ اپنے شاگرد کو دیکھ کر اُنھوں نے بِمان کو روک لیا اور باپا کو آشیرباد لینے کی خاطر اُوپر آنے کو کہا۔ باپا کا قد ۲۰ ہاتھ کا ہو گیا لیکن تو بھی وہ بِمان تک نہ پہونچ سکا۔ ہرتیا سوامی نے حکم دیا کہ مُنہ کھولو اور اُس کے مُنہ کھولنے پر سوامی جی نے وہی کچھ کیا جو اُسی زمانہ میں حضرت محمدؐ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے (حضرت محمدؐ نے اپنے لاڈلے نواسہ حُسین ابن علی کے مُنہ میں تھوک دیا تھا) سوامی جی کی اِس حرکت سے باپا کو نفرت ہوئی اُس نے مارے نفرت کے آنکھیں بند کرلیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوامی جی کا پھینکا ہوا تھوک مُنہ کے بجائے اُسکے پاؤں پر گِرا۔ اور باپا راول کو ابدی زندگی کی بخشش کے بجائے یہ بَر ملا کہ اُس کا جسم ہر قسم کے ہتھیاروں کے اثر سے محفوظ رہے۔

۴۲۔ باپا راول کے متعلق یہ داستان کہاں تک دُرست ہے ہم نہیں کہہ سکتے۔ البتہ یہ مشہور عام ہے کہ وہ میواڑ کی سلطنت کا بانی ہوا۔ اُس نے نہایت غریبی و بیکسی کی حالت سے ترقی کرکے یہ عالی رُتبہ حاصل کیا۔ اُسے دُشمنوں سے بار بار جنگ کرنی پڑی اور ہمیشہ فتح اُسی کی ہوئی۔ اُسے یقین تھا کہ اُس کے پسِ پُشت ایک مہاتما کا آشیرباد ہے۔ اُسے ایک مرتبہ کے مُنہ کے تھوک سے واسطہ پڑا۔ اور اُس مہاتما کی یادگار میں ایک لِنگا سوامی کا مندر اب تک موجود ہے۔

۴۳۔ حضرت مسیح و حضرت محمدؐ کی بابت جو کچھ بیان ہوا اُس سے اُن کے پیروان کو انکار نہیں۔ اور گیتا۔ اُپنشدوں سِمرتی۔ مہابھاشیہ۔ سِکھ گوروؤں و دیگر سنتوں کے ارشادات ان بزرگوں کے متعلق روایتوں سے مِلانے پر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مہاتماؤں کے پرشاد۔ چرنامرت وغیرہ میں

ضرور کوئی غیر معمولی اثر رہتا ہے۔ کبیر صاحب کا فرمان ہے:۔ "گور کو مانش جانتے چرنامرت کو پان[1] تے نر
نرکے جائینگے جنم جنم ہوئے سوان[2]" صاف ظاہر کرتا ہے کہ کبیر صاحب کے ست سنگ میں چرنامرت کی
کس قدر رہا تھی۔ بھائی بالا کی جنم ساکھی مطبوعہ مفید عام پریس لاہور کے صفحہ ۲۹۷ پر گورمکھی زبان میں لکھا ہے
"ایک دن شری گوروجی (گورونانک صاحب) کرتارپور اپنے گھر میں آرام سے سوئے ہوئے تھے اور رسوئی
تیار ہوئی۔ رسوئیہ نے ماتاجی کی خدمت میں عرض کی۔ ماتاجی! رسوئی تیار ہے۔ اُس وقت ماتاجی کسی کام میں
مصروف تھیں۔ اُنھوں نے اپنی داسی (نوکرانی) کو کہا گوروجی کو جگالاؤ۔ وہ داسی جاکر گوروجی کو جگانے لگی اور
اُس نے گوروجی کے چرن اپنی زبان سے چاٹنے شروع کئے۔ ایسا کرتے ہی داسی کی دِبیہ درشٹی کھل گئی اور
اُسے اگم نگم نظر آنے لگا۔ اُس نے دیکھا کہ گورو صاحب سمندر کے کنارے کھڑے ہیں اور کسی سکھ کا ڈوبتا
ہوا جہاز پار لگارہے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔

۴۴۔ اس ساکھی کے صحیح ماننے میں شاید کسی کو تامّل ہو۔ لیکن سُکھمنی صاحب کی حسبِ ذیل اشٹ
پدی میں فرمائے ہوئے ارشادات سے تو کوئی منکر نہیں ہوسکتا:۔

چرن سادھ کے دھوئے دھوئے پیو ۔ ارپ سادھ کو اپنا جیو ٭
سادھ کی دُھور کرو اشنان ۔ سادھ اُوپر جائیے قربان
سادھ سیوا وڈبھاگی پائیے ۔ سادھ سنگ ہر کیرتن گائیے
انیک بگھن تے سادھو راکھے ۔ ہر گُن گائے امرت رس چاکھے
اوٹ گہی سنتہ در آیا ٭ ۔ سرب سُکھ نانک تیہہ پائیا۔ اشٹ پدی ۱۵ (۶)

گوروارجن فرماتے ہیں کہ پریمی جن کو چاہیئے کہ سچّے سادھ سنت کے چرن دھوکر پیئے اور اپنا وجود اُن کے
چرنوں میں ارپن کرے۔ یعنی اپنے تن۔ من۔ دھن و سُسرت کو اُن کے حوالہ کرے۔ اُن کے چرنوں کی

[1] پانی۔ [2] کتا۔

دھُول سے اشنان کرکے اپنی دیہہ کو پوتر کرے اور اپنے تئیں اُن پر نثار کرے۔ سچّے سادھ سنت کی سیوا خوش قسمت ہی کو ملتی ہے۔ اُن کے سنگ میں رہ کر مالک کے گُنانوباد گانے چاہئیں۔ اُنکی شرن لینے پر انسان انیک بِگھنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور مالک کے گُنانوباد گا کر امرت رس چکھتا ہے۔ گوروجی فرماتے ہیں۔" جو شخص سنتوں کے درِ دولت پر حاضر ہوکر اُن کی اُوٹ یعنی شرن اختیار کرتا ہے۔ وہ ہر پرکار کے سُکھوں کو پراپت ہوتا ہے"۔ ایسی صورت میں یہ یقین کرنا کہ کسی شخص کو سچّے ستگورو کے چرن سپرش کرنے یا اُن کا چرنودک پینے یا اور کوئی پرشاد گرہن کرنے سے غیر معمولی انتری تجربے حاصل ہو گئے یا غیب کی باتوں کی خبر مل گئی زیادہ مشکل نہیں رہ جاتا۔

۴۵۔ المختصر مختلف مذہبوں کی پُستکوں سے ثابت ہے کہ مہاتماؤں کے پرشاد۔ چرنامرت ولعابِ دہن وغیرہ کی ہمیشہ سے تعظیم ہوتی رہی ہے۔ اور لوگ اُن کے استعمال سے دینی و دنیوی فوائد حاصل کرتے رہے ہیں۔ دلیلوں کو چھوڑ کر اگر مختلف قوموں کے موجودہ رسم و رواج پر نگاہ ڈالی جاوے تب بھی اُوپر کے بیان کی پُورے طور تصدیق ہو جاتی ہے۔ سناتن دھرمی بھائی بتلائیں کہ کسی سادھو یا برہمن کو گورو دھارن کرنے پر وہ کیا رسم ادا کرتے ہیں؟ متھرا و کاشی کے مندروں اور سِکھّوں کے گوردواروں میں ہزاروں روپیہ کی لاگت سے ٹھاکرجی و گوروصاحب کا بھوگ تیار ہوتا ہے۔ اور ٹھاکرجی کے بھگت و سکھ بھائی کمال شردھا و تعظیم سے بھوگ لگنے کے بعد پرشاد استعمال کرتے ہیں۔ اور جگنناتھ جی کا حال تو بچہ جانتا ہی ہے۔ لوگ سینکڑوں روپیہ خرچ کر کے جگنناتھ جی کے مندر میں جاتے ہیں اور جہان بھر کا جُوٹھا بھوجن بخوشی انگی کار کرتے ہیں۔ یہودی۔ عیسائی و مسلمان بھائیوں سے اُن کے تبرکات کا حال پُوچھئے۔ اور تو اور آریہ بھائیوں ہی کو دیکھئے جب کسی چمار یا بھنگی کو شُدھ کرتے ہیں تو اُسکے ہاتھ سے حاضر الوقت لوگوں میں پرشاد تقسیم کراتے ہیں۔

۴۶۔ علاوہ بریں دیکھئے خود سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش میں کیا لکھا ہے۔ دسویں سملاس میں صفحہ ۲۷۹[۵۱]

[۵۱] تیرھواں ہندی ایڈیشن۔

پر اوّل شودر کے ہاتھ سے کھانا کھانے کے متعلق سوال اُٹھایا گیا ہے۔ اور پھر اُس کا جواب دیا گیا ہے۔" (پرشن) شودر کے چھوئے ہوئے پکے اَن کے کھانے میں جو دوش لگاتے ہیں تو اُس کے ہاتھ کا بنایا کیسے کھا سکتے ہیں؟ (اُتر) یہ بات کیول کلپت[ل۵] جھوٹی ہے۔ کیونکہ جنھوں نے گڑ۔ چینی۔ گھرت۔ دودھ۔ پشان[ل۶]۔ شاک پھل مول کھایا۔ **اُنھوں نے جانو سب جگت بھر کے ہاتھ کا بنایا اور اچھشٹ کھالیا** کیونکہ جب شودر چمار بھنگی مسلمان عیسائی آدی لوگ کھیتوں میں سے اِکھ کو کاٹتے چھیلتے پیل کر رس نکالتے ہیں۔ تب مل۔ موتر وتسرگ کر کے اُنھیں بلا دھوئے ہاتھوں سے چھوتے۔ اُٹھاتے۔ دھرتے۔ آدھا سانٹھا چوس رس پی کے آدھا اُسی میں ڈال دیتے اور رس پکاتے سمے اُس میں روٹی بھی پکا کر کھاتے ہیں۔ جب چینی بناتے ہیں تب پُرانے جوتے کہ جس کے تلے میں وِشٹھا۔ موتر۔ گوبر۔ دھول لگی رہتی ہے۔ اُنھیں جوتوں سے اُس کو رگڑتے ہیں۔ دودھ میں اپنے گھر کے اُچھشٹ پاتروں کا جل ڈالتے اُسی میں گھرت آدی رکھتے اور آٹا پیستے سمے بھی ویسے ہی اُچھشٹ ہاتھوں سے اُٹھاتے اور پسینہ بھی آٹے میں ٹپکتا جاتا ہے۔ اِتیادی اور پھل۔ مول کند میں بھی ایسی ہی لیلا ہوتی ہے جب اِن پدارتھوں کو کھایا تو جانو سب کے ہاتھ کا کھایا۔"

۴۷۔ اب فرمائیے جبکہ شودر۔ چمار۔ بھنگی وغیرہ کا جوٹھا۔ جوتے کے تلے میں لگی ہوئی غلاظت پیشاب گوبر۔ مٹی وغیرہ سے آلودہ چیزیں کھانے سے تو سوامی جی منع نہیں کرتے۔ بلکہ اس رواج کو اپنے حق میں دلیل بنا کر شودر کے ہاتھ کا بنایا ہوا کھانا استعمال کرنا جائز ثابت کرتے ہیں تو سادھ سنت مہاتماؤں کا سپرش کیا ہوا اُچھشٹ بھوجن کیسے ناقابل استعمال قرار دیا جاتا ہے؟

۴۸۔سوال۔ مگر سوامی جی نے آگے چل کر صفحہ ۲۸۳ پر یہ بھی تو تحریر فرمایا ہے کہ کسی کا اُچھشٹ ارتھات جوٹھا نہ کھائے؟

جواب۔ یہی تو سوامی جی کا کمال ہے۔ جہاں جو کچھ چاہتے ہیں ثابت کر دیتے ہیں۔ اُنکے

ل۵ بے بُنیاد۔ ل۶ آٹا۔

کمالات کا ذکر آگے چل کر حصہ سویم میں کرینگے۔

۴۹۔ اور اتھروویدمیں تو اُچھشٹ کی مہامیں پورا سُوکت دیا ہے۔ جس کے ۲۷ منتر ہیں۔ دیکھو گیارہواں کانڈ ساتواں سُوکت۔ اِس سُوکت میں پرتھوی۔ جل۔ سُمندر۔ چاند۔ وایو۔ مرتیو۔ پرجاپتی سب اُچھشٹ کے آدھین کہے گئے ہیں۔ اور رِگ۔ یجر۔ سام۔ اتھروا اور پران سب کی پیدائش اُچھشٹ سے تبلائی ہے اور لفظ اُچھشٹ کے معنی اِس سُوکت میں یگیہ کا اُچھشٹ یعنی پسماندہ ہے اور یہ نام پربرہم کو دیا گیا ہے۔

۵۰۔ یہ سب باتیں ہیں لیکن اِن کے یہاں درج کرنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان ہر کسی کا جُوٹھا کھاتا پھرے۔ مطلب صرف یہ ظاہر کرنے سے ہے کہ انسان مہاپُرشوں کے پرشاد کی قدر کرے۔ مگر چونکہ کسی کا جُوٹھا کھانے میں اُس کی بیماری لگ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے محتاط ہو کر برتے۔ سادھ سنت چونکہ جیو کے سچے ہتکاری ہوتے ہیں وہ اپنا پرشاد کسی کو اُسی وقت عنایت کرتے ہیں جب وہ سمجھ لیتے ہیں کہ اُس کے استعمال سے پرشاد لینے والے کو فائدہ ہی فائدہ ہوگا۔ اِس لیے جب تک وہ خود پرشاد دینے کی موج نہ فرماویں صبر سے رہے۔ اپنی طرف سے پرشاد و چرنامرت کے لیے دوڑ دھوپ کرنا یا من مانے طریقہ سے حاصل کر کے اپنے تئیں شادمان کر لینا نامناسب ہے۔

۵۱۔ یہ خوبی واضح ہو چکا ہے کہ سنت مت میں پرشاد۔ چرنامرت وغیرہ کا رواج رُوحانی اصُول پر جاری ہوا پریمی جن آتم درشن کے لیے تڑپتا ہوا سچے ستگورو کی تلاش کرتا ہے۔ اور مِل جانے پر اُن کی پرکھ پہچان کرتا ہے۔ اور پہچان آنے پر اپنی جان و مال اُن کے چرنوں پر نثار کرتا ہے۔ اور اُن کے چرنوں میں خالص رُوحانی پریم کا رشتہ قائم کر کے دوئی کا پردہ دُور کرتا ہے۔ اِدھر گورو مہاراج جن کو اپنے تن و من پر پُوری فتح حاصل ہے۔ جن کی رُوح بیدار ہے اور جن کے اندر سچے کُل مالک کی رُوحانی دھار ہر وقت رواں ہے اور جن کا سنسار میں قیام محض آتم درشن کے لیے تڑپتے جیووں کو سہارا دینے کے لیے ہے۔ اُس کے بھگتی انگ کو منظور فرما کر اُس کی سوئی ادھیاتمک شکتیاں جگانے میں مدد فرماتے ہیں اور رفتہ رفتہ اُسے اپنے سمان نرمل و چیتن بنا کر امر و ابناشی گتی دلاتے ہیں جہاں

معاملہ سچے وخالص پریم کا ہو وہاں ادنیٰ نفسانی خواہشات کا شبہہ دل میں لانا اور سچے سادھ وپریمی جنوں کے اس نرمل بیوہار میں اپنی زندگی کے سے دوش دیکھنا پرلے درجہ کی حماقت وکمینگی ہے۔

۵۲۔ کون نہیں جانتا کہ شری رامچندر جی نے ایک بھیلنی کے شردھا سے بھینٹ کئے ہوئے جوٹھے بیر نہایت خوشی کے ساتھ استعمال کئے اور کرشن مہاراج نے سداماں بھگت کے چاول اور بدر جی کی استری کا بھینٹ کیا ہوا کیلے کا چھلکا کھانا منظور فرمایا۔ (بدر جی کی استری مہاراج کے درشن رس میں اتنی مگن تھیں کہ انہیں یہ بھی سُدھ نہ رہی کہ کیلے کا چھلکا پھینکا جاتا ہے اور اندر کی پھلی کھانے کے لئے بھینٹ کی جاتی ہے)۔ رام چندر جی و کرشن مہاراج کی ان کارروائیوں کو سُن کر آج کل کے خشک گیانی ہنسینگے لیکن جن بھگتوں پر ان مہاپرشوں نے یہ دیا فرمائی ذرا اُن سے اُن کے دل کا حال پوچھیں اور اگر کرشن مہاراج سے سچا پریم ہے تو شریمد بھاگوت کے دسم سکندھ کے تیئسویں ادھیائے کا بارہواں شلوک پڑھیں۔ لکھا ہے کہ "ایک گوپی نے ناچنے میں ہل رہے کُنڈل کی جھلک سے سُشوبھت اپنے کومل کپول کو کرشن کے کپول سے ملایا۔ کرشن نے اُس کے مُکھ میں اپنی جوٹھی بیڑی (پان کی گلوری) دیدی۔" کرشن مہاراج کی عمر اُس وقت محض ۱۱ سال کی تھی اور جیسا کہ اُس ادھیائے کے چھبیسویں شلوک میں بیان ہوا ہے "مہاراج اُس سمے سادھارن وشئی پرشوں کی بھانت کام کے وشئی بھوت نہ تھے۔ (دیکھو ترجمہ پنڈت روپ نراین پانڈے صفحات ۹۱۴ و ۹۱۵ مطبوعہ ۱۹۲۰ء)

۵۳۔ یہ سطور لکھنے پر سید سلیمان ندوی کی تالیف کردہ 'سیرۃ النبی' جلد سویم دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ کتاب مذکور کے صفحات ۲۷۴ تا ۲۸۰ میں اُن سب معجزوں کا ذکر ہے جو آنحضرت صلعم سے شفاء امراض کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہوئے حضرت سعد بن وقاص، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت سہیل بن سعد تین چشم دید گواہوں سے روایت ہے کہ آں حضرت صلعم نے حضرت علی کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن مل کر دم کر دیا جس سے اُنکی آنکھیں جو آشوب سے سخت درد آمود تھیں فوراً اچھی ہو گئیں۔ مفصل حالات کے لئے کتاب مذکور مطالعہ فرمائیں۔

۵۴۔ سوال۔ آپ کی تعلیم ذکر اللہ یا سلطان الاذکار کے متعلق جو کچھ ہے قرآن شریف اُسکا مؤید

ہے مگر گورو کے حق میں یہ عقیدہ کہ اُس میں خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔ اِس لئے اسے سجدہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا اللہ کو۔ قرآن شریف نہ صرف اِس سے اِنکاری ہے بلکہ اُسے شرک قرار دیتا ہے۔ قرآن شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہ درجہ نہیں دیتا۔ آپ ستگورو کو سجدہ کرنا کیسے جائز قرار دیتے ہیں؟

جواب ۔جب آپ خدا کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ کا سر کہاں ہوتا ہے؟ کبھی زانوؤں پر اور کبھی زمین پر۔ ظاہر بیں یہ حال دیکھکر کہا کرتے ہیں کہ آپ اپنے زانوؤں یا زمین کو سجدہ کر رہے ہیں۔ مگر آپ انھیں یہ کہکر چُپ کرا دیتے ہیں: "ظاہر مت دیکھو باطن کو دیکھو۔ سر کہیں ہو۔ توجہ تو خدا کے قدموں میں ہے۔" یہی الفاظ ہم آپ کے سوال کے جواب میں پیش کرتے ہیں۔ آپ کی اور ایک ست سنگی کی کارروائی میں صرف اِس قدر فرق رہتا ہے کہ آپ اپنے زانو پر سر رکھکر خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور ست سنگی ستگورو کے زانو پر۔ نہ انسانی وجود کو آپ سجدہ کرتے ہیں نہ وہ۔ دونوں کا مسجود خدائے پاک ہی ہے۔ اور ست سنگی کے خیالات کا مؤید مولانائے رومی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں ؎

مسجدے ہست اندرونِ اولیا سجدہ گاہِ جملہ ہست آنجا خدا

اگر اولیاؤں کے اندر کوئی مسجد یعنی سجدہ کی جگہ ہے تو کیا اُن کے قدوم مُبارک اُس مسجد کی چوکھٹ نہ سمجھے جاوینگے؟ اور کیا اُن پر سر رکھکر سجدہ کرنا اسلام کی تعلیم کے خلاف متصوّر ہوگا؟

۵۵۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جب خداوندِ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں تو جس فرشتہ نے ایسا کرنے سے اِنکار کیا اُسے خداوند تعالیٰ نے کیا خطاب دیا اور اُس کی کیا دُرگت ہوئی۔ رادھا سوامی مت انسانی جسم کو زبردست اہمیت دیتا ہے اور مانتا ہے کہ ہرچند ؎

مردانِ خدا خدا نہ باشند لیکن ز خدا جُدا نہ باشند

نیز غور فرمائیے جب آپ خدا کو سجدہ کرتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ آپ کی اندرونی حالت یہی تو ہوتی ہے کہ آپکے ذہن میں خدا کا تصوّر رہتا ہے اور آپ اُسی تصوّر کو سجدہ کرتے ہیں۔ مگر یہ تصوّری خدا اصلی خدا نہیں ہے۔

یہ خدائے ثانی اور محض آپ کے ذہن کی پیداوار ہے۔ اگر قرآن شریف کسی بھی ایسی چیز کو جو غیر اللہ ہے سجدہ کرنے سے منع کرتا ہے تو آپ کے اس خیالی خدا کو بھی ممنوع قرار دیتا ہے۔

۵۶ ۔ رادھاسوامی مت کا ہر پیرو جانتا ہے کہ کسی شخص کا ہاڑ۔ ماس۔ چام کا جسم خدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کسی کا من و دماغی قوّتیں خدا ہو سکتی ہیں۔ خُدا خُدا ہے۔ مخلوق مخلوق۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی وہ رُوحانی دھار جو رسول و ستگورو کے دِلوں میں اُتر کر اُن کو پاک وصاف کرتی ہے اور جس کی معرفت خداوند تعالیٰ دُنیا کا نظارہ دیکھتا ہے ضرور قابلِ پرستش ہے۔ بقول مولانائے روم ؎

گفت پیغمبر کہ آوازِ خُدا — مے رسد در گوشِ من ہمچو صدا
مُہر بر گوشِ شُما بنہادِ حق — تا بہ آوازِ خدا نارد سبق
فک صریح آواز حق مے آیدم — ہمچو صاف از دُردمے پالایدم
صاحبِ دل آئینۂ شش رُو بُود — حق از و از شش جہت ناظر شود
بے از و ندہد کسے را حق نوال — شمۂ گفتم از اصحابِ وصال
چوں پیمبر از بروں بانگے زند — جان اُمت در دروں سجدہ کُند
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں — از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں

ترجمہ۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ خدا کی آواز ہر وقت میرے کان میں پہونچتی ہے لیکن تمہارے کانوں پر مُہر لگی ہے تاکہ تم آوازِ خدا سُن کر سبق نہ لے سکو۔ میرے اندر خدا کی آواز صاف اور صریح ہمیشہ آتی ہے۔ اور میرے دل کو آلائش سے پاک و صاف کرتی ہے۔ تم ستگورو کو شش رُو یعنی کنگھی آئینہ سمجھو۔ خداوند تعالیٰ اُسکی معرفت چھ اطراف سے اُترتا ہے۔ یعنی اپنا جلوہ دِکھلاتا ہے۔ بِلا اُس کے وسیلہ خدا کسی کو رُوحانی غذا مہیّا نہیں کرتا۔ یہ تھوڑا سا حال اُن اصحاب کا بیان ہوا جن کو خدا سے وصل حاصل ہے۔ جب کوئی پیغمبر باہر کلام فرماتا ہے تو اُس کو سُن کر اُس کے ماننے والوں کی جان اندر سجدہ میں ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اِس قسم کے کلام اُن کی جان کے

کانوں نے دُنیا میں کسی کے مُنہ سے نہ سُن پائے تھے۔ غالباً مولانائے رومی نے اپنے اشعار میں ایک سے زیادہ احادیث کی ترجمانی کی ہے۔ اور اگر واقعی پیغمبر صاحب نے اِس قسم کے الفاظ ارشاد فرمائے تو ست سنگی کا رُوحانی دھار کو تصوّر میں رکھکر سجدہ کرنا خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرنا ہے۔ اگر ست سنگی بچارے کا کوئی قصور ہے تو یہ ہے کہ وہ ستگورو کے قدموں کو ایسے محل کی آستان سمجھتا ہے جس میں اُسے خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔ یہ آستان صریحاً اُس کے اپنے زانووں یا کسی لکڑی یا پتّھر کی آستان سے ضرور بہتر و پاک تر ہے۔ اخیر میں اتنا اور عرض کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ اہلِ ہنود اہلِ عرب کی طرح سجدہ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اُن کے یہاں ماں باپ۔ اُستاد وغیرہ سبھی بزرگوں کو "پالاگن" کہنے و کرنیکا رواج ہے اور یہ محض اظہار ادب تصوّر کیا جاتا ہے۔

۵۷۔ سوال۔ سُنا ہے کہ آپکی دھرم پُستک سار بچن میں لکھا ہے۔

پیک دان لے پیک کراوے　　پھر سب پیک آپ پی جاوے

کیا اس مضمون پر کچھ روشنی ڈالی جا سکتی ہے؟ لوگ تو اس کی بہت ہنسی کرتے ہیں۔

جواب۔ ہاں ضرور لکھا ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ۔ حضرت محمدؐ۔ گورو نانک صاحب و رشیوں کے پرشاد چرنامرت ولعابِ دہن کے متعلق ارشادات سُن کر اب بھی یہ سوال باقی رہ گیا؟ دیکھئے۔ منوسمرتی کے پہلے ادھیائے میں لکھا ہے "مرد کے تمام اعضا ناف سے اُوپر تک کے پاک ہیں۔ خصوصاً مُنہ پاک تر ہے۔ برہماجی نے کہا ہے۔ (شلوک ۹۲) دُنیا میں برہمن بوجہ دھرم کے سب سے افضل ہے اِس لئے کہ پاک ترین عضو یعنی مُنہ کا کام کرتا ہے اور وید کا استعمال رکھتا ہے۔ (شلوک ۹۳)

(ترجمہ آریہ پنڈت کرپا رام شرما مطبوعہ ویدک دھرم پریس دہلی)

۵۸۔ آپ کوئی کوش (لغت) لے کر لفظ برہم بِندو (ब्रह्मबिन्दु) کے معنی دیکھئے۔ "شبد ساگر مرتّبہ ناگری پرچارنی سبھا بنارس کے صفحہ ۲۵۲۳ پر اس لفظ کے معنی حسبِ ذیل ہیں:-

"وید پاٹھ کرنے میں مُنہ سے نکلا ہوا تھوک کا چھینٹا"

اِس سے معلوم ہوا کہ وید پاٹھ کرتے وقت لوگوں کے مُنہ سے تھُوک کے چھینٹے نکلتے ہیں اور ویدوں پر گِرتے ہیں۔ لیکن اس سے ویدوں کا کوئی نرادر نہیں ہوتا۔ آپ ہی فرمائیے اس تھُوک کو برہم وِندو کا وزنی و معزز نام کیوں دیا گیا۔ اور اُسے ناپاک کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

۵۹۔ انسان کے جسم میں ۹ سُوراخ ہیں۔ منوجی نے ناف سے نیچے کے دو سُوراخ ناپاک قرار دیئے ہیں۔ مُنہ جو ناف سے اُوپر ہے۔ بہت بڑھکر پاک قرار دیا گیا ہے۔ پھر اس پاک دوارے سے نِکلا ہوا تھُوک اگر کوئی ناپاک چیز ہے تو اوّل تو یہ مُنہ کو ناپاک کریگا۔ اور پھر اِس کے چھینٹے وید کی پُستکوں کو ناپاک کرینگے۔ اور اگر مُنہ تھُوک کی وجہ سے ناپاک ہوگیا تو مُنہ کے ذریعہ کہا ہوا ویدوں کا پاٹھ بھی ناپاک ٹھہرا۔ اور جو غذا مُنہ کی معرفت کھائی جاتی ہے وہ بھی ناپاک ٹھہرتی ہے۔ اور اگر کسی شخص کو مُنہ سے نکلے ہوئے لُعابِ دہن کی ناپاکی کا خیال ہے۔ اُسے یہ فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ قطرۂ حیات جس سے اُس کا وجود اسکی والدۂ محترمہ کے رحم میں قائم ہوا ناف سے نیچے کے ایک سُوراخ سے برآمد ہوا تھا۔ مگر کیا سچ مچ رُوحانی پاکیزگی انسان کے وجود پر کوئی اثر نہیں ڈالتی؟ اگر مٹی۔ پانی۔ آگ اور ہوا چیزوں کو پاک کرسکتے ہیں تو ضرور رُوحانیت بھی پاک کرسکتی ہے۔

۶۰۔ سوانح عمری خواجہ صاحب اجمیری مُرتبہ مفتی انتظام اللہ صاحب کے صفحہ ۱۳ پر مرقوم ہے "ایک روز حضرت خواجہ اپنے باغ میں فصل کی نگہبانی کر رہے تھے۔ ابراہیم قندوزی جو اُسی قصبہ کے شیخ وقت تھے اُس باغ کی طرف گذرے۔ حضرت خواجہ نے آپ کو تعظیم سے بٹھایا اور کچھ انگور نذر کئے۔ آپ بہت خوش ہوئے حضرت ابراہیم قندوزی نے ایک ٹکڑا کھل کا نکالا اور **دانت سے کُتر کر** خواجہ غریب نواز کو دیا۔ اُس ٹکڑے کے کھانے کے بعد سے خاص کیف طاری ہوگیا"

۶۱۔ کیا یہ اور اِس قسم کی دوسری روایتیں جو پہلے حوالہ قلم ہوچکی ہیں لغو ہیں؟ اور کیا چھاندوگیہ اُپنشد کے مُصنّف رشی نے جس کا حوالہ پیچھے دیا جاچکا ہے اگنی ہوتر کے اصلی مفہوم سمجھنے والے پُرش کے اُچھشٹ بھوجن یعنی

جوٹھن کی رُوحانی قوّت کی ناحق تعریف کی ہے؟ اور منو مہاراج و پانی مُنی کو یہ خیال نہ تھا کہ جوٹھا کھانے کے متعلق حکم دیتے وقت کیا کہہ رہے ہیں؟

۶۲۔ پُستک سار بچن نظم کے بچن نمبر۱۳ کے پہلے شبد میں مذکورہ بالا کڑی زیر عنوان "تن کی سیوا" آئی ہے۔ اِس شبد کی پہلی چار کڑیوں میں پُورے گورو کی پہچان بیان کرکے پرمارتھی کی پہچان کے سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے:۔

پہچان پرمارتھی کی

سورٹھا

انوراگی جو جیو تِن پرتی اب ایسی کہوں ۔ سُنو کان دے جیت بچن کہوں بستار کر (۵)

دِرشن سے جو ہوئے اُداسا ۔ پرمارتھ کی جا من آسا (۶)

دھن سنتان پریت نہیں جاکے ۔ جگت پدارتھ چاہ نہ تاکے (۷)

تن اِندری آشکت نہ ہوئی ۔ نیند بھوکھ آلس جِن کھوئی (۸)

بِرہ بان جن ہردے لاگا ۔ کھوجت پھرے سادھ گورو جاگا (۹)

سادھ فقیر ملے جو کوئی ۔ سیوا کرے کرے دلجوئی (۱۰)

مطلب۔ جو انوراگی یعنی مالک کے درشن کے شوقین جیو ہیں اُن کی خاطر یعنی اُن کے فائدے کے لئے حسبِ ذیل باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ آپ کان دیکر سُنیں۔ تفصیل کے ساتھ بچن کہا جاتا ہے۔

سچّا پرمارتھی وہ ہے جس کو سنسار کے بھوگ پھیکے معلوم ہوں۔ اور جس کے من میں پرمارتھ کے لئے گہرا شوق ہو۔ جس کے دل سے دولت و اولاد کی محبّت دُور ہوگئی ہے۔ اور جس کے دِل میں دنیوی ثروت کی چاہ نہیں رہی ہے۔ جو اپنے جسم اور اندریوں پر فتح پائے ہوئے ہے۔ اور نیند۔ بھوک و سُستی پر قابو حاصل کئے ہے۔ جس کے ہردے میں سچّے گورو کے درشن کی بِرہ یعنی تڑپ کا تیر لگا ہے۔ اور جو اس تڑپ کے

زیر اثر بیدار رہ کر سادھو گورو کی تلاش میں پھرتا ہے۔ اُس کو چاہیئے جو بھی سادھ فقیر مِل جائے اُس کی سیوا اور خاطر داری کرے۔

۶۲۔ آگے چل کر بیان ہوا ہے کہ جب ایسے متلاشی کو سچے ستگورو مِل جائیں اُن کا روزانہ درشن کرے۔ اور تن۔ من۔ دھن و سُرت سے چاروں پرکار کی سیوا کرے۔ اور پھر حسب ذیل طریقہ سے تن کی سیوا کا بیان فرمایا گیا ہے:۔

پرتھم تن کی سیوا

آرت سیوا نِت ہی کرے کام کرودھ مَد چِت سے ہرے (۱۹)

یعنی اُسے چاہیئے کہ سچے ستگورو کے مِل جانے پر اُن کی توجہ لے اور اُس کی معرفت اپنے چِت کو کام کرودھ اور اہنکار سے پاک کرے۔

چرن دباوے پنکھا پھیرے چکّی پیسے پانی بھرے (۲۰)

موری دھو جھاڑو کو دھاوے کھو دکھدانا مٹی لاوے (۲۱)

اپنے ہاتھوں سے اُن کے چرن دباوے۔ اور چکّی پیس کر اُن کے لئے آٹا تیار کرے۔ اور اُن کے استعمال کے لئے کنوئیں سے پانی بھر کر لاوے۔ مکان کی صفائی و موری دھونے کا کام بھی خود کرے۔ اور اُن کے ہاتھ دھونے کے لئے باہر کھیتوں سے مٹی کھود کر لاوے۔

ہاتھ دُھلا داتن کرواوے کاٹ پیڑ سے داتن لاوے (۲۲)

بٹنا مل اشنان کراوے انگ پونچھ دھوتی پہناوے (۲۳)

دھوتی دھوئے انگوچھا دھوئے کنگھا کرے بال بل کھووے (۲۴)

بستر بچھاوے تِلک لگاوے کرے رسوئی بھوگ دھراوے (۲۵)

جب گورو مہاراج ہاتھ دھونا چاہیں اُن کے ہاتھ دُھلاوے۔ اور داتون کرنے کے لئے پانی مہیا کرے۔

اور جیسے ہاتھ دُھلانے کے لئے مٹّی خود لاتا تھا۔ ایسے ہی داتون بھی خود لایا کرے۔ پھر موقع ملنے پر اُبٹن مل کر اشنان کراوے۔ اور بدن صاف کر کے دھوتی پہناوے۔ پانی سے دھوتی وانگوچھا اور کنگھے سے بال صاف کرے۔ پھر لباس پہناوے۔ اور پھر ماتھے پر تِلک لگاوے۔ اور رسوئی تیار کر کے اُن کے روبرو پیش کرے۔

جل اچواوے حُقّہ بھرے پلنگ بچھاوے بنتی کرے (۲۶)

پیک دان لے پیک کراوے پھر سب پیک آپ پی جاوے (۲۷)

نانا بدھ کی سیوا کرے نیچ اونچ جو جو آپڑے (۲۸)

کوئی ٹہل میں عار نہ لاوے جو گور کہیں سو کار کماوے (۲۹)

کھانا کھا چکنے پر پینے کے لئے پانی پیش کرے۔ اور اگر گورو صاحب حُقّہ پیتے ہوں حُقّہ بھرے۔ اور اُن کے آرام کرنے کے لئے پلنگ بچھاوے۔ اور جب وہ آرام فرمانے لگیں۔ تو عاجزانہ دریافت کرے آیا کوئی اور حکم ہے۔ کوئی حکم نہ ملنے پر خاموش بیٹھا رہے۔ اور جب گورو صاحب پیک پھینکنا چاہیں تو پیک دان پیش کرے اور پیک دان صاف کرتے وقت پیک پھینکنے کے بجائے خود پی جائے۔ غرضیکہ اپنے جسم سے ایک ادنٰے خدمتگار کی طرح گورو مہاراج کی سب خدمتیں بجالاوے۔ اور کسی سیوا میں جھجکے نہیں۔ اور اُن کے اِرشادات کی دِل وجان سے تعمیل کرے۔ مگر جیسا کہ کڑی نمبر ۱۹ میں تاکید کی گئی کام کرودھ داہنکار کو چِت سے دُور رکھے۔

۶۴۔ واضح ہو یہ سیوائیں کوئی نئی نہیں ہیں سبھی امیروں کے گھروں میں نوکر چاکر یہ سب کام کرتے ہیں۔ خود رشیوں نے ایندھن لانے۔ ٹہنا ملنے وچرن دبانے وغیرہ کے لئے تاکید فرمائی ہے۔ اور گورو رامداس جی نے تو اور بڑھکر آدرش پیش کیا ہے۔ چنانچہ سوہی محلہ ۴ کے شبد میں جو پیچھے دفعہ ۲۴ میں درج ہو چکا ہے فرمایا گیا ہے:۔ اگر کوئی میرا پریتم پیارا مجھ سے ملادے تو اُن کے درشن کی پراپتی کے

عوض میں اُس شخص پر اپنے تئیں نثار کر دوں گا۔ میں اُس کے پرسن کرنے کے لئے اپنے تن و من کو کاٹ کاٹ کر ہوم کر دوں گا۔ میں اُسے پنکھا کرونگا۔ اُس کے لئے پانی بھروں گا۔ اور رُوکھا سُوکھا و بچا کھچا جو کچھ وہ کھانے کے لئے دیگا میں خوشی سے منظور کروں گا۔ میں اپنی آنکھیں نکال اُس کے پیروں تلے رکھ دوں گا۔ سب پرتھوی کا چکّر لگانے کے بعد مجھے یہ شعور آیا ہے۔ میں اپنے ستگورو پر بار بار قربان جاؤنگا۔ اور اُن کے چرنوں میں گر کر انھیں پرسّن کرونگا۔ ان سیواؤں کا مطلب پریمی جن کے دل سے دوئی کا پردہ دُور کرنا ہے۔ اور اُسے اننیہ بھگتی کا موقع دینا ہے۔

۶۵۔ یہ جواب پیش کرنے کے بعد یہاں چند تاریخی حالات بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ سوامی جی مہاراج جن کا پوِتّر کلام زیر بحث ہے ۱۸۷۸ء میں گُپت ہوئے۔ پوتھی سار بچن نظم آپ نے اپنے گُپت ہونے سے چند سال پیشتر تصنیف فرمائی۔ اُس زمانہ میں مُلکِ ہند میں گوروؤں و دیوتاؤں کی پُوجا عام طور جاری تھی اور آریہ سماج کا جو گورو بھگتی کے اِس قدر خلاف ہے اُس وقت محض جنم ہوا تھا۔ جو ست سنگی اُس وقت سوامی جی مہاراج کی شرن میں آئے اُن کا تعلق یا تو سِکھ مذہب سے تھا یا وشنو دھرم سے۔ اور آگرہ شہر کی اُس قوم و خاندان میں جس میں سوامی جی مہاراج کا جنم ہوا تھا پان و حُقّہ کا عام رواج تھا۔ جب حضور صاحب نے جو رادھاسوامی مت کے دوسرے آچاریہ ہوئے۔ سوامی جی مہاراج کی چرن شرن اختیار کی تو باوجود پوسٹ ماسٹر جنرل کے جلیل القدر عہدہ پر ممتاز ہونے کے انھوں نے زمانہ کے دستور کے بموجب سوامی جی مہاراج کی ہر قسم کی سیوا بجا لانا اپنا دستور العمل رکھا اور شبد مذکورۂ بالا میں وہی سب سیوائیں درج ہیں جو حضور صاحب روزمرہ خود انجام فرماتے تھے۔ لیکن اب زمانہ ہی دوسرا ہے۔ سائنس کے کرشمات و نئی ایجادات نے لوگوں کا طرزِ زندگی ہی بدل دیا ہے۔ دیال باغ ہی کو دیکھئے ہر گھر میں بجلی و پانی کا نل لگا ہے۔ کون پانی بھرے؟ کون پنکھا چلاوے؟ مٹّی اور اُبٹن کے بجائے صابون استعمال ہوتا ہے اور داتون کے بجائے منجن۔ کون مٹّی و داتون لاوے۔ اور کون اُبٹن ملے؟۔ دیال باغ نواسیوں نے حقّہ تمباکو کا استعمال ترک کر دیا ہے۔ ست سنگ

کی ذِمّہ داری لئے مجھے عرصہ بیس سال کا ہو گیا مگر نہ مجھے تمبا کو پینے کی عادت ہے نہ پان کی ضرورت۔اِس لئے کون حقّہ بھرے اور کون پیکدان لے کر پیک کرا وے؟ پھراِن کڑیوں کو لے کر رادھاسوامی مت پر حملے کرنے کے کیا معنی؟ لوگوں کے سیوا کرنے کے لئے کالج ہسپتال و کارخانہ جات وغیرہ ہیں جس کا جی چاہے رادھاسوامی دیال و سنگت کی سیوا کرے اور ہزاروں مرد و عورت دِن رات سیوا کرتے ہیں اور یہی دیال باغ کی رونق و ترقی کا باعث ہے۔کیا آپ نے حافظ کا یہ شعر سُنا ہے؟ ؎

مشنو سخنِ دشمنِ بدگوئے خدا را ۔۔۔ با حافظِ مسکیں خود اے دوست وفا کُن

آپ سیوا کے اصلی مطلب پر نگاہ رکھئے اور یہ نہ فراموش کیجئے کہ ستگورو اُس مہان آتما کو کہتے ہیں جو کام کرودھ وغیرہ کی آلائش سے پاک ہو۔جس کی نگاہ میں سُونا و کنکر۔پُرش و اِستری برابر ہوں۔اور جس کی رُوح بیدار اور رُوحانیت کے مخزن سچّے کُل مالک سے واصل ہو۔اور دشمنانِ بدگوئے سے دریافت کیجئے آیا وہ اپنی والدہ کے ساتھ بیٹا بن کر۔بہن کے ساتھ بھائی ہو کر اور اپنے دوستوں کے اعزّا و اقارب کے ساتھ دوست بن کر برتاؤ نہیں کرتے؟ کیا اُن سے برتاؤ کرتے وقت اُن کے دل میں لازمی طور ناپاک خیالات آجاتے ہیں؟ اور اگر وہ دوسروں کے ساتھ پاک رِشتے نباہ سکتے ہیں تو کیا کسی مہان پُرش کے لئے ایسا کرنا ناممکن یا دشوار ہے؟ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔پچھلے زمانہ میں ایک صحیح اصول رہا ہے۔اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔

۶۶۔سوال۔چند آریہ و سناتنی معترضوں نے جو تحریریں اِس مت کے خلاف لکھی ہیں اُن میں اُن کی سالو چنا پڑھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سیوائیں اِستریوں کے لئے مخصوص تھیں۔

جواب۔اگر ایسا کسی نے لکھا ہے تو یہ اُس کی بدنیّتی اور کمینگی کا بدیہی ثبوت ہے۔آپ ذرا پوتھی سار بچن نظم سے بچن نمبر ۱۳ پڑھکر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا یہ سیوائیں انوراگی یعنی مالک کے درشن کی پراپتی کے شوقینوں کے لئے بیان فرمائی گئی ہیں۔استری شبد کا کہیں بھی استعمال نہیں ہوا ہے

شبد کی سُرخی اور کڑیوں میں صیغہ مُذکّر مستعمل ہوا ہے۔ شبد کی سُرخی "پہچان پرمارتھی کی" ہے۔ چوتھی کڑی میں "انوراگی جوجیو" عبارت آئی ہے۔ اور نویں کڑی میں "کھوجت پھرے سادھ گورو جاگا" لکھا ہے۔ اگر یہ اُپدیش استریوں کے لئے مخصوص ہوتا تو جاگا کے بجائے لفظ جاگی ہوتا۔ اِس کے علاوہ غور کرنا چاہیئے کہ ملکِ ہندستان میں اِستریوں کو اجازت و موقع ہی کہاں ہے کہ ستگورو کی تلاش میں گھر سے نکلیں؟ بیچاری اِستریاں عام طور اپنے مرد رشتہ داروں کے پیچھے چلتی ہیں۔ یعنی جو خیالات گھر میں مردوں کے ہوتے ہیں وہی وہ اختیار کرلیتی ہیں۔ مرد ہی جگیاسو بن کر سادھ سنت کا کھوج یعنی تلاش کرنے کے لئے جگہ جگہ جاتے ہیں! اُپدیش کے مفہوم کو بگاڑ کر مہاتماؤں کو بدنام کرنا نیک نیتّوں کا کام نہیں۔

۶۷۔ سوال۔ آپ نے پرمان تو بہت دئے مگر سناتن دھرمی بھائی تو زیادہ تر پُرانوں کے پرمان مانتے ہیں۔ کیا پُرانوں میں بھی سادھ سنت کی سیوا و پرشاد کا ذکر آیا ہے؟

جواب۔ بار بار ذکر آیا ہے۔ نمونہ کے لئے آپ شری بھاگوت ہی ملاحظہ فرمائیں۔ اس پُران کے پہلے سکندھ کے پانچویں ادھیائے میں نارد جی بیاس جی سے اپنے پچھلے جنم کا حال سُنا کر گیان اُپدیش فرماتے ہیں۔ فرمایا ہے۔ ہے مہامُنی! میں پورب جنم میں کسی ایک داسی[۱] کا پُتر تھا۔ میرے گرام[۲] میں چوماسہ[۳] بھر وتیت کرنے کے لئے ورشا کال[۴] میں بہت سے ویدانتی یوگی لوگ آ کر ٹِکے۔ میں بالک ہی تھا۔ میری ماتا نے مجھے اُن مہاتماؤں کی سیوا شوشروشا[۵] میں نیُکت[۶] کر دیا۔ (شلوک ۲۳) میں کسی پرکار کا لڑکپن یا چنچلتا نہیں کرتا تھا۔ ایوم[۷] شانت سوبھاؤ سے سب کھیل چھوڑ کر انھیں کے سمیپ[۸] رہتا اور تھوڑا بولتا تھا۔ اِنہی کارنوں سے وہ مُنی لوگ یدیپ[۹] سمدرشی[۱۰] تھے تتھاپی[۱۱] مجھ پر پرسن ہو کر کرپا کرنے لگے۔ (۲۴) اُن مُنیوں کی آگیا سے میں نتیہ[۱۲] اُن کے بھوجن سے بچی ہوئی جوٹھن کھا لیتا تھا۔ اِسی سے میرے سمپورن[۱۳] پاپ نشٹ ہو گئے۔ ایسا کرتے کرتے کچھ دنوں میں

[۱] نوکرانی۔ [۲] گاؤں۔ [۳] بارش کے چار مہینے ختم کرنے کے لئے۔ [۴] موسم برسات۔ [۵] خدمت۔ [۶] لگا دیا۔ [۷] اور۔ [۸] نزدیک۔ [۹] اگرچہ۔ [۱۰] سب کو یکساں سمجھنے والے۔ [۱۱] تو بھی۔ [۱۲] ہمیشہ۔ [۱۳] کُل۔

میرا چت شُدھ ہو گیا جس سے اُنہی سادھوؤں کے دھرم (الیشو رپھکتی) میں میری رُچی اُتپن[51] ہوئی۔ (۲۵)

(صفحہ ۱۹ ترجمہ پنڈت روپ نراین پانڈے مطبوعہ بمبئی ۱۹۳۱ء)

۶۸۔ اب شِوپُران ملاحظہ فرمائیے۔ چھٹی کیلاس سنگھتا کے تیسرے ادھیائے میں فرمایا ہے ''بُدّھی مان ایسا جانے کہ جو گورو ہیں سو شِو ہیں اور جو شِو ہیں سو گورو ہیں۔ ایسا من میں نشچے کر اُن سے اپنا وچار نویدن کرے (شلوک ۲۴) اِس پرکار گورو سہت برہمن سندھیا کال کی اُپاسنا کر کے شِو روپ گورو کے نمت بستر[52] اور دکشنا دے۔ (۲۷)'' اور چوتھے ادھیائے میں آیا ہے ''ہے پریہ! براہم[53] مہورت میں اُٹھ کر پتی اپنے برہمانڈ میں سہسر دل والے سویت کنول میں بیٹھے ہوئے گورو کا دھیان کرے (شلوک ۲)..... ...... ایسے داتا شِو کے سمان سادھو بھاؤ کو دھارن کرنے والے اتی منوہر بھاونا سے یکت انیک بھاوؤں سے گندھ آدی دوارا اُن کا پوجن کرے۔ اور ہاتھ جوڑ کر گورو کو نمسکار کرے۔ (شلوک ۳ و ۴) پراتہ سے سندھیا تک اور سندھیا کال سے پراتہ کال تک جو کچھ میں کرتا ہوں۔ ہے جگنناتھ! وہ تمہارا پُوجن ہی ہے۔ ایسا گورو سے کہہ اُن کی آگیا لیکر پران روک کر جتیندری ہو آسن پر بیٹھے۔

(صفحہ ۱۰۷۔۱۱۱۔ ہندی ٹیکا پنڈت جوالا پرشاد مصر مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

۶۹۔ سوال ۔ آپ کی پُستک میں یہ جو لکھا ہے کہ نیچ اونچ جو بھی سیوا ہو سب کرنی چاہیئے۔ گورو کچھ بھی کہیں اس کو ٹالنا نہیں۔ کیا اس بات کی آڑ میں سنسار میں وبھچاریا گُرموں کا پرچار نہیں ہوتا؟ کم سے کم سماجی بھائی تو آپ پر اس بارے میں بہت آکشیپ کرتے ہیں۔

جواب ۔ آکشیپ فضول ہے۔ اور آکشیپ کرنے والوں کے من کا حال پرکٹ کرتا ہے۔ اگر آپ کسی کے گھر جائیں اور وہ اور اُس کے گھر کے لوگ آپ کی سچّے دِل سے خدمت کریں۔ اور آپ خدمت کا اعتراف کرتے وقت کسی کتاب یا اخبار میں لکھ دیں کہ اُنھوں نے ہر کام آپ کے دلخواہ کیا

---

[51] پیدا۔ [52] کپڑے۔ [53] علی الصباح۔

اور کوئی بھی خدمت بجالانے میں عار نہ کی اور اعلیٰ و ادنیٰ ہر قسم کے کام کے لئے سب کے سب پُرش و استریاں حاضر رہے تو کیا کوئی شریف انسان اِس بیان سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ آپ اپنے دوست کے گھر میں کسی ذلیل حرکت کے مُرتکب ہوئے۔ یا آپ کے ذریعہ آپ کے دوست کے گھر کی استریوں کو مذموم حرکات کرنے کی ترغیب ہوئی؟ پھر اگر آپ کی نسبت کوئی ایسا خیال نہ کریگا تو سنت ستگورو جیسی پاک ہستی کی نسبت کیوں ایسے بدخیال اُٹھائے جاتے ہیں؟ اگر عام لوگوں کے ساتھ اِس قسم کا برتاؤ کرنے کا حُکم ہوتا۔ تو بھی کوئی بات تھی۔ لیکن یہاں تو صرف سنت ستگورو کی سیوا کے لئے حُکم ہے۔ کیا نیچ اونچ سیوا کے معنی صرف اخلاق سے گرے ہوئے کام ہو سکتے ہیں؟ کیا جُوتا اُٹھانا یا صاف کرنا۔ مکان کی نالی صاف کرنا نیچ کام نہیں سمجھے جاتے؟ ایک وقت میں سنت ستگورو صرف ایک ہی ہوتے ہیں۔ اور اُن کی تن و من وغیرہ میں قطعی آسکتی نہیں ہوتی اور جیسا کہ مفصّل بیان ہوا۔ اُن کے اندر سچّے مالک کے پریم کا سمندر ہر وقت موجزن رہتا ہے۔ پھر کُوکرموں کا شُبہہ کرنے کے کیا معنی؟

۷۰۔ علاوہ بریں سماجی بھائیوں کے لئے تو وید میں اِس سے بھی بڑھکر حُکم ہے۔ آپ سوامی دیانند جی کا رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا اُردو ایڈیشن صفحہ ۱۰۷ ملاحظہ فرماویں۔ لکھا ہے کہ "جب وہ (اتتھی[۱]) گرہستھی (خانہ دار) کے گھر پر تشریف لاویں تو گرہستھی کو بڑی تعظیم و تکریم سے اُٹھکر نمسکار کرنا چاہیئے اور ان کو سب سے اونچی اور اچھی جگہ پر بٹھانا چاہیئے۔ اور حسب مُناسب خاطر تواضع کرکے یہ پُوچھنا چاہیئے کہ "اے براتیہ (بزرگوار)! آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اے اتتھی! یہ پانی لیجئے۔ آپ اپنے سچّے اُپدیش (نصیحت) سے ہمیں مرہونِ عنایت کیجئے۔ اور آپ ہماری تواضع کو قبول کرکے خوش اور مسرور ہوجیئے۔ اے براتیہ:۔ **جیسا آپ کا حُکم یا منشا ہو ہم ویسا ہی**

[۱] مترجم نے لفظ اتتھی کے معنی معزز و ذی وان مہمان لکھے ہیں۔

کریں۔ جو شے آپ کے لئے مرغوب خاطر ہو اُس کے لئے حکم کیجئے۔ اے براتیہ! جیسی آپ کی خواہش ہو ہم اُسی طرح آپ کی خدمت بجا لائیں۔ ہم آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے بدل و جان حاضر ہیں۔ ہم آپ کی خاطر تواضع اور خدمت و صحبت کے ذریعہ سے علم کی ترقی حاصل کریں۔ اور ہمیشہ اُس سے سُکھ پاویں۔ (اتھروید کانڈ ۱۵۔ انوواک ۲۔ ورگ ۱۱ منتر ۲)"

یہ گرہستھ تو اتتھی صاحب کے آگے پیچھے کے حالات سے واقف تک نہیں ہے۔ مگر پھر بھی اُسے حکم ہے کہ وہ اتتھی کی ہر قسم کی خدمت بجالاوے۔ کیا اتھروید کے اِس منتر کا ارشاد سار بچن کے ارشاد سے کسی معنی میں کم یا مختلف ہے؟ ذرا اُن الفاظ کو جو جلی تحریر ہیں غور سے پڑھکر جواب دیں۔ اور اتتھی کا تو سنت ستگورو سے کمتر ہی درجہ ہے۔ کیا اتھروید کا یہ اُپدیش بھی کُو کرموں کا پرچار کرنے والا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ زبان جو سنتوں یا پاک طینت اتتھیوں کی شان میں ایسے الفاظ نکالے۔ گونگی ہو جائے تو بہتر ہے۔

انیہ[سلہ] بھگتی یعنی عشق بلا شرکت غیرے

۱۔ معترضین کے ناپاک حملوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کوشش میں ہیں کہ عوام پر ظاہر کریں کہ رادھاسوامی مت ایک نئی۔ بے بُنیاد۔ غیر مہذب۔ خودغرضانہ اور انسان کو اخلاق سے گرانے والی تعلیم دیتا ہے۔ اُن کی اس ناپاک و ناجائز کوشش کو رد کرنیکی غرض سے پچھلے صفحات میں دوسرے مذاہب کے بزرگوں کے ارشادات پیش کئے گئے تاکہ ہر فرد بشر پر روشن ہو جاوے کہ رادھاسوامی مت کی تعلیم درباره ستگورو بھگتی و ستگورو سیوا کیسی قدیم۔ مُسلمہ۔ پاک اور رُوح افزا ہے۔ اب ہم ستگورو بھگتی کی تعلیم کے متعلق چند عملی باتیں پیش کرینگے تاکہ عوام کو رادھاسوامی مت

سلہ अनन्य

کی تعلیم کا عملی پہلو بخوبی سمجھ میں آجاوے۔

۲۷۔ پیچھے یہ ارشارہ ہوچکا ہے کہ دنیا میں مالک سے وصل چاہنے والوں کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ ایک بھگتی مارگ اور دوسرا گیان مارگ۔ مگر دُنیا کی بیشتر آبادی بھگتی مارگ ہی کو پسند کرتی ہے کیونکہ یہ آسان اور عملی اور پُرلطف ہے۔ گیان مارگ کے بہت سے انویائی وشواس کرتے ہیں کہ ایشور پراپتی کے لئے کسی قسم کی بھگتی کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ سانکھ شاستر کی تعلیم کے بموجب عقل کی رہنمائی کو درست مان کر حق و باطل کی امتیاز سے رازِ حقیقی آشکارا ہو سکتا ہے۔ مگر روزمرہ کا تجربہ بتلاتا ہے کہ انسانی عقل کی طاقت اِس قدر محدود ہے کہ اُس سے ایشور پراپتی تو کیا دُنیا کا کام بھی نہیں چل سکتا۔ مثال کے طور پر دیکھئے ہم لوگ سب یقین کرتے ہیں کہ کل سورج نکلے گا۔ لیکن اگر صرف عقل پر تکیہ کیا جائے تو ایک سکنڈ کے لئے بھی ہمارے دل میں کل سُورج نکلنے کا خیال جاگزیں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دریافت کرنے پر عقل تو یہی کہیگی "مَیں کیا جانوں کل سُورج نکلے گا یا نہیں میں صرف اس قدر کہہ سکتی ہوں کہ جب سے دُنیا بنی تب سے آج تک روز سُورج نکلتا رہا ہے" کل کی مجھے خبر نہیں ہے اور یہ جتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر آئندہ سُورج نکلنے کا بھروسہ نہ رہے تو دنیا کے سب کام آج ہی بند ہو جائیں۔ چونکہ ہر کسی کو آئندہ سُورج نکلنے و کل و پرسوں آنے کی نسبت وثوق ہے۔ اطمینان کے ساتھ اپنے کام کاج میں لگا ہے۔ اور دنیا کا کارخانہ چل رہا ہے مگر یہ وثوق کہاں سے آیا؟ یہ شردھا کی پیداوار ہے۔ جہاں عقل تھک جاتی ہے وہاں شردھا کام دیتی ہے۔ اب دوسری مثال لیجئے۔ سکولوں و کالجوں میں انواع علوم پڑھائے جاتے ہیں اور طالبعلم چُپ چاپ ہر ایک بات کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے دل میں جاگزیں کرتے جاتے ہیں۔ اگر وہ محض اپنی عقل سے کام لیں تو اُستادوں کیلئے پڑھانا اور لڑکوں کے لئے پڑھنا ناممکن ہو جائے مثلاً اگر کسی دیہاتی سکول کا طالب علم یہ پڑھائے جانے پر کہ زمین گول ہے۔ ثبوت طلب کرے اور اُستاد جواب میں مشہورِ عام جہاز کے اوّل بادبان اور درجہ بدرجہ دوسرے حصے دکھائی دینے کی مثال

پیش کرے تو اُس کی عقل جبکہ اُس نے نہ کبھی جہاز دیکھا ہے نہ سمندر۔ اِس ثبوت سے کیا سمجھ سکتی ہے؟ طالبعلم اُستاد کے کہنے پر یقین کر کے مسئلہ صحیح مان لیتا ہے۔ اُدھر اُستاد کو وثوق ہے کہ جو کتاب وہ پڑھا رہا ہے علمِ جغرافیہ کے ایک ماہر کی تصنیف ہے۔ اور جو کچھ اُس نے لکھا ہے قابلِ تسلیم ہے۔ نیز کتاب کا مصنف مطمئن ہے کہ اُس نے اپنا علم ولایت کی انجمن علمِ جغرافیہ سے لیا ہے جس کے ارکان نازک و بیش بہا آلات اور آزمودہ تجربات و مشاہدات کی معرفت حاصل و تحقیق کردہ حقیقتوں ہی کو درج کتب کرتے ہیں اور انجمن کے ممبران کو بھی یقین ہے کہ جو کچھ انھوں نے دیکھا و جانا ہے ایسی حقیقت ہے جو آئندہ قائم رہے گی۔

۷۳۔ غرضیکہ شروع سے آخر تک انسان شردھا و شواس ہی کا آسرا لیتا ہے۔ ایسے اشخاص جن کے فرمان اس طرح بے چون و چرا تسلیم کر لئے جاتے ہیں۔ پرمارتھی بولی میں آپت پُرش[۵۱] کہلاتے ہیں چنانچہ طالب علموں کے لئے اُن کے اُستاد آپت پُرش ہیں۔ استادوں کے لئے کتابوں کے مصنّف۔ مصنّفوں کے لئے چوٹی کے سائنس داں اور فلاسفر۔ اِسی طرح بھگتی مارگ میں چوٹی کے پُرش آپت پرش مانے جاتے ہیں اور وہی سنت مت میں سنت و ستگورو الفاظ سے موسوم ہیں اور جیسے عام دُنیا کسی سائنس داں و فلاسفر کی معلومات و تحقیقات بے چون و چرا تسلیم کر کے فائدہ اٹھاتی ہے۔ اسی طرح پرمارتھ کے شیدائی سنتوں و مہاتماؤں کی معلومات و تحقیقات کو صحیح مان کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

۷۴۔ واضح ہو کہ یہ خیال ہمارا ہی نہیں ہے کہ عقل سے حاصل کردہ گیان کی کمی پوری کرنے اور اِس گیان سے عملی فائدہ اُٹھانے کیلئے ہمیشہ شردھا و پریم کی ضرورت ہے۔ اور جس گیان سے شردھا و پریم دل میں پیدا نہ ہوں وہ خشک۔ کورا اور بے مصرف ہے۔ تلک مہاراج نے اس سلسلہ میں ایک جگہ لکھا ہے "جیسے بِنا بارود کے کیول گولی سے بندوق نہیں چلتی ویسے ہی پریم شردھا آدی منووِرتیوں[۵۲]

---

[۵۱] आप्त पुरुष
[۵۲] من کی حالتوں۔

کی سہائتا کے بِنا کیول[51] بدھی[52] گمیہ گیان کسی کو تار[53] نہیں سکتا۔ یہ سدھانت ہمارے پراچین[54] رشیوں کو بھلی بھانت[55] معلوم تھا۔" (دیکھو صفحہ ۷،۴ شریمد بھگوت گیتا رہسیہ چھٹا اڈیشن ہندی ترجمہ مادھوراؤ سپرے)

۷۵۔ اگر آپ ذرا غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ دُنیا میں دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک سچّے کل مالک کی ہستی میں اعتقاد رکھنے والے۔ دوسرے اُس کی ہستی سے مُنکر۔ اور یہ مسلّم ہے کہ معتقدین منکرین سے عام طور بہتر ہیں۔ کیونکہ جن کو مالک کی ہستی میں صحیح اعتقاد ہے۔ اُن کے دل میں مالک کے لئے کسی قدر خوف۔ پیار۔ و ادب ضرور رہتا ہے۔ اور کسی بُرے یا نامناسب کام میں لگتے وقت خوف و ادب۔ مایوسی و مصیبت کی حالت میں شردھا و پیار۔ سوچ و فکر کے موقع پر دیا و مدد کی اُمید کے خیالات پیدا ہو کر اُن کی زبردست رکشا و سہائتا ہوتی رہتی ہے۔ یوں تو بُرے و ناجائز کاموں سے لوگوں کو منع رکھنا حکومت کا کام ہے۔ مگر حکومت ایک ایک آدمی کی نگرانی۔ فہمائش اور تنبیہ کا انتظام کیونکر کر سکتی ہے؟ لیکن مالک کی ہستی میں عقیدہ ہونے سے سُنسان جنگلوں و بستی سے دُور مکانوں میں قیام پذیر لاعلم انسانوں میں بھی بلا کسی قسم کی باہری نگرانی کے کافی اونچے درجہ کا اخلاق قائم رہتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ایک شخص کسی لق و دق جنگل میں سفر کرتے ہوئے بیمار ہو جاتا ہے۔ وہ کس کو پکارے۔ کس سے مدد لے؟ اگر اُس کل مالک کی ہستی میں سچّا اعتقاد ہے تو چادر تان کر چُپ چاپ لیٹ جاتا ہے اور من ہی من یہ کہہ کر "بھگوان! اگر تیری یہی اِچھا ہے تو ایسا ہی سہی"۔ اپنے آپ کو تسکین دے لیتا ہے۔ غرضیکہ ایک پرلے درجہ کا اَن پڑھ اور غایت درجہ کا مفلس بھی مالک کے چرنوں میں اعتقاد کی بدولت اپنی و سوسائٹی کی زندگی کو پُر فضا بنا دیتا ہے اِسی وجہ سے کہا گیا کہ سچّے کل مالک کی ہستی میں عقیدہ رکھنے والے عقیدہ نہ رکھنے والوں سے عام طور بہتر انسان ہیں۔

۷۶۔ اس پر آپ کہہ سکتے ہیں کہ دُنیا میں ایسے بہت سے ناستک اصحاب ملتے ہیں جو مالک کی

---

[51] محض [52] عقل کی رسائی [53] دنیا سے پار نہیں کر سکتا۔ [54] قدیم۔ [55] اچھی طرح۔

ہستی سے قطعی منکر ہیں۔ لیکن طبیعت کے نہایت نیک۔ سچّے و ایماندار ہیں۔ آپ کا یہ کہنا بیجا نہیں مگر یہ تو خیال فرمایئے کہ اِن اصحاب کو تعلیم و تربیت کے لئے کس قدر موقع مِلا؟ اُن کی دماغی قوّتیں کس قدر بیدار ہیں؟ ہم نے ذکر اُس عوام کا کیا ہے جس سے دُنیا بھری ہے۔ یہ مُٹھی بھر انسان جن کا آپ ذکر کرتے ہیں مُستثنیات میں سے ہیں۔ اعلیٰ تعلیم کی مدد سے آنکھ کُھل جانے پر انسان اپنی ذمّہ داریوں سے واقف ہو جاتا ہے اور سمجھ کر برتاؤ کرتا ہے اور مالک کے خوف و ادب کے بجائے سوسائیٹی کا خوف اور اعلیٰ اصولوں کا ادب اُس کے من کو راہِ راست پر چلاتا ہے۔ مگر ایسی تعلیم حاصل کرنے اور اعلیٰ اخلاقی حِس جگانے کا موقع ہر کسی کو تو نہیں مِل سکتا؟

۷۷۔ ہاں! یہ ذکر ہو رہا تھا کہ دنیا میں دو قسم کے انسان ہیں۔ ایک سچّے کُل مالک کی ہستی کے مُقِر دوسرے مُنکر۔ اور یہ کہ عقیدہ رکھنے والے عام طور عقیدہ نہ رکھنے والوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ مگر رادھاسوامی مت کی تعلیم کے مطابق محض سچّے کُل مالک کی ہستی میں عقیدہ رکھنا کافی نہیں ہے بلکہ لازمی ہے کہ آپ کا عقیدہ ایسا مضبوط اور زبردست ہو کہ آپ کے دل میں اُس کُل مالک سے وصل حاصل کرنے کی بار بار و تیز خواہش پیدا ہو۔ اس لحاظ سے مالک کی ہستی میں عقیدہ رکھنے والوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ایسے جن کے دل میں مالک سے وصل کی بار بار و تیز خواہش پیدا ہو۔ دوسرے وہ جن کی یہ حالت نہ ہو۔ مگر رادھاسوامی مت سکھلاتا ہے کہ یہ حالت بھی کافی نہیں ہے۔ اگر وصل کی خواہش اُٹھتی رہی اور اُس کے پورا کرنے کے لئے کوئی جتن نہ بنا تو یہ حالت کس کام کی؟ اِس لئے پرمارتھیوں کی مزید دو قسمیں ہو گئیں۔ ایک وہ جو مالک سے وصل حاصل کرنے کی تیز چاہ کے زیرِ اثر مناسب جتن و تلاش کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ایسا نہیں کرتے۔ جتن و تلاش کرنیوالوں کی بھی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو ٹھیک و پُورا جتن کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو غلط یا نامکمّل جتن کرتے ہیں۔ اِس درجہ کے پرمارتھیوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو مناسب جتن کر کے منزلِ مقصود

پر پہونچ گئے۔ دوسرے وہ جو ابھی ابتدائی یا درمیانی منزلوں میں ہیں۔ منزل مقصود پر پہونچے ہوئے سب سے اُتّم پُرش ہیں۔ اور دوسری قسم کے اُتّم ادھکاری ہیں لیکن اوّل الذکر قسم سے اُتر کر ہیں۔ اور جیسا کہ بھگوت گیتا کے ساتویں ادھیائے کے تیسرے شلوک میں فرمایا ہے "ہزاروں منشیوں میں کوئی ایک سِدّھی یا پرم گتی کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اور پرم گتی کے لئے کوشش کرنے والوں میں سے کوئی بِرلا تتّو درشی ہوتا ہے"۔ یعنی منزلِ مقصود پر پہونچا ہوا کوئی بِرلا ہی ہوتا ہے۔ اور منزلِ مقصود پر پہونچنے کے شائقین کی تعداد بھی محدود ہی رہتی ہے۔ رادھا سوامی مت میں ایسے رسیدہ پُرش ہی کو سنت ستگورو مانا جاتا ہے۔ اور رسیدہ پُرش سے اُتر کر درجہ اُن ہستیوں کو دیا جاتا ہے جو پرم گتی کی پراپتی کے لئے مُناسب جتن کر رہی ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ مُناسب جتن یہی ہے کہ کسی رسیدہ پُرش یعنی سنت ستگورو کی چرن شرن اختیار کر کے اُن کی زیرِ نگرانی وہ سب انتری و باہری سادھن کئے جاویں جن سے پرم گتی کی پراپتی ممکن ہے۔ اور سادھن سُمرن۔ دھیان۔ بھجن۔ سیوا اور ست سنگ ہیں۔

۸۷۔ مگر ہر شخص جانتا ہے کہ انسان کا من پرمارتھ کا جانی دشمن ہے۔ دنیا کے ساز و سامان اور سنگ ساتھ من کو اپنا رس چکھا کر متوالا سا کر لیتے ہیں اور یہ بار بار انھیں کی طرف جھکتا ہے۔ پچھلے وقتوں میں پرمارتھ کے شوقین من کے اِسی فساد و فتور کے باعث گرہست آشرم سے تعلق قطع کر کے جنگلوں و پہاڑوں میں جا گزیں ہوتے تھے اور سخت ریاضتیں کر کے اپنے شریر و من کو ریت ڈالتے تھے تب کہیں اِس قابل ہوتے تھے کہ انتر میں رسائی حاصل کر سکیں۔ اس زمانہ میں وہ سب مشکلیں تو جو پچھلے وقتوں میں پرمارتھیوں کے راستے میں حائل تھیں بدستور قائم ہیں۔ لیکن اب پرمارتھیوں کے لئے ممکن نہیں کہ جنگلوں و پہاڑوں میں جا کر علیحدگی میں رہ سکیں۔ رادھا سوامی مت نے یہ اُپدیش کر کے کہ دُنیا کے سامان و سنگ ساتھ چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔ ضرورت اُن کے رس کی یاد چھوڑنے کی ہے۔ پرمارتھیوں کی یہ مُشکل حل کر دی ہے۔ اور سنت ستگورو کی سیوا و بھگتی سے بعض اوقات

اِس درجہ کا انتری رس و آنند پراپت ہو جاتا ہے کہ پھر سنسار کے سب رس پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ اِسکے علاوہ ست سنگ میں حاضر رہکر اُن کے اُپدیش سُننے۔ اُن کے پوتر آورا (حلقہ) میں سانس لینے اور اُنکے سپرش کئے پدارتھ استعمال کرنے سے جیسا کہ نارد جی کو تجربہ ہوا تھا پرمارتھی کے من میں سچے کُل مالک کے چرنوں کے لئے غایت درجہ کا انوراگ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اُسے دُنیا کے بھوگوں کے رس کی یاد بھول جاتی ہے۔ اور دُنیا کے سنگ ساتھ کے بجائے اُس کا من ست سنگ کے کُرہ ہوائی ہی میں رہنا پسند کرتا ہے۔ اور جب کسی خاص موقع پر سنت ستگورو اپنی خاص توجہ اُس کی جانب مبذول فرماتے ہیں تو انتر میں گہرا اسمٹاؤ ہوکر ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے کہ دُنیا کے بھوگوں کی آسا کی جڑ یکدم کٹ جاتی ہے۔ اور آسا کی جڑ کٹتے ہی پرمارتھی کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے۔ اُسے آئندہ سنسار کی کوئی چیز یا حالت اپنی طرف کھینچ نہیں سکتی۔ اُس کے انتر میں گورو مہاراج کا نُورانی سروپ جب تب پرکٹ ہونے لگتا ہے۔ جس کے درشن کا سُرور اُسے دن رات چڑھا رہتا ہے۔ وہ جدھر نظر ڈالتا ہے اُسے اُنھیں کا سروپ نظر آتا ہے۔ اُس کے دل میں اُن کے لئے سچا عشق یا پریم جاگ جاتا ہے اور سوائے اُنکے پوتر چرنوں کے اُسے کچھ نہیں سُہاتا۔ اور وقتاً فوقتاً اُس کی زبان پر یہ شعر آتا ہے ؎

من نسیم یار ست از سر تا قدم　　من نسیم واللہ یاراں من نسیم

یعنی اے دوستو! خدا کی قسم۔ اب میں نہیں ہوں۔ میں نہیں ہوں۔ میں نہیں ہوں۔ سر سے پاؤں تک اب ستگورو ہی ہیں۔ دن رات اُس کے اندر اُن کے پوتر نام کا سُمرن ہوتا رہتا ہے۔ اور اُسے ہر لحظہ اُنکے جمالِ مُبارک کا درشن ملتا ہے۔ اور بار بار اُس کے انتر کے انتر چاہ اُٹھتی ہے کہ ستگورو کے نُورانی سروپ سے سپرش کرے۔ اور چونکہ اِس کے لئے گہری پوترتا کی ضرورت ہے اِس لئے اُس کی یہ چاہ یکایک پوری نہیں ہوتی۔ اور وہ دن رات اس اندرونی بخشش کے لئے تڑپتا ہے۔ اِسی کو اننیہ بھگتی کہتے ہیں۔ سہج میں دُنیا کی محبت ٹُوٹ گئی۔ سہج میں دُنیا کی آسا ناش ہو گئی۔ سہج میں سب بندھن دُور ہو گئے۔ سہج

میں من ٹھکانے پر آگیا۔ سُرت ومن کا رُخ انترمُکھ ہوگیا۔ اور پرمارتھ کے سب بِگھنوں سے نجات مل گئی۔ رادھاسوامی مت ایسی اننیہ بھگتی ہی کی تعلیم دیتا ہے۔ اور ایسی اننیہ بھگتی ہی کی پراپتی کے لئے ستگورو سیوا اور سادھ سنگ پر زور دیا گیا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ ستگورو بھگتی کے نام سے گھبراتے ہیں اُن سے اننیہ بھگتی بن پڑنی ناممکن ہے۔ بھگوت گیتا میں ایک جگہ کرشن مہاراج فرماتے ہیں:۔ جو لوگ نراکار میں من لگاتے ہیں اُن کو زیادہ دِقّتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ دیہہ دھاری کے لئے نراکار اُپاسنا کے مارگ پر چلنا کٹھن ہے برخلاف اس کے جو لوگ سارے کرموں کو میرے ارپن کرکے مجھ میں من جوڑے ہوئے اور سروانگ سے میرا ہی دھیان کرتے ہوئے میری پُوجا کرتے ہیں۔ اُن کو میں اِس جنم مرن کے ساگر سے جلد ہی نکال لیتا ہوں۔ کیونکہ اُن کا چِت مجھ میں لگا ہے۔ (ادھیائے ۱۲ اشلوک ۵ و ۶ و ۷)

۷۹۔ جب گورو ارجن صاحب نے بچپن کے زمانہ میں لاہور سے گورو رام داس صاحب کو حسبِ ذیل کڑیاں لکھ کر بھیجی تھیں اُس وقت آپ کے اندر گورو رام داس صاحب کی اننیہ بھگتی ہی جوش مار رہی تھی۔ آپ پہلے اصلی شبد پڑھیں پھر اُس کے معنی پر غور کریں۔

شبد

میرا من لوچے گور درشن تائیں — بِلپ کرے چاترک کی نیائیں
ترکھا نہ اُترے شانت نہ آوے — بن درشن سنت پیارے جیو
ہوں گھولی جیو گھول گھمائی — گور درشن سنت پیارے جیو۔ ۱
تیرا مُکھ سہاوا جیو۔ سہج دُھن بانی — چِر ہویا دیکھے سارنگ پانی
دھن سو دیس جہاں تو وسیا — میرے سجن میت مُرارے جیو
ہوں گھولی ہوں گھول گھُمائی — گور سجن میت مرارے جیو ۲
اِک گھڑی نہ ملتے تاں کلجگ ہوتا — ہُن کد ملئے پریہ تُدھ بھگونتا

موہے رین نہ وہاوے نیند نہ آوے
بن دیکھے گور دربارے جیو

ہون گھولی جیو گھول گھمائی
تس سچے گور دربارے جیو۔ ۳

بھاگ ہویا گور سنت ملایا
پربھ ابناشی گھر میں پایا

سیو کری پل چسا نہ وچھڑا
جن نانک داس تمہارے جیو

ہون گھولی جیو گھول گھمائی
جن نانک داس تمہارے جیو ۴

مفہوم۔ میرا من گورو مہاراج کے درشن کے لئے تڑپتا ہے۔ جیسے چاترک یا پپیہا سوانت بوند کیلئے بِرلاپ کرتا ہے۔ ایسے ہی میرا من گورو درشن کے لئے پکارتا ہے۔ بلا پیارے سنت ستگورو کا درشن حاصل کئے نہ میری پیاس بجھ سکتی ہے۔ نہ مجھے شانتی آسکتی ہے۔ میں قربان ہوں۔ میں پیارے سنت ستگورو کے درشن پہ قربان ہوں۔ ۱

آپ کا مکھڑا نہایت سُندر ہے۔ آپ کے امرت بچن پرم شانتی دایک ہیں۔ مجھ سارنگ کو جل رُوپی گورو مہاراج کا درشن کئے عرصہ ہوگیا ہے۔ مُبارک ہے وہ دیس جہاں آپ بستے ہیں۔ اے میرے ستگورو۔ متر اور آقا! میں قربان ہوں۔ میں اپنے ستگورو۔ متر اور آقا پہ قُربان ہوں۔ ۲

آپ سے ایک گھڑی کی جُدائی کلجگ کے برابر ہے۔ اے میرے پیارے آقا! اب آپکے قدموں کا دیدار کب حاصل ہوگا؟ میری راتیں نہیں کٹتی ہیں۔ آپ کے دربار کا درشن کئے بغیر ایک لمحہ کے لئے نیند نہیں آتی۔ میں قربان ہوں۔ میں ستگورو کے دربار کے قربان ہوں۔ ۳

آج میرا بڑا بھاگ جاگا ہے۔ کہ مجھے سنت ستگورو کے درشن پراپت ہوئے۔ اور گھر ہی میں ابناشی پربھو (لافانی خدا) مل گیا۔ اب تمنا یہ ہے کہ میں دن رات آپکی سیوا کروں۔ اور آپ کے مُبارک قدموں سے ایک لمحہ کے لئے جُدا نہ ہوں۔ میں آپ کا داس ہوں۔ میں قُربان ہوں۔ میں آپ پہ قُربان ہوں۔ میں آپ کا داس ہوں۔ ۴

جو سکھ بھائی رادھاسوامی مت کی ستگورو بھگتی کے متعلق تعلیم پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں کیا اس شبد میں گورو ارجن صاحب کا اپنے گورو مہاراج کے دیہہ روپ میں پریم کا حال پڑھکر اور اُن کے لئے الفاظ "پربھ ابناشی" مستعمل ہوئے دیکھکر اپنی رائے تبدیل نہ کرینگے؟ مگر جن کا دِل پریم یا عشقِ حقیقی کی چنگاری سے خالی ہے وہ کیوں ٹس سے مس ہونے لگے۔ اور سچ پوچھو تو وہ انسان کہلانیکے مستحق نہیں ہیں ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو　　ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

ایسے لوگوں کی نسبت کبیر صاحب نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ :-

جا گھٹ پریم نہ سنچرے سو گھٹ جان مسان　　جیسے کھال لوہار کی سوانس لیت بن پران

ایسے مُردہ دل نہ بھگتی کی قدر کر سکتے ہیں نہ بھگتی مارگ کی۔ کہنے کے لئے وہ اپنے تئیں گیانی یا گیان مارگ کا پیرو ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ من مت کے پیرو ہوتے ہیں۔ اور من کے کہنے میں چلنے والوں کے لئے نہ بھگتی ہے نہ پرمارتھ اور نہ سچے مالک کا درشن۔

۱۸۔ سوال۔ بھگوت گیتا میں سب یگیوں سے گیان یگیہ افضل مانا گیا ہے۔ کیونکہ بالآخر تمام کرم گیان میں سماپت ہوتے ہیں۔ یعنی سب کرموں کا انجام گیان ہی ہے۔

جواب۔ یہاں گیان سے مُراد من مت گیان نہیں ہے۔ گیتا میں جہاں گیان کی فضیلت کا ذکر آیا ہے وہاں سری کرشن جی نے یہ بھی فرمایا ہے "لیکن یہ گیان تمہیں تو درشی (حقیقت شناس) گیانی پُرشوں سے پراپت ہو سکتا ہے۔ اور اسے حاصل کرنے کے لئے تمہیں اُن کے قدموں میں گرنا۔ جگیاسا یعنی تحقیقات کرنا۔ اور اُن کی سیوا میں لگنا لازمی ہوگا" (ادھیائے چوتھا شلوک ۳۳ و ۳۴)۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ گورو کے نام سے گھبراتے ہیں وہ کب تو گیانی پُرشوں کے قدموں میں گرے اور کب اُن کی سیوا میں لگے اور کب جگیاسا کر کے انھوں نے تو گیان حاصل کیا؟ اس کے علاوہ ذرا بھگتی کی فضیلت جاننے کے لئے گیتا کا بارہواں ادھیائے بھی ملاحظہ فرمائیں فرمایا ہے "جن کا من مجھ میں لگا ہے اور جو انتر

ہیں جیسے ساتھ جڑے ہیں اور جن کے دل میں میرے لئے پرم شردھا ہے میری رائے میں وہ یوگ میں سب سے بڑھکر ہیں۔ اور جو نراکار میں من لگاتے ہیں اُن کو زیادہ دقتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ دیہہ دھاری کے لئے نراکار اُپاسنا کے مارگ پر چلنا دشوار ہے۔ (شلوک ۲ و ۴)

۸۲۔ اننیہ بھگتی کے سلسلہ میں نمونہ کے طور پر ایک شبد کبیر صاحب کا بھی پیش کیا جاتا ہے۔ یہ شبد کبیر صاحب کی شبداولی مطبوعہ بلوڈیر پریس کے صفحہ ۵۰ پر چھپا ہے۔

شبد

سائیں بن درد کریجے ہوئے

دن نہیں چین رات نہیں نندیا	کاسے کہوں دُکھ روئے۔ ۱
آدھی رتیاں پچھلے پہرواں	سائیں بن ترس ترس رہی سوئے۔ ۲
پانچوں مار پچیسوں بس کر	اُن میں چھے کوئی ہوئے۔ ۳
کہت کبیر سُنو بھائی سادھو	ستگورو ملے سُکھ ہوئے۔ ۴

۸۳۔ یہ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ شبد استریوں کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ محض دردِ دل کا ایک خاص انداز میں اظہار کرنے کی خاطر اِس میں صیغہ مونث کا استعمال کیا گیا ہے۔ پریمی جن رات کے وقت دُنیا کے کام کاج سے فرصت پاکر اپنے بھگونت کی یاد میں مصروف ہوتا ہے اور انتری درشن کے لئے تڑپتا ہے۔ درشن پراپت نہ ہونے پر اُس کے کلیجے میں درد اُٹھنے لگتا ہے۔ اِسی درد کا حال اس شبد میں بیان ہوا ہے۔

۸۴۔ اب حضور سوامی جی مہاراج کے ایک شبد کی کچھ کڑیاں درج کرکے اُن کے معنی پیش کرتے ہیں تاکہ بھگتی مارگوں کی تعلیم کی مُشابہت کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکے۔

سار بچن نظم بچن ۳۸
اگھن ماس

من ہوا نرمل چت ہوا نشچل — کام کرودھ گئے اِندری نشپھل۔ ۲
دھن چھوڑ سُرت چڑھی اکاشا — شبد پائے آئی مہا آکاشا۔ ۳
چھوڑا یہ گھر پکڑا وہ گھر — کھویا جگ کو پایا ستگور۔ ۵
کر ست سنگ کاج کیا پورا — پاپ نسے مانو کھایا دھتورا۔ ۸
پاپ پُن دوؤ گئے نسائی — بھگتی بھاو جیو ہردے سمائی۔ ۹
اب یہ ست سنگ گور کا پاوے — ہل مِل چرن مانہہ لپٹاوے۔ ۱۰
گور بھگتی جانو عشق گورو کا — من میں دھسا سُرت میں پکّا۔ ۱۵
پک پک گھٹ میں گاڑا تھانا — تھان گاڑ اب ہوا دیوانا۔ ۱۶
گورو کا روپ لگے اس پیارا — کامن پتی جینا جل دھارا۔ ۱۷
ست سنگ کرنا ایسا چاہیئے — ست سنگ کا پھل یہی صحیح ہے۔ ۱۸
ست سنگ مہا ہے اتی بھاری — پر کوئی جیو ملے ادھکاری۔ ۲۰
باہر کا سنگ جب اس ہوئی — ستگور سم پر تیم نہیں کوئی۔ ۲۵
تب انتر کا ست سنگ دھارے — سُرت چڑھے اسمان پکارے۔ ۲۶

معنی صاف ہیں۔ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمایا ہے کہ ستگورو کے ست سنگ میں حاضر ہونے سے پریمی جن کا من نرمل اور چت نشچل ہوگیا اور کام کرودھ وغیرہ کی میل یکدم دُور ہوگئی۔ توجہ کے ساتھ شریک ست سنگ رہ کر پریمی جن نے اپنے من کے اندر بسے ہوئے پاپوں کا قلع قمع کر دیا۔ پاپ پُن دونوں پاش پاش ہوگئے اور اُس کے ہردے میں بھگتی انگ کا نشو ہوگیا۔ یہ انگ جاگنے پر وہ ست سنگ

سے گہرا فائدہ اُٹھانے لگا۔ ستگورو کے چرنوں میں اُس کا پریم ترقی کرنے لگا۔ ست سنگ کے بچن سُن کر اور پرشاد کا استعمال کر کے اُس کے دِل میں بھگتی کا انگ زور پکڑ گیا۔ اور اُس کے من و سُرت دونوں بھگتی سے سر بور ہو گئے ہیں۔ جیسے استری اپنے پتی سے مل کر خوش اور جُدا ہونے پر دُکھی ہوتی ہے۔ جیسے مچھلی جل سے ملنے پر خوش اور علیحدہ ہونے پر تڑپنے لگتی ہے۔ وہ بھی ستگورو کے چرنوں میں حاضر رہکر سُکھی اور چرنوں سے دُور ہونے پر بیتاب ہوتا ہے۔ فرمایا۔ یہ ہے طریقہ ست سنگ کرنیکا۔ اور یہ ہے اصل پھل ست سنگ کا۔ ست سنگ کی مہما زبردست ہے۔ لیکن ادھکاری پُرش ہی ست سنگ سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ جب انسان اس طرح ست گورو کے باہری سنگ سے مستفیض ہولے یعنی اس کی ستگورو کے چرنوں میں اننیہ بھگتی قائم ہو جائے تب وہ ستگورو کے انتری ست سنگ کا ادھکاری ہوتا ہے۔ یعنی تب اُس میں قابلیت انتری چڑھائی و رُوحانی گھاٹ کے تجربے حاصل کرنے کے لئے آتی ہے۔

۸۵۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے۔

میں تو چکور چند رادھا سوامی	نہیں بھاوے ست نام انامی	۱۲
بن جل مچھلی چین نہ پاوے	کنول بنا ال کیوں ٹھہراوے۔	۱۳
سوانت بنا جیسے پپیہا ترسے	سُت ہوگ ماتا نہیں سرسے۔	۱۴
اس اس حال بھیا اب میرا	کاسے برنوں کوئی نہ ہیرا۔	۱۵
دان دیں تو دیں رادھا سوامی	اور نہ کوئی ایسا انتر جامی۔	۱۶
ایسی بھگتی ہوئے اِک رنگی	کاٹے بندھن من بہُو رنگی۔	۱۷
رادھا سوامی رادھا سوامی نت گن گاؤں	چرن سرن پر بِہیا اُمنگاؤں۔	۱۸

مفہوم۔ میرا پریم رادھا سوامی دیال کے چرنوں میں اس طرح کا ہے جیسے چکور کا چندرماں سے ہوتا ہے رادھا سوامی کُل مالک کے علاوہ اور جتنے رُوحانی مقامات کے دھنی ست نام۔ انامی وغیرہ ہیں اُن کیلئے

میرے دل میں کوئی محبت نہیں رہی۔ جیسے پانی کے بغیر مچھلی تڑپتی ہے اور جیسے کنول کے بغیر بھنورے کو شانتی نہیں آتی ہے۔ جیسے سوانت بوند کے لئے پپیہا ترستا ہے اور جیسے بچّے کے علیحدہ ہونے پر ماتا کا چِت بِکل رہتا ہے ایسے ہی رادھاسوامی دیال کے درشن کے بغیر میں بھی بیاکُل و بے حال ہوں۔ میں اپنے درد کا حال کس سے کہوں؟ کوئی اس درد کی حقیقت سمجھنے والا نظر نہیں آتا۔ رادھاسوامی دیال ہی بخشش فرمائیں تو میرا گذارہ ہو۔ ورنہ دوسرا کوئی میرے حال کو سمجھ نہیں سکتا۔ ایسی ایک رنگی یعنی اننیہ بھگتی کرکے میں نے اپنے بہُو رنگی (قسم قسم کے رنگ اختیار کرنے والے) من کے بندھن کاٹ ڈالے ہیں۔ اب میں دن رات رادھاسوامی نام کی رٹنا لگاتا ہوں اور اُن کی چرن شرن کے متعلق خیالات دِل میں اُٹھا کر مگن و خُوش ہوتا ہوں۔

۸۶۔ رادھاسوامی دیال کے مذکورہ بالا کلام کو پڑھکر ہر شخص جس کا دِل تعصّب کی میل سے پاک ہے اور جس کے اندر مالک کے پریم کی چنگاری موجود ہے بآسانی سمجھ جائیگا کہ رادھاسوامی مت نِرمل و خالص رُوحانی بھگتی کا راستہ سِکھلاتا ہے۔ اور جیو کو سچّے مالک کے چرنوں میں انوراگ پیدا کرا کے سہج میں جگت کے بندھنوں سے آزادی دِلاتا ہے۔ مگر جیسا کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے ہر شخص اِس اُپدیش کی قدر نہیں کر سکتا۔ نرک کا کیڑا نرک ہی میں رہ کر اور نرک ہی کے متعلق باتیں سُن کر خوش ہوتا ہے۔ اِتنا اور عرض کر دینا نامُناسب نہ ہوگا کہ اننیہ بھگتی کا اُپدیش صرف ہندو جماعت کے بزرگوں تک محدود نہیں ہے۔ صوفیائے کرام نے بھی عشقِ حقیقی پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا ہے ؎

مذہبِ عشق از ہمہ دینہا جُدا است   عاشقاں را مذہب و مِلّت خُدا است

۸۷۔ ذیل میں دیوانِ حافظ سے ایک غزل بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔ اِس کا مضمون بھی غور کرنے کے قابل ہے۔

غزل

اے خسروِ خوباں نظرے سوئے گدا کُن | رحمے بہ منِ سوختۂ بے سروپا کُن ۱
دارد دلِ درویش تمنائے نگاہے | زاں چشمِ سیہ مست بیک غمزہ دوا کُن ۲
گرلاف زند ماہ کہ ماند بہ جمالت | بنمائے رُخِ خویش و مہ انگشت نما کُن ۳
اے سرو چماں از چمن و باغ زمانے | بخرام دریں بزم و دو صد جامہ قبا کُن ۴
شمع و گُل و پروانہ و بُلبُل ہمہ جمع اند | اے دوست بیا رحم بہ تنہائیِ ما کُن ۵
با دل شدگاں جور و جفا تابکے آخر | آہنگِ وفا ترکِ جفا بہرِ خدا کُن ۶
مشنو سخنِ دشمنِ بدگوئے خدا را | با حافظ مسکین خود اے دوست وفا کُن ۷

مفہوم۔ اے حسینوں کے بادشاہ! اِس بھکاری کی جانب ایک نگاہ فرمائیے اور مجھ بدحال جلے دل پر ذرا رحم کیجئے۔ اِس مُفلس کا دل آپ کی ایک نگاہ کے لئے تڑپتا ہے۔ براہِ کرم اُس متوالی روشن آنکھ کے ایک اشارے سے اِس مریضِ (شیدائے نگاہ) کا علاج کیجئے۔ اگر چاند شیخی بگھارے کہ وہ آپکے برابر حسین ہے تو اُسے اپنا رُخِ انور دکھلا کر ذلیل و رسوا کر دیجئے۔ اے ناز و انداز سے جھومنے والے سرو! از راہِ نوازش تھوڑی دیر کے لئے باغ و چمن سے چل کر ہماری محفل میں تشریف لائیے اور دیکھئے کیسے سینکڑوں اربابِ محفل اپنے جامے چاک کر ڈالتے ہیں۔ شمع و پروانے مل کر بیٹھے ہیں اور گُل و بُلبُل ہم صحبت ہیں۔ میں ہی تنہا ہوں۔ اے دوست میری تنہائی پر رحم فرما کر میرے پاس آ تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ مل کر بیٹھوں۔ اپنے عاشقوں پر آخر کب تک جور و سختی روا رکھئے گا؟ اب تو بہرِ خدا سختی ترک کرکے محبت کے جواب میں محبت کا ارادہ کیجئے۔ برائے خدا میری بُرائی کرنے والے دشمنوں کی بات نہ سُنئے۔ نیاز مند حافظ کے ساتھ اپنے ہی ارادے سے محبت نبھائیے۔

ستگورو و خُدا

۸۸۔ تجربہ سے معلوم ہے کہ معترضین کا سب سے بڑا اعتراض ستگورو کی پوزیشن پر ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم یہ مان سکتے ہیں کہ ستگورو ایک پاک و برگزیدہ ہستی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ کہ وہ خدا یا ایشور کے برابر ہو سکتے ہیں ہرگز گوارا نہیں ہو سکتا بھلا وہ مالک جو سرودیاپک[1] ہے ایک محدود انسانی جامہ کے اندر کیسے سما سکتا ہے؟ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہماری طرح ہاڑ ماس۔ چام کے جسم میں مقید ہے اور اس پر ہماری طرح بھوک۔ پیاس و بیماری وغیرہ کا اثر ہوتا ہے تو ہم کیسے مان لیں کہ وہ خدا یا ایشور کے سمان ہے؟ ایشور سرو شکتیمان اور سروگیہ ہے اور انسان خواہ وہ کتنا ہی پاک و نیک کیوں نہ ہو الپگیہ ہی ہوتا ہے۔ ایشور امر ہے لیکن ہر انسان کو مرنا ہی پڑتا ہے۔ ایشور سرب دیشی ہے۔ انسان ایک دیشی ہوتا ہے۔ ایشور کی شکتی دن رات بیدار رہتی ہے۔ انسان کبھی جاگتا ہے کبھی سوتا ہے اسلئے کسی انسان کو ایشور یا خدا ماننا صریح شرک و مردم پرستی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ سننے میں تو یہ اعتراض بڑے زبردست و معقول معلوم ہوتے ہیں لیکن ذرا غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ قطعی بے بُنیاد و لغو ہیں۔

۸۹۔ اگر ایشور سرودیاپک ہونے سے سب جگہ موجود ہے تو کیا ستگورو کے وجود کے ہر ذرّہ میں موجود نہیں ہے؟ اور اگر سوامی شنکر آچاریہ کے ادویت مت انوسار ماسوائے برہم اور کچھ نہیں ہے۔ تو کیا نہ صرف ستگورو بلکہ ہر انسان و چرند و پرند برہم قرار نہیں پاتا؟ پھر خاص رادھاسوامی مت پر اعتراض کرنے کے کیا معنی؟ علاوہ بریں پچھلے صفحوں میں شری گرنتھ صاحب سے جو شبد درج کئے گئے ہیں اُن کے معنی پر غور کر کے دیکھئے کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ:-

برہم گیانی سب سرشٹ کا کرتا — برہم گیانی سد جیوے نہیں مرتا
برہم گیانی کا سکل اکار — برہم گیانی آپ نرنکار

[1] محیط کل۔

برہم گیانی کو کھوجے مہیشور　　نانک برہم گیانی آپ پرمیشور (سکھمنی صاحب)

ہر ہری جن دوئی ایک ہے　　ب بچار کچھو نا نہہ

جل تے اُپجے ترنگ جیوں　　جل ہی بِکھے سمانہہ

۹۰۔ اب جبکہ سِکھ گورو صاحبان برہم گیانی کو سب سرشٹی کا کرتا اور امر قرار دیتے ہیں اور تمام جگت کو برہم گیانی کا سروپ مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ برہم گیانی خود نرنکار ہے۔ اور برہم گیانی کو مہیشور تک تلاش کرتا ہے۔ اور برہم گیانی خود پرمیشور ہی ہے۔ تو کیا سِکھ معترضین پر واجب نہیں ہے کہ رادھاسوامی مت کے خلاف لب کشائی کرنے سے پہلے یہ تو خیال کرلیں کہ اُن کے اِس طریق عمل سے خود اُن کے قابلِ تعظیم بزرگوں و گرنتھ کا نِرادر ہوتا ہے۔ گورو صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

سمند وِرول[۱] سریرہم دیکھیا اِک وست انوپ دِکھائی

گورو گووند۔ گووند گورو ہے۔ نانک بھید نہ بھائی

پار برہم پرمیشور ستگورو سبھنا[۲] کرت اُدھارا

کہہ نانک گورو بِن نہیں تریئے۔ ایہہ پُورن تت بِچارا

اب جبکہ گورو صاحب کی رائے میں پُورن بچار کے بعد اصل حقیقت یہ قرار پاتی ہے کہ ستگورو پار برہم پرمیشور سروپ ہیں اور سب کا اُدھار کرنے والے ہیں اور اُن کی شرن کے بغیر کوئی جیو بھوساگر سے پار نہیں جاسکتا اور گورو صاحب نے شریر روپی سمندر کا مُتھن کرکے یہ راز دریافت کیا کہ گورو گووند ہیں اور گووند گورو ہیں اور گورو اور گووند میں بھید یعنی فرق نہیں ہوتا تو کیا ہر شخص پر واجب نہیں ہے کہ گورو صاحب کے کلام توجہ و عزت کے ساتھ سُنے؟ اور اگر اُن کے ارشادات کسی شخص کی سمجھ میں نہیں آتے تو کیا اِس کے لئے مُناسب نہیں ہے کہ کسی واقف کار مہان پُرش کی سیوا میں حاضر ہو کر سمجھنے کی کوشش کرے کہ سِکھ گورو

---

[۱] متھن کرکے۔ [۲] سب کا۔

صاحبان نے گورو کو گوونِد۔ پار برہم۔ پرمیشور اور نرِنکار کا درجہ کس وجہ سے دیا ہے؟

۹۱۔ اِسی سلسلہ میں ذرا پتنجلی مہاراج کے یوگ درشن کے سمادھی پاد کے چوبیسویں سُوتر کے ارتھوں پر بھی غور فرمایئے۔ فرمایا ہے کہ "کلیش۔ کرم۔ کرموں کے پھل اور واسناؤں سے جو چھوا نہیں گیا وہ پُرش وشیش ایشور ہے" اس سُوتر کا پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی۔اے۔وی کالج لاہور نے حسبِ ذیل بھاشیہ لکھا ہے:۔

بھاشیہ: جیو آتما پُرش ہے اور پرماتما بھی پُرش ہے بھید یہ ہے کہ اوِدّیا آدی[۵۱] کلیش۔ شُبھ اشبھ کرم۔ کرموں کا پھل۔ اور پھل بھوگنے کی واسنائیں۔ یہ جیو آتما کے ساتھ سمبندھ رکھتی ہیں۔ پرماتما اُن کے سمبندھ سے پرے ہے۔ یدیہ[۵۲] پی مُکتی اوستھا میں سنساری پُرشوں کو بھی ان کا سمبندھ نہیں رہتا پر پرماتما میں تو تینوں کالوں میں اُن کا سپرش نہیں ہے۔ یہی دوسرے پُرشوں سے اِس میں وشیشتا[۵۳] ہے۔ وہ سدا ہی ایشور ہے اور سدا ہی مُکت ہے۔ دیکھو یوگ درشن کا ترجمہ صفحہ ۳۶۔

۹۲۔ اب اگر کسی شخص نے یوگ سادھن کر کے اپنے آتما کو جیتے جی کلیش۔ کرم وغیرہ چاروں دوشوں سے پاک صاف کر لیا تو کیا پھر بھی وہ معمولی انسان ہی رہا یا اُس میں اور معمولی انسانوں میں کچھ فرق ہو گیا؟ اگر وہ معمولی انسان ہی رہا تو اُس کا یوگ سادھن کرنا اور کلیش کرم وغیرہ نقصوں سے اپنے تئیں پاک کرنا لاحاصل ٹھہرا لیکن ایسا نہیں ہے۔ اِن دوشوں سے پاک وصاف ہو جانے پر اُسکے اندر بھی وہ وشیشتا یعنی خصوصیت آگئی جو ایشور میں تھی۔ اِس لئے ایسے شخص کو ایشور ماننا ہی ہو گا۔

۹۳۔ واضح ہو کہ جو نتیجہ اُوپر نکالا گیا وہ محض ہماری رائے نہیں ہے۔ مُنڈک اُپنشد کے تیسرے مُنڈک کے پہلے کھنڈ کے تیسرے شلوک میں بھی یہی نتیجہ نکالا گیا ہے۔ لکھا ہے۔ جب وہ

---

[۵۱] وغیرہ۔ [۵۲] اگرچہ۔ [۵۳] خصوصیت۔

دیکھنے والا سُنہری رنگ والے کرتار - مالک - پرش - برہم (ہرنیہ گربھ) کے یونی (چشمے) کو دیکھتا ہے تب وہ ودوان پُنیہ اور پاپ کو جھاڑ کر نرنجن (کلیشوں سے بچا ہوا) ہوکر پرم تُلیتا کو پراپت ہوتا ہے۔" یہ پنڈت راجہ رام صاحب کا شلوک مذکورہ کا ترجمہ ہے۔ اُپنشد کا یہی شلوک ویدانت درشن کے پہلے ادھیائے کے تیسرے پاد کے بائیسویں سُوتر کی ٹیکا میں پیش ہوا ہے جسے درج کر کے آپ نے مفصلہ ذیل عبارت اضافہ کی ہے:- "جیو آتما چیتن ہونے سے پہلے بھی پرماتما کے تُلیہ[1] تو ہے۔ تتھاپی[2] اپ ہت پاپ[3] متوادی کلیان دھرموں کے ابھاؤ[4] سے یہ تُلنا چھوٹی ہے۔ پر جب یہ پرماتما کو دیکھ لیتا ہے تو یہ بھی اپ ہت پاپ[5] ما۔ وجر[6]۔ دمرتیو[7]۔ وشوک[8] ادی جگھتس[9]۔ اپی پاس[10]۔ ستیہ کام۔ اور ستیہ سنکلپ ہو جاتا ہے۔ اسی لئے یہ پرم تُلیہ ہو جاتا ہے۔"

(دیکھو صفحہ ۲۳۰)

۹۴ - یہاں اتنا اور واضح کر دینا ضروری ہے کہ اصلی شلوک میں الفاظ "پرمم سامیموپے تی" (परमं साम्यमुपैति) مستعمل ہوئے ہیں۔ جن کے معنی "پرم سمانتا کو پراپت ہوتا ہے" ہیں۔ پرم سمانتا کے معنی غایت درجہ کی ایکتا ہیں۔

۹۵ - مُنڈک اُپنشد میں یہ مضمون دوسرے مقام پر اور بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ ہمارا مطلب تیسرے مُنڈک کے دوسرے کھنڈ کے آٹھویں و نویں شلوکوں سے ہے۔ ان شلوکوں کے معنی یہ ہیں:" جس پرکار بہتی ہوئی ندیاں سمندر میں است ہو جاتی ہیں (یعنی سمندر میں داخل ہوکر غائب ہو جاتی ہیں) اور اپنا نام رُوپ کھو دیتی ہیں۔ اسی پرکار برہم کا جاننے والا نام و روپ سے الگ ہوکر پرے سے پرے جو دوّیہ پُرش ہے اُس کو پراپت ہوتا ہے (۸)۔ وہ جو اس پرم برہم کو جانتا ہے برہم ہی ہو جاتا ہے۔" وغیرہ (۹) کیا کسی آریہ یا ہندو بھائی کو اب بھی ستگورو کی پوزیشن کے بارہ میں شک و شُبہہ رہ جائیگا؟

---

[1] برابر۔ [2] تو بھی۔ [3] پاپ سے رہت ہونے کی صفت وغیرہ۔ [4] موجود نہ ہونے سے۔ [5] پاپ رہت [6] لازوال۔ [7] امر۔ [8] رنج سے آزاد۔ [9] بھوک سے آزاد۔ [10] پیاس سے آزاد۔

۹۶ - ویدانت درشن کے جس سُوتر کا ذکر اُوپر ہوا۔ خود اُس کے معنی نہایت پر لطف ہیں۔ اصلی سُوتر یہ ہے अनुकृतेस्तस्य च (۲۲) اِس کا بھاؤ یعنی مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ جیو آتما پرماتما کو دیکھکر اُس کا انو کرن کرتا ہے یعنی اُس کے دھرموں کو دھارن کر لیتا ہے۔ اور اُس کے سدرِش (اُس جیسا) ہو جاتا ہے۔ (دیکھو صفحہ ۲۳۰ ترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب)۔ جب جیو آتما نے پرماتما کا درشن ہونے پر اُس کے دھرم دھارن کر لئے پھر اُس میں اور پرماتما میں کیا فرق باقی رہا ؟۔

۹۷ - علاوہ بریں پاتنجل یوگ درشن کے سادھن پاد کا چھتّیسواں سُوتر بھی غور کرنے کے لائق ہے۔ اس سُوتر میں یوگی کی واک سِدّھی کا ذِکر ہے۔ اصل سُوتر یہ ہے :-

सत्यप्रतिष्ठायां क्रियाफलाश्रयत्वम् ।

جس کے لفظی معنی "ستیہ میں درڑھ ستھتی ہونے پر کریا اور پھل کا آشرے بنتا ہے" ہیں۔ پنڈت راجہ رام جی نے اس سُوتر پر حسبِ ذیل بھاشیہ لکھا ہے :-

"جب وہ ستیہ دھرم میں دِرڑھ ستھتی پا لیتا ہے تو جو کچھ وہ کہتا ہے پُورا ہوتا ہے۔ اس کا یہ کہنا کہ "تو دھرماتما بن جا" ایک پاپی کو پاپ سے پھیر کر دھرم میں لگا دیتا ہے۔ (یہ اُس کی بانی میں کریا کی آشرتیا ہے) اور اُس کا یہ کہنا "تو سُکھی رہ" ایک دُکھیا جیون کو بھی سُکھیا بنا دیتا ہے (یہ پھل کی آشر بتا ہے) اُس کی بانی اموگھ (نشپھل نہ جانے والی) ہوتی ہے"۔

۹۸ - کچھ عرصہ ہوا گورو کُل وشو وِدیالیہ کانگڑی کے مُکھیہ ادھشٹھاتا صاحب کی طرف سے ایک پُستک موسومہ بہ "برہمن کی گئو" شائع ہوئی تھی۔ اُس پُستک کے صفحہ ۶۳ پر بانی کی شکتی کا بیان کرتے ہوئے قابل مصنف نے پتنجلی مہاراج کا مذکورہ بالا سُوتر پیش کرتے ہوئے حسبِ ذیل عبارت لکھی ہے :-

"وانی کی اصلی شکتی کو پتنجلی مُنی جانتے تھے" جنھوں نے کہا ہے۔

सत्यप्रतिष्ठायां क्रियाफलाश्रयत्वम्

اور ویاس مُنی جانتے تھے جنھوں نے اِس یوگ سُوتر کا ارتھ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو منُشیّہ اپنے میں ستیہ کو پرتشٹھت[1] کرتا ہے۔ اُس کی وانی میں یہ[2] سامرتھ[3] آجاتا ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے وہ پُورا ہوجاتا ہے۔

धार्मिको भूया इति भवति धार्मिक:, स्वर्गं प्राप्नुहीति

स्वर्गं प्राप्नोति, अमोघास्य वाग्भवतीति ।

ارتھات ایسا آدمی بدی کسی کو کہتا ہے کہ "تو دھارمک ہوجا" تو یہ کریا ہوجاتی ہے۔ وہ منُشیّہ سچ مچ دھارمک ہوجاتا ہے۔ وہ بدی کسی کو کہتا ہے "سُورگ کو پراپت ہوجا" تو یہ پھل اُسے مِل جاتا ہے۔ وہ سُورگ کو پراپت ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ (اموگھاسیہ واک بھوتی) اُس کی وانی اموگھ[4] ہوجاتی ہے۔ وہ کچھ کہے اور وہ پورا نہ ہو[5] یہ ہو نہیں سکتا۔ ستیہ مئے وانی کی اتنی شکتی ہے۔ ذرا پاٹھک اِسے سوچیں۔ وچاریں اسے ہردے میں سنبھالیں۔"

۹۹۔ ہم معترضین سے بھی یہی استدعا کرینگے کہ ذرا مذکورہ بالا بیانات کو سوچیں۔ بچاریں اور ہردے میں سنبھالیں۔ یہاں کسی رادھا سوامی مت کے پیرو کی تحریر پیش نہیں ہو رہی ہے کہ شک و شُبہہ کے لئے گنجائش ہو۔ ہمارے سامنے پتنجلی مہاراج کا سُوتر ہے۔ ویاس جی کا بھاشیہ ہے۔ پنڈت راجہ رام جی کی ٹِپنّی ہے۔ اور گورُکل کانگڑی کے مُکھیّہ ادھشٹھاتا صاحب کی پرکاشت شرح ہے۔ اِن ارشادات سے تو یہی نتیجہ نکِلتا ہے کہ اگر کوئی شخص یوگ سادھن کرکے سچ مچ انتر میں سچّے مالک سے واصل ہوگیا ہے۔ یا دوسرے لفظوں

[1] قائم۔ [2] قول [3] طاقت۔ [4] اٹل [5] یہاں سار بچن کی اس کڑی کے ارتھ بھی سمجھ لیں۔ "سنت موج پھر کوئی نہ مارے۔ ایشور پرمیشور سب ہارے۔" سنتوں کی موج بھی اموگھ ہوسکتی ہے۔ "ایشور پرمیشور سب ہارے" یہ الفاظ ان کی موج یعنی ستیہ مئے بانی کی اٹلتا پُر زور طریقہ سے بیان میں لانے کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔

میں اصل ستیہ سے مل کر ستیہ سروپ ہو رہا ہے۔ اور اُس میں اصل ستیہ پُورن ریتی سے تپشٹھت (قائم) ہے تو اُس کے کلام میں ایسی طاقت آجائیگی کہ کسی انسان کے پاپ کرم اور من و مایا کی کوئی رُکاوٹ اُس کے کلام کی تعمیل میں سدِ راہ نہ ہو سکیگی۔ اُس کا حکم اٹل رہیگا۔ اور بقول "سادھ بچن پلٹے نہیں پلٹ جائے برہمنڈ" وہ جس کو آشیرباد دیگا کہ "کلیان ہو جائے" تو اُس کا کلیان ضرور ہو جائیگا۔

۱۰۰۔ اب غور کا مقام ہے آیا ایسا شخص کلیان کے لئے تڑپتے ہوئے جیوؤں کے لئے خدا ٹھہرایا کچھ اور۔ کیا انسان اپنے پاپ کرموں یا من مایا کی رکاوٹوں کو اپنے زور سے فتح کر سکتا ہے؟ کیا ایسے مہاپُرش کو جس کے کلام میں یہ طاقت ہو کہ زبردست سے زبردست رُکاوٹوں کو آسمان میں اُڑتے ہوئے بادل کی طرح پاش پاش کردے محض الپگیہ جیو کہا جاویگا؟ اور کیا اُسے سادھارن منشیوں کی طرح ہاڑ ماس۔ چام کی قید میں مقید اور بھوک۔ پیاس و بیماری وغیرہ انسانی ناپاکیوں سے آلودہ خیال کیا جاویگا؟ اور اگر عام لوگوں کیلئے اپنے ماں باپ و اُستاد کی سیوا کرنا جائز و دُرست ہے۔ اور لکڑی و دھات کی مورتیوں کی پرستش ایشور کی پوجا ہے۔ تو ایسے مہان آتما کے قدموں میں مناسب آداب بجا لانا اور ان کی سیوا ٹہل کرنا اور آگیا کاری ہو کر اُن کی آشیرباد حاصل کرنے کیلئے کوشش کرنا ناجائز یا شرک۔ یا مردُم پرستی سمجھا جائیگا؟ آپ سے زیادہ ذی شعور تو عیسائی بھائی ہیں جو حضرت مسیح کے اس ضمن میں فرمائے ہوئے کلام بے چون و چرا صحیح مانتے ہیں حضرت مسیح اپنے وقت کے پیغمبر تھے اور اُنکا طرزِ تقریر نہایت پُر زور تھا۔ یوحنا کی انجیل کے چودھویں باب میں آپ اپنے شاگردوں کو تسلّی بخش نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "یسوع نے اس (طامس) سے کہا کہ راہ و حق اور زندگی مَیں ہوں۔ کوئی میرے وسیلے کے بغیر باپ کے پاس نہیں آتا۔ (۶) اگر تم نے مجھے جانا ہوتا تو میرے باپ کو بھی جانتے اب اُسے جانتے ہو اور دیکھ لیا ہے۔ (۷) فلپس نے اُس سے کہا "اے خداوند۔ باپ کو ہمیں دکھا یہی ہمیں کافی ہے" (۸) یسوع نے اُس سے کہا "اے فلپس۔ میں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں۔ کیا تو مجھے نہیں جانتا؟ جس نے مجھے دیکھا۔ اُس نے باپ کو دیکھا تو کیونکر کہتا ہے کہ باپ کو ہمیں دکھا۔ (۹) کیا

تو یقین نہیں کرتا کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔ یہ باتیں جو میں تم سے کہتا ہوں اپنی طرف سے نہیں کہتا لیکن باپ مجھ میں رہ کر اپنے کام کرتا ہے۔ (۱۰) میرا یقین کرو کہ میں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔ (۱۱)" اِس کے علاوہ اسی انجیل کے دسویں باب میں مرقوم ہے "میری بھیڑیں میری آواز سنتی ہیں اور میں اُنھیں جانتا ہوں اور وہ میرے پیچھے پیچھے چلتی ہیں (۲۷) اور میں انھیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں اور وہ اَبد تک کبھی ہلاک نہ ہونگی اور کوئی اُنھیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لیگا۔ (۲۸) میرا باپ جس نے مجھے وہ دی ہیں سب سے بڑا ہے اور کوئی اُنھیں باپ کے ہاتھ سے نہیں چھین سکتا۔ (۲۹) میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ (۳۰)"

۱۰۱۔ حضرت مسیح خدا کے بیٹے تھے مگر مذکورہ بالا کلام اُنھوں نے بصورت انسان ارشاد فرمائے اِن کلام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جامۂ انسانی کے اندر یہ قابلیت موجود ہے کہ کوئی روح اسکے اندر مُقیم رہتی ہوئی محدود نہ ہو اور اپنے اِشٹ دیو یا خدا یا سچے مالک کے فرمان اُس انسانی جامہ کی معرفت دوسرے انسانوں تک پہونچا دے۔

۱۰۲۔ حضرت مسیح کے کلام شاید بعض ہندو بھائیوں کو پسند خاطر نہ ہوں مگر کرشن مہاراج کے ارشادات تو جو اور بھی صاف اور سپشٹ ہیں ضرور دل پسند ہونے چاہئیں۔ چنانچہ ایسے بھائیوں کی تسکین کے لئے اب بھگوت گیتا کے دو چار کلام پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۰۳۔ ساتویں ادھیائے میں گیان یوگ کے سلسلہ میں فرمایا ہے "بے عقل مجھ اویکت یعنی نِراکار (اروپ) کو جسم میں محدود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اُنھیں میرے پرم بھاؤ (پرلے سروپ) کی خبر نہیں ہے۔ جو لافانی اور سب سے افضل ہے۔ چونکہ میں اپنی یوگ مایا کے پردہ میں پوشیدہ ہوں۔ اس لئے ہر شخص کی مجال نہیں کہ مجھے جان لے۔ یہی وجہ ہے کہ بھرم میں بھولی ہوئی دُنیا میری ذات سے جو جنم مرن سے آزاد ہے۔ نابلد ہے" (شلوک ۲۴ و ۲۵) اِسی طرح نویں ادھیائے میں فرمایا ہے "اپنے گُپت رُوپ سے

میں اِس ساری دُنیا کے اندر و یاپک ہوں۔ اور سب موجودات میرے آسرے قائم ہیں میں اُنکے آسرے قائم نہیں ہوں .... بیوقوف لوگ میرے انسانی جامہ اختیار کر لینے پر میری اعلیٰ حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مُجھ کل موجودات کے مالک کی جانب سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ یہ لوگ بے مصرف خواہشوں والے۔ بے مصرف اعمال والے۔ بے عقل اور بدتمیز ہوتے ہیں۔ اور دہوکہ دینے والی راکشسی اور آسُری (شیطانی صفات والی) پرکرتی یعنی خصلت رکھتے ہیں۔ اور جن مہاتماؤں کی میری رحمانی پرکرتی یا خصلت ہوتی ہے وہ مجھ کو کُل موجودات کا لافانی منبع جان کر پُورن بھگتی کے ساتھ بھجتے ہیں" وغیرہ (شلوک ۴ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳)

۱۰۴۔ اس سے زیادہ صاف بیانی کیا ہوسکتی ہے؟ اگر اِس پر بھی کسی کو مہان پُرشوں کی فضیلت سمجھ میں نہ آوے تو جانو کہ اُس کا مرض لا علاج ہے۔ کیونکہ معاملہ دلیل و عقل کا نہیں ہے۔ خصلت یعنی پرکرتی کے پھیر کا ہے۔

۱۰۵۔ مہاراشٹر دیش میں سمرتھ رام داس ایک مشہور مُرتاض ہوئے ہیں۔ سیواجی آپ کے شاگردِ رشید تھے۔ اُنھیں کی آگیا سے سیواجی نے سلطنتِ مُغلیہ کے خلاف جنگ شروع کی تھی۔ بہت سے ہندو اُنھیں ہنومان جی کا اوتار مانتے ہیں۔ بہرحال بھگتی مارگ کے یہ ایک مشہور پرچارک تھے۔ لوک مانیہ تلک کی بھگوت گیتا کے ہندی انواد کے دیباچہ میں اُن کے بہت سے کلام بطور شہادت پیش ہوئے ہیں۔ اِس وقت اتفاق سے اُن کی ایک مُستند پُستک "داس بودھ" ہاتھ میں آگئی ہے۔ اُس میں جا بجا گورو و برہم کی ایکتا کے متعلق بچن مُندرج ہیں۔ نمونہ کے طور پر تین مرہٹی بچنوں کا ہندی ترجمہ نیچے لکھا جاتا ہے:۔

(۱) "جیو بچارا جو ایک دیشی ہے۔ اُسے جو ساکشات برہم ہی بنا دیتا ہے اور جو اُپدیش ماتر سے سنسار کے سارے سنکٹ دُور کرتا ہے وہ ستگورو ہے" (دشک ۵۔ سماس ۲ صفحہ ۱۰۶)

(۲) "شاستر میں پرماتما اور ستگورو دونوں برابر کہے گئے ہیں۔ ات ایو[۱۵] پرماتما کی طرح ستگورو سے بھی پریتا کرنی چاہیئے۔" (وشنک ۴ سماس ۸ صفحہ ۹۸)

(۳) "موکش کی اچھیا رکھکر تن من اور بچن سے ستگورو کے چرنوں کی سیوا کرنا ہی یادسیون بھگتی ہے۔ جنم مرن کی یاتنائیں دُور کرنے کے ہیتو ستگورو کے چرنوں میں انیتا رکھنے کا ہی نام یادسیون ہے ستگورو کرپا کے بنا اِس سنسار میں پار ہونے کے لئے کوئی اُپائے نہیں ہے۔ اِس کارن پریم پورک ستگورو چرنوں کی سیوا کرنی چاہیئے۔" (وشنک ۴ سماس ۴ صفحہ ۸۶)

۱۰۶۔ ایسے اصحاب کے اطمینان کے لئے جنھیں ہندو شاستروں۔ شری گرنتھ صاحب و بھگوت گیتا کے اُپدیش میں شردھا ہے کافی سے زیادہ حوالہ جات پیش ہو چکے۔ اب نفس مضمون پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے رُوحِ انسانی کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

۱۰۷۔ جو لوگ سادھ سنت و مہاتماؤں کی فضیلت اور اوتاروں و پیغمبروں کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں وہ عام طور روحِ انسانی کو ایک کم حیثیت جوہر تصوّر کرتے ہیں۔ اُنھیں یہ معلوم نہیں کہ انسان کا آتما۔ پرماتما یا سچے کُل مالک کا انش ہے۔ وہ منشیہ شریر کے ابھمانی" میں" ہی کو آتما سمجھتے ہیں یہ "میں" یا انسانی وجود کے اندر مقیم کرتا دھرتا اور قول و فعل کے لئے ذمّہ دار جیو آتما ہے۔ آتما نہیں ہے۔ جیسے ہائڈروجن اور آکسیجن دو گیسوں کے ملنے سے ایک تیسری شے جسے پانی کہتے ہیں پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی آتما و من کی ملونی سے ایک تیسری شے جسے جیو آتما کہتے ہیں پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ جیو آتما ضعیف محدود و فانی ہے۔ جیسے ہائڈروجن و آکسیجن گیسوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے سے پانی کا وجود معدوم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی آتما و من کو جُدا گانہ کر دینے سے جیو آتما کا ابھاؤ ہو جاتا ہے۔ آتما و من کے علیحدہ علیحدہ ہونے ہی کو سنت مت میں "جڑ چیتن" کی گرنتھی یا گانٹھ کا کُھلنا کہتے ہیں۔ من جڑ ہے اور آتما چیتن ہے

[۱۵] اِس لئے

ان کے ملنے سے "جڑ چیتن" جیو آتما کا ظہور ہو جاتا ہے۔ اور جیسے دُنیا میں مرنے پر یعنی جیو آتما کے جسم انسانی سے علیحدہ ہونے پر جسم کا مسالہ اپنے مخزن میں شامل ہو جاتا ہے ایسے ہی ان کے علیحدہ علیحدہ ہونے پر من اپنے مخزن میں سما جاتا ہے۔ اور آتما اپنے مخزن کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے۔ اور جب آتما درمیانی منازل قطع کر کے اپنے ہمجنس و خالص رُوحانی منڈل میں پہونچ جاتا ہے۔ اس کو سچّی مُکتی کہتے ہیں۔ اس بیان سے واضح ہو گا کہ جیو آتما میں آتما کا جوہر تو موجود رہتا ہے لیکن من کی مِلونی ہونے سے آتما کے اصلی خواص دب جاتے ہیں اور ایسے خواص (کام۔ کرودھ وغیرہ) جو نہ جڑ من کے ہیں نہ خالص رُوحانی ہیں اور جن کو جیو آتما کے خواص کہنا چاہیئے پرگٹ ہو جاتے ہیں۔ اور عام انسان اُن ہی خواص کو آتما کے خواص گردان کر آتما کو ایک کم حیثیت جوہر سمجھنے لگتے ہیں۔ اگر یہ جاگرت اوستھا کا ابھمانی" میں" ہی ہمارا آتما ہے۔ پھر شاستروں میں آتم گیان کی پراپتی اتنی مشکل کیوں قرار دی گئی؟ جاگرت اوستھا کا گیان تو ہر کس و ناکس کو آگے ہی حاصل ہے۔ اُس کے حصول کے لئے یوگ سادھن کرنے کی کیا حاجت ہے؟ پاتنجل یوگ سُوتروں میں جو سادھن تبلائے گئے ہیں وہ سب آتم گیان ہی کی پراپتی کے لئے تو ہیں۔ سُوتر ۲۹ پاد اوّل میں بتلایا گیا ہے کہ ایشور پرندھان سے بِگھنوں سے رہائی بھی ملتی ہے اور پرتیک چیتن (آتما) کا گیان بھی ہوتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا معمولی جاگرت اوستھا کا گیان آتم گیان نہیں ہے۔ یہ گیان تو چِت ورتیوں دوارا پراپت ہوتا ہے اور اُس کے بند کر دینے پر ہی ہم آتم گیان کی پراپتی کے قابل ہوتے ہیں۔ سچّا کُل مالک یا پرماتما۔ ست۔ چت۔ آنند۔ پریم و پرکاش سروپ ہے۔ اور یہی اوصاف ہمارے آتما کے ہیں۔ من و مایا کے پردوں کے چیر ڈالنے پر انسان کو آتم درشن یا آتم گیان پراپت ہوتا ہے۔ اُس وقت آتما و پرماتما کی ایکتا سمجھ میں آتی ہے۔ حالت موجودہ میں دلیل عقلی سے نتیجہ نکال کر اکتفا کرنی پڑتی ہے۔

۱۰۸۔ دلیل عقلی کے سلسلہ میں اول سمندر و پانی کے قطرے کی مثال لی جاوے۔ سمندر پانی کا ذخیرہ ہے۔ اور قطرہ اُس کا جزو یا انش ہے۔ مگر جو اوصاف سمندر کے ہیں وہی پانی کے قطرے کے ہیں۔ سمندر بھی

H_2O ہے اور پانی کا قطرہ بھی یہی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ سمندر میں لہریں اٹھتی ہیں۔ جہاز چلتے ہیں۔ اور پانی کے قطرے میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ لیکن یہاں نگاہ بیوپار پر نہیں ہے جوہر کے خواص پر ہے۔ علیٰ ہذا القیاس سورج و سُورج کی کرن کی مثال بھی عین صادق آتی ہے۔ سورج کی کرن سُورج نہیں ہے۔ لیکن اُس کا مسالہ یا جوہر اور سُورج کا جوہر ایک ہی ہے۔ اسی طرح آتما و پرماتما کا جوہر ایک ہی ہے۔

۱۰۹۔ علاوہ بریں غور کریں اگر دنیا کا کوئی بھی آستک مت سچا ہے تو ماننا ہوگا کہ اُس کے بانی یا پیشوا کو مالک۔ برہم یا خدا کا درشن ضرور ہوا ہوگا۔ اور درشن کے معنی محض جھانکا جھانکی نہیں ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے روزمرہ سینکڑوں چیزیں دیکھتے ہیں۔ یہ درشن گیان ہمیں اپنی آنکھوں و سُورج وغیرہ کی روشنی کی معرفت ہوتا ہے۔ آنکھوں میں بیماری ہونے یا باہری روشنی میں تبدیلی ہونے سے اِس گیان میں فرق آجاتا ہے۔ جن چیزوں کے سُورج کی روشنی میں ایک طرح کے رنگ نظر آتے ہیں پارہ سے بھری ہوئی نلی (Mercury Column) کی معرفت روشنی گذار کر دیکھنے سے دوسری ہی طرح کے نظر آتے ہیں۔ جسم میں پیلیا روگ ہوجانے سے ہر شے پیلی ہی نظر آتی ہے۔ اب چونکہ اس گیان کا زیادہ تر دارومدار ہماری آنکھوں کی قوتِ بینائی اور باہری روشنی کے انتظام پر ہے اِس لئے اِس کا کچھ اعتبار نہیں۔ بیشک دنیا کا کاروبار اس گیان سے چلتا ہے۔ لیکن یہ ستیہ یعنی اصلی گیان نہیں ہے۔ یہ محض نسبتی[۱] (Relative) گیان ہے۔ لیکن اگر کسی رِشی پیغمبر یا سنت مہاتما نے پرماتما یا خدا کا اصلی درشن حاصل کیا تو وہ درشن نہ کسی مادّی حِس کی معرفت ہونا چاہیئے نہ کسی مادی روشنی کے ذریعہ۔ اُس درشن کی حالت میں صرف درشٹا اور درشیہ یعنی دیکھنے والا اور دیکھنے کی چیز (آتما و پرماتما) ہونے چاہیئں۔ اب اگر آتما کے ذاتی صفات ایک ہیں اور پرماتما کے دوسرے۔ تو پرماتما کے درشن کرنے والا آتما۔ پرماتما کو بطور پرماتما نہ دیکھ سکے گا۔ وہ اُس کو محض ایسا دیکھے گا جیسا وہ دیکھ سکتا ہے۔ اور اگر یہ نتیجہ درست ہے تو اِس حالت میں بھی یہی کہنا ہوگا کہ آتما کو پرماتما کا ستیہ گیان پراپت نہیں ہوا۔ ستیہ گیان تب کہلاتا جب

[۱] آپیکشک۔

آتما پرماتما کو ویسا ہی دیکھتا جیسا کہ پرماتما ہے لیکن آتما بیچارہ کیا کرے۔ اس کا جوہر آپ پرماتما کے جوہر سے مختلف مانتے ہیں اور آپ اُسے محدود۔ الپ وغیرہ اور پرماتما کو لامحدود وسرو شکتیمان وغیرہ خطاب دیتے ہیں اس لئے نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر دنیا کا ایک بھی مذہب سچا ہے اور جب سے دُنیا بنی اُس وقت سے آج تک ایک بھی رِشی سنت۔ مہاتما پیغمبر یا ولی نے پرماتما یا خدا کا اصلی گیان حاصل کیا تو ماننا ہوگا کہ اُس مہان آتما میں پرماتما یا خدا کے درشن کی شکتی ہوگی۔ اور اگر ایک آتما کے اندر ایسی شکتی موجود ہو سکتی ہے تو سبھی آتماؤں کے اندر موجود ہوگی اور چونکہ گیان لینے والا اپنے جوہر سے برتر یا اعلیٰ اوصاف کا گیان نہیں لے سکتا اپنے جوہر کے سے اوصاف ہی کا گیان لے سکتا ہے اِس لئے پرماتما و آتما کے جوہر کے یکساں اوصاف ہونے چاہئیں۔ سنت مت اِسی معنی میں آتما و پرماتما میں انش انشی بھاؤ مانتا ہے۔

۱۰۱۔ یہ ذہن نشین ہو جانے پر کہ آتما و پرماتما کا جوہر ایک ہی ہے اور دونوں کے اوصاف یکساں ہیں سنت ستگورو کی فضیلت کا سمجھ لینا مشکل نہیں رہتا۔ اور پھر سچے سادھ سنتوں و فقیروں کی وہ مہا بھگتی مارگوں میں کی جاتی ہے ناگوار نہیں گذرتی۔ کیونکہ تب سمجھ آجاتی ہے کہ معمولی انسانوں کا آتما تو سُویا ہوا ہے صرف جیو آتما (جو الپ ہے) بیدار ہے اور مہاپُرشوں کا آتما بیدار ہے اور اپنے مخزن سے واصل ہے۔ اور بھگتی مارگ پر چلنا کیا ہے؟ الپ جیو آتما کا بیدار آتما کی بھگتی و سیوا کر کے اپنے سوئے ہوئے آتما کو بیدار کرانے کی کوشش کرنا ہے۔ ایسا جیو آتما بھگت کہلاتا ہے۔ ایسا بیدار آتما سنت ستگورو کہلاتا ہے۔ چونکہ بیدار آتما اور سچے مالک کا جوہر ایک ہی ہے۔ اِس لئے بھگت جن اپنے سنت ستگورو کو اُن کے اصلی جوہر کی صفات کا خیال کر کے مالک و خدا کہتا ہے اور جب اُسے اپنے اندر آتم گیان کی جھلک نظر آنے لگتی ہے تو بے بس ہو کر پکار اُٹھتا ہے سے

من نسیم و اللہ یاراں من نسیم — من نسیم یار است از سر تا قدم
وقت بودہ است کہ ایں کور چشم — در خودی مخمور دیو بیم و خشم

فاعل و مفعول دیدے خویش را　　آنکہیں پنداشت زخم نیش را

چوں رسیدم در حضور مُرشدم　　قہقہہ دیوار گشتہ منہدم

یک بیک ظلمات شُد از چشم دُور　　آں خودی را ختم شد دُور و فتور

۱۱۱ سوال ۔ آپ کا مطلب یہ سمجھ میں آیا کہ آتما و پرماتما کا جوہر ایک ہے اِس لئے جس انسان کا آتما بیدار ہو اور پرماتما سے واصل ہو اُسے معمولی انسان سمجھنا غلط ہے۔ اُس کے جسم انسانی میں پرماتما ہی کا ظہور ہے۔ اِس لئے وہ ایشور۔ پرماتما۔ خدا وغیرہ کے تُلیہ سمجھا جاتا ہے مگر آپ کے مت میں ایشور کا اوتار لینا بھی تو مانا جاتا ہے۔ بھلا سرو دیاپک ایشور محدود انسانی جامہ کے اندر کیسے سما سکتا ہے اور جب ایشور انسانی جامے کے اندر سما گیا تو اس کا اپنا کام کون کرتا ہے؟ اور اِس حساب سے تو انسانی جامہ ایشور سے بھی بڑا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ایشور اُس کے اندر سما جاتا ہے۔

جواب ۔ جب کسی اونچے دھام کے دھنی برہم۔ پربرہم۔ ست پُرش یا کُل مالک کی موج ہوتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں جب سرشٹی نیم یہ صورت پیدا کرتے ہیں کہ کسی اُونچے دھام کی رُوحانیت کا پرتھوی پر اظہار ہو تو اُس دھام کے دھنی کی ایک کِرن درمیانی مقامات کو چیر کر پرتھوی پر اُتر آتی ہے اور مُنشیہ روپ دھارن کر کے اپنے دھام و دھنی کا بھید پرکٹ کرتی ہے۔ دھنی بدستور اپنے مقام میں بنا رہتا ہے۔ ہمارا آتما بھی تو کُل مالک کی ایک کِرن ہے۔ تو جبکہ یہ آسانی سے انسانی جامہ اختیار کر سکتا ہے تو کسی دھام کے دھنی کی کِرن کے لئے بھی انسانی جامہ اختیار کرنا ایک آسان عمل ہونا چاہیئے۔ اور جبکہ ہمارے آتما رُوپی کِرنوں کے پرتھوی پر اُتر آنے سے مالک بدستور سرو ویاپک بنا ہے تو کسی دھام کے دھنی کی خاص کِرن کے اُتر آنے سے اُس کی بھی مستقل حالت میں کوئی فرق نہیں آنا چاہیئے۔ یہ کِرن کیا ہے؟ رُوحانیت کے سروت سے نکلا ہوا رُوحانیت کا ایک دریا ہے۔ اس دریا کا ہمیشہ اپنے مخزن سے براہ راست تعلق قائم ہے۔ اِس کا پانی سروت ہی کا پانی ہے۔ یہ دراصل سروت ہی کا پھیلاؤ ہے اور جیسا کہ ایشو پنشد

کے شانتی پاٹھ میں فرمایا گیا ہے۔"پورن ہے وہ اور پورن ہے یہ۔ پورن سے پورن ہی برآمد ہوتا ہے۔ اور پورن سے پورن نکال لینے پر پورن ہی بچتا ہے"۔ دھنی اور یہ اوتار سروپ بھی پورن ہی رہتے ہیں۔ اصل شلوک بھی لکھا جاتا ہے :۔

ओं पूर्णमदः पूर्णमिदं पूर्णात् पूर्णमुदच्यते ।
पूर्णस्य पूर्णमादाय पूर्णमेवावशिष्यते ।।

۱۱۲۔ آپ خیال کیجئے بجلی کی شکتی اِس پرتھوی لوک میں ویاپک ہے اور کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں وہ موجود نہ ہو۔ لیکن اِس ویاپک بجلی کا تو انسان کو درشن نہیں ہو سکتا؟ جب وہ بجلی خاص شکل اختیار کرکے بادلوں میں پرکٹ ہوتی ہے یا بجلی کے لیمپ میں پرکاش کرتی ہے تبھی اِنسان اُسے دیکھ سکتا ہے اسی طرح پرماتما ہر جگہ موجود رہتا ہوا کسی کو نظر نہیں آتا۔ لیکن جب وہ کسی خاص انسانی جامہ میں اپنا اظہار کرتا ہے تو اُس کی ویاپکتا میں کوئی نقص نہیں آتا۔ اور دُنیا کے لوگوں کو اُس کا درشن ہو جاتا ہے۔ آپ اِس سلسلہ میں پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے وی کالج کے ویدانت درشن بھاشیہ کا صفحہ ۱۷ مطالعہ کیجئے۔ انتر آدھی کرن کے چودھویں سُوتر کی تشریح کرتے وقت لکھا ہے"۔ جیسے سروگت بھی وِدیوت (ویاپک بجلی) اپنی وشیش مہا سے میگھادی (بادلوں وغیرہ) میں درشیہ ہوتا ہے (نظر آتا ہے) اسی پرکار سروگت بھی پرماتما جہاں اپنی وششٹھٹ مہا سے درشٹویہ ہوتا ہے (نظر آنے کے قابل یعنی پرکٹ ہوتا ہے) وہی اُس کی اُپاسنا کا ستھان بتلایا جا سکتا ہے"۔

۱۱۳۔ یہ عبارت غور طلب ہے۔ اس کے علاوہ خود سُوتر مذکور کے معنی پر غور کیجئے۔ سُوتر کے معنی یہ تبلائے گئے ہیں"ستھان آدی کے بتلانے سے"۔ معاملہ یہ ہے کہ چھاندوگیہ اُپنشد (۴۔ ۱۵۔ ۱) میں ستیہ کام گورو نے اُپ کوشل ششیہ کو اُپدیش کیا ہے۔ جو یہ آنکھ میں پُرش دیکھتا ہے (نظر آتا ہے) یہ آتما ہے یہ امرت ہے۔ آبھے ہے۔ یہ برہم ہے"۔ اِس پر سُوتر نمبر ۱۳ میں سوال اٹھایا گیا ہے۔ آیا آنکھ کے اندر نظر آنے والا

پُرش عکس ہے یا جیو آتما یا پرماتما۔ اِس کے جواب میں فرمایا گیا کہ یہاں مُراد پرماتما ہی سے ہے۔ کیونکہ امرت پن و ابھے پن صرف پرماتما کی صفات ہو سکتی ہیں۔ اِس پر پھر سوال اٹھایا گیا کہ مکیں سے مکان ہمیشہ بڑا ہوتا ہے مثلاً سمندر کے جانوروں سے سمندر جس میں وہ رہتے ہیں بڑا ہی ہوتا ہے۔ تو پھر آنکھ پرماتما سے بڑی ہونی چاہیئے یہ سُوتر نمبر ۱۴ کا مفہوم ہے۔ اِس کے جواب میں ایک شُرتی پیش کی گئی ہے۔ جو برہدارنیک اُپنشد ۳۔۷۔۱۸ میں بھی آئی ہے اور جس کے معنی حسبِ ذیل ہیں۔

"جو نیتر میں رہ کر نیتر سے الگ ہے۔ جس کو نیتر نہیں جانتا۔ نیتر جس کا شریر ہے۔ جو نیتر کے اندر رہ کر نیتر کو نیم میں رکھتا ہے یہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے۔" اور اِس شُرتی کی وضاحت کے لئے بجلی کی مذکورہ بالا مثال پیش کی گئی ہے۔

۱۱۴۔ اب اگر اِس شُرتی کے پرمان سے آنکھ کے اندر مقیم پرماتما محدود نہیں ہو جاتا اور مانا جاتا ہے کہ وہ نیتر میں رہ کر نیتر سے الگ رہتا ہے۔ تو یہ ماننے میں بھی کوئی دِقّت نہ ہونی چاہیئے کہ انسانی جامہ کے اندر مقیم رہتا ہوا پرماتما کسی اُونچے دھام کا دھنی اُس شریر سے الگ رہتا ہے۔ اور جیسے معمولی طور پر دیا یک بجلی کسی کو نظر نہیں آتی اور بادلوں میں اُس کا خاص طور پر کاش ہونے ہی سے نظر آتی ہے۔ ایسے ہی جب پرماتما کسی شریر میں اپنا خاص طور پر کاش کرے تبھی وہ انسان کو نظر آتا ہے اور" وہی اُس کی اُپاسنا کا استھان بتلایا جا سکتا ہے۔"

۱۱۵۔ یہاں پر یہ گذارش کرنا ضروری و مفید معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین مہربانی کر کے نیتر میں برہم کے نواس کے متعلق شُرتی کے اُپدیش کو خاص طور خیال میں رکھیں۔ اسی اصول پر سنت مت میں سنتوں و مہاتماؤں کی درشٹی لینے اور دل و دیدہ سے اُن کا درشن کرنے کا رواج قائم ہوا۔ آگے چل کر آرتی کے متعلق اعتراض کا جواب سمجھنے میں مدد ملیگی۔

رَادھا سُوامی مَت کی بَانی پر اعتراضات

وِدّیا کو اوِدّیا کیوں کہا؟

۱۱۶-سوال - رادھا سوامی مت میں سینکڑوں لکھے پڑھے آدمی شریک ہیں۔ اور آپ ہر بات کا جواب بھی مدلل دیتے ہیں۔ مگر آپ ودیا کے پرکاش یعنی تعلیم کی اشاعت کے خلاف کیوں ہیں؟ آپ کی پُستک سار بچن میں لکھا ہے "ہے بِدیا تو بڑی ابدیا۔ سنتن کی تیں قدر نہ جانی"۔ بھلا ودیا کے پرکاش کے بغیر دُنیا کے لوگ کیسے پرمارتھ سمجھ سکتے ہیں؟ اور دُنیا کا کام کیسے چل سکتا ہے؟ بعض کہتے ہیں کہ آپ وِدیا کے اِس لئے خلاف ہیں کہ آپ لوگوں کو اندھکار میں رکھا چاہتے ہیں۔ اور اندھکار ہی میں گورودمبھ چلتا ہے۔ اور شری نردیو شاستری جی کی کتاب موسومہ "آریہ سماج کا اتہاس"۔ بھاگ دوسرا میں "ایک آگرہ نواسی" نے یہ بھی لکھا ہے کہ "رادھا سوامی مت کے گورو لوگ وید۔ شاستر گیان دہین" ہیں۔ یعنی وید وغیرہ شاستروں کی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

جواب - جس کڑی کا آپ نے حوالہ دیا وہ بیشک ہماری پُستک سار بچن میں آئی ہے۔ لیکن اگر اس طرح آپ کی دھرم پُستکوں سے فقرے چُن کر اعتراضات کئے جائیں تو ضرور آپ کو رنج ہو گا۔ معترض کے لئے واجب ہے کہ سارا شبد پڑھے۔ اور سلسلہ مضمون کو خیال میں رکھکر معنی لگاوے اور اگر خود معنی سمجھ میں نہ آویں تو کسی واقف کار سے دریافت کرے۔ اور نفس مضمون بخوبی سمجھ میں آجانے پر اعتراض قائم کرے۔ میں نے نردیو شاستری جی کی پُستک غور سے پڑھی ہے۔ بلکہ مجھے شاستری جی سے ذاتی واقفیت بھی ہے۔ انھوں نے ایک مرتبہ دیال باغ آنیکی کرپا بھی کی تھی۔ وہ ضرور ایک قابل وِدوان اور نیک طبیعت

سجن پُرش ہیں۔ مگر اس میں کسی کا کیا قصور ہے؟ جب کسی سوسائیٹی میں دن رات رادھاسوامی مت کی بُرائی کی جاوے تو اُس سوسائیٹی کے ممبر کہاں تک اپنے تئیں رادھاسوامی مت کے خلاف باتوں کے اثر سے محفوظ رکھ سکتے ہیں؟ جب شاستری جی مجھ سے ملے تو پہلی بات اُنھوں نے یہی کہی۔ "میں تو دیال باغ دیکھکر بہت حیران ہوا۔ میں نے تو آپ کی بابت کچھ اور ہی سُن رکھا تھا۔ اور یہاں معاملہ دوسرا ہی ہے"۔

میں۔ آپ نے کیا سُن رکھا تھا؟۔

شاستری جی۔ میں نے تو یہ سُن رکھا تھا کہ آپ وِدیا کے سخت خلاف ہیں۔ اور اپنے انویائیوں کو اندھکار میں رکھا چاہتے ہیں۔ مگر یہاں تو آپ نے کالج کھول رکھے ہیں اور کالجوں میں پڑھائی کے لئے بی اے و ایم اے ماسٹر رکھ چھوڑے ہیں۔

میں۔ آپ ہی فرمائیے کہ جو روپیہ بھینٹ کا آتا ہے اُسے کیا کریں؟۔

شاستری جی۔ میں نے تو یہ سنا تھا کہ آپ کے ہاں آئے سال بڑے دِنوں میں ایک بھنڈارہ ہوتا ہے۔ اور اُس موقع پر شردھالو لوگ ایک کروڑ روپیہ بھینٹ کرتے ہیں اور لوگوں کی آنکھوں میں دُھول ڈالنے کے لئے آپ نے چھوٹا سا سکول جاری کر رکھا ہے تاکہ یہ کہہ سکیں کہ جو روپیہ آتا ہے وہ پبلک کے فائدہ کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

میں۔ آپ کو یہ خیال نہ آیا کہ جب کانگریس کی تحریک بڑے زور و شور پر تھی اور عوام کی دِلی ہمدردی مہاتما گاندھی جی کے ساتھ تھی۔ اُس وقت مہاتما جی نے چوٹی سے ایڑی تک کا زور لگایا اور اُن کے سہائکوں نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے تو کہیں ایک مرتبہ کُل ہندوستان کے امیروں و کارخانہ کے مالکوں کی مدد سے ایک کروڑ روپیہ اکٹھا ہوا۔ اور رادھاسوامی مت کے پیرو محض مُٹھی بھر آدمی ہیں اور اُن میں کوئی راجہ۔ مہاراجہ یا امیر بھی نہیں ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہماری سنگت آئے سال مجھے ایک کروڑ

روپیہ بطور بھینٹ پیش کرے۔

شاستری جی۔ آپ میری باتوں کا بُرا نہ مانیں۔ میں نے جیسا سُنا تھا۔ ویسا لکھدیا میری رائے اب دوسری ہے۔

میں۔ میں آپ کی باتوں کا برا نہیں مانتا۔ بلکہ میری تو یہی پرارتھنا ہے کہ آپ کی زبان سچی ہو جائے اور سچ مچ ہماری سنگت ایک کروڑ روپیہ سالانہ ہماری سبھا کو پیش کرنے لگے۔

۱۱۷۔ اس کے بعد کچھ اور باتیں اِدھر اُدھر کی ہوتی رہیں۔ مگر افسوس ہے کہ شاستری جی نے کوئی ایسی بات نہ پوچھی جس سے وہ تحقیق کر سکتے آیا یہاں کسی کو شاستروں کا گیان حاصل ہے یا نہیں بہرحال اِس تحریر کے لئے جو اُن کی پُستک میں شایع ہوئی ہے اوّل اُس کا لکھنے والا ذِمّہ دار ہے۔ اور نا ممکن نہیں کہ اِس پُستک کا مسودہ شاستری جی کے دیال باغ آنے سے پہلے تیار ہوا ہو۔ مگر اِس تحریر میں مصنّف نے نیز دوسرے مقام پر خود شاستری جی نے جو پریم پرشاد آریہ سماجی بھائیوں کو پیش کیا ہے وہ بھی ملاحظہ کے قابل ہے۔ یہ ضرور ہے کہ رادھاسوامی مت میں زیادہ سنسکرت داں نہیں ہیں۔ مگر آج کل تو سبھی شاستر ہندی بھاشا میں دستیاب ہوتے ہیں۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ رادھاسوامی مت کے چوتھے گورو ایل ایل بی تھے اور تیسرے گورو ایم۔ اے تھے۔ اور دوسرے گورو پوسٹ ماسٹر جنرل تھے۔ اور رادھاسوامی مت کے بانی سوامی جی مہاراج اپنے زمانہ کے مطابق فارسی و سنسکرت زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔ اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ بلا دیاکرن پڑھے ہندو شاستروں کا گیان حاصل ہی نہیں ہو سکتا تو یہ محض اُسکی زبردستی ہے۔ آپ ذرا اُس پُستک کا کُل مضمون زیر بحث ایک مرتبہ سُن لیں تو آپ کو مصنّف کا مطلب زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آجاویگا۔

"رادھاسوامی مت سے تھوڑا بہت بھی پریچے رکھنے والے لوگ دو باتوں کی مُکت کنٹھ سے پرشنسا کریں گے۔ (۱) اس کے انویائیوں کی گورو بھگتی۔ (۲) ست سنگ لالسا۔ اِن باتوں کو چھوڑا جائے تو اور کوئی

وشیش بات پرتیت نہیں ہوتی۔ اس مت کے انویائی گورو بھگتی اور گورو کرپا دوا راہی اُس پرماتما کی پراپتی مانتے ہیں۔ اِسی لئے گورو بھگتی کی بھی پرماودھی ہوگئی ہے۔ گورو بھگتی تو اُچت ہی ہے۔ ہمارے یہاں بھی کہا ہی ہے۔

यस्य देवे परा भक्तिर्यथा देवे तथा गुरौ ।
तस्यैते कथिताह्यर्थाः प्रकाशन्ते महात्मनः ॥

ہمارے یہاں بھی برہم جاننے کے لئے وشیش گورو کے پاس جانا لکھا ہے۔

" समित्पाणिः श्रोत्रियं ब्रह्मनिष्ठमित्यादि । "

پرنتو رادھا سوامی مت کے گورو لوگ وید شاستر گیان وِہین ہوتے ہیں۔ اور اِدھر انویائیوں کی بھگتی کا اتنا اتریک کہ گورو کا اُچھشٹ تک کھا پی جاتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے سنسار کی باتوں سے وِمکھ ہو ایکاگر چت سے کچھ دھیان آدی کرنے سے سادھارنتیا چت ورتی نِرودھ کا سکھ پراپت کر اُسی میں اپنے کو کرت کرتیہ سمجھتے ہیں۔ آگے نہیں بڑھتے۔ 'گورو ڈم' پر کُٹھارا اُٹھانے والے کٹر آریہ سماجیوں کو 'گورو بھگتی' کا کم انوبھو ہے۔ اس لئے وے بھگتی مارگ کے تتو کو یتھارتھ رُوپ سے نہیں جانتے۔ کیول گیان مارگی بنے ہوئے ہیں۔ کیول باتوں سے ہی سارے سنسار کو وش میں کرنا چاہتے ہیں۔ یدی کہیں اُنکے گیان مارگ کے ساتھ بھگتی مارگ کا بھی پرویش ہوتا تو آریہ سماج کی آج اور ہی گتی ہوتی۔ بھگتی رس کے بِنا گیان رس، ویرتھ ہے۔ آریہ سماج اور انیہ سمپردایوں میں وشیش بھید یہی ہے کہ

۱۔ سمپردائے = سولپ گیان + پُورن بھگتی رس۔

۲۔ آریہ سماج = پُورن گیان + شُونیہ بھگتی رس۔

یہی کارن ہے کہ لوگ اِس کی گیان کی باتوں کو سُن جھٹ اِس میں سم ملت ہوتے ہیں۔ پرنتو بھگتی بھاؤ شُونیہ گیان، مارگ سے شیگھر گھبرا کر بھگتی مارگ پردھان کسی ایک سمپردائے میں پرورشٹ ہوتے ہیں۔ اور وہاں ادھک سنتشٹ رہتے ہیں۔ رادھا سوامی مت میں سینکڑوں سمجھدار گریجویٹ ہیں

اور بہت پرسن ہیں۔ آریہ سماج میں مکھ بند کرنے کا گیان استر تو ہے۔ پر ہردے کمل کو کھلانے والا۔ آتما کی بھوکھ مٹانے والا من کو استھر رکھنے والا بھگتی رس نہیں۔ یہ مکھیہ تروٹی ہے۔ کیا ہمارے آریہ بھائی سُمرن رکھینگے۔

नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यो न मेधया न बहुना श्रुतेन ।
यमेवैष वृणुते सत्यकामः तस्यैष आत्मा वृणुते तनुं स्वाम् ॥
(उपनिषद्)

کیول کورے گیان سے کسی نے بھی آج تک آتمانند نہیں پایا ہے۔"

۱۱۸۔ اب ذرا وہ الفاظ بھی پڑھ لیجئے جو خود شاستری جی نے اپنی پُستک کے دوسرے بھاگ میں آریہ سماج کی نسبت تحریر فرمائے ہیں:۔

"جہانتک تو آریہ سماج کے سدھانتوں کا سمبندھ ہے وہاں تک تو ویدک سِدھانتوں نے سمست بُدّھی مان پُرشوں کو موہت کرلیا ہے۔ پرنتو اُس کے اَنُشٹھان میں سروتھا ساماجک نربل ہیں اور وہ اس بات سے ہی پرکٹ ہے کہ جس کو آریوں کے لئے نِت دھرم اور پرم دھرم بتایا تھا ارتھات ویدوں کا پڑھنا پڑھانا اِتیادی۔ پر آریہ سماج میں ادھکتا اُن پُرشوں کی ہے جنھوں نے چاروں ویدوں کو دیکھا بھی نہیں۔ اُن کا پڑھنا پڑھانا۔ سُننا سُنانا تو دُور کی بات ہے۔ ارتھات آریہ سماج سمشٹی رُوپ سے اس وِشے میں نِتانت کورا ہے۔ اور یہ سُوتہ سِدّھ بات ہے کہ اَنُشٹھان شردھا کے بِنا ہو ہی نہیں سکتا جب تک ہمیں اپنے دھرم کے پروَرتک اپنے گورو کے واکیوں میں پُورن وشواس نہ ہو۔ اور اُس کے لئے ہردے میں شردھا نہ ہو اور اُس کی آگیاؤں کو پُورنتیا[1] ماننا اپنا کرتویہ[2] نہ سمجھ لیا ہو۔ تب تک اُس کے بچنوں کا پالن نہیں ہو سکتا۔ آریہ سماج نے بہو دھا[3] اپنی نیو[4] کیول ترک[5] پر[6] سمجھی ہے اور اپنی بُدّھی کے پیچھے رشی کے سِدّھانتوں کو چلانے کا یتن کیا ہے۔ پرنتو[7] شاستر یہ آدھار[8] کو چھوڑ کر ترک دھار مک

[1] پُوری طرح۔ [2] دھرم۔ [3] زیادہ تر [4] بُنیاد۔ [5] محض۔ [6] دلیل۔ [7] لیکن۔ [8] سہارا

سنستھاؤں کے لئے اتینت[۱] ہانی کر ہے۔

دھرم کیول اپنے سدّھانتوں کی سچائی کے کارن ہی نہیں پھیلا کرتا۔ کِنتو[۲] اُس کے انویائیوں کے آچرنوں سے پھیلا کرتا ہے۔ کیونکہ سادھارن لوگ دھرم کے تتو اور اُس کے رہسیہ کو بچار کر اُس کو ماننے کے اُدیت نہیں ہوتے۔ جتنا کہ اُس کے انویائیوں کے چرِتر کے پربھاؤ سے پربھاوت ہو کر اُس کو گرہن کرتے ہیں۔

آریہ سماج کا پتن[۳] کیول شردھا ہین[۴] جیون ہونے سے ہی ہوا ہے۔ یدی یہ کہا جائے تو اَتیوکتی[۵] نہ ہوگی کہ آریہ سماجیوں کا جیون ناستِکتا کی اور جھکتا جا رہا ہے۔“

۱۱۹۔ مضمون اوّل کے الفاظ ”رادھا سوامی مت میں سینکڑوں سمجھ دار گریجویٹ ہیں اور بہت پرسن ہیں“ اور دوسرے مضمون کے آخری الفاظ ”جس کو آریوں کے لئے نت دھرم اور پرم دھرم بتایا تھا ارتھات ویدوں کا پڑھنا پڑھانا اتیادی۔ آریہ سماج میں ادھکتا اُن پرشوں کی ہے جنھوں نے چاروں ویدوں کو دیکھا بھی نہیں۔ اُنکا پڑھنا۔ پڑھانا۔ اور سننا سنانا تو دُور کی بات ہے۔ ارتھات آریہ سماج سمشٹی رُوپ سے (بحیثیت مجموعی) اس وشیہ میں نتّانت (بالکل) کورا ہے“ غور طلب ہیں جبکہ بموجب تحریر مذکور آریہ سماجی عام طور ویدوں کے پڑھنے پڑھانے اور سُننے سُنانے بلکہ اُن کے درشن سے بھی محروم ہیں۔ اور ست سنگ منڈلی کا اور رادھا سوامی مت کے گوروؤں کا بھی یہی قصور ہے اور اِس ضمن میں دو چار آریہ سماجیوں کو نہیں بلکہ کُل آریہ سماج کو بحیثیت مجموعی ”کورا“ مانا جاتا ہے۔ تو آریہ سماج اور ست سنگ منڈلی میں شاستروں سے لاعلمی کے متعلق کیا فرق رہا؟

۱۲۰۔ ”ایک آگرہ نواسی“ نے لکھا ہے کہ ”آریہ سماج اور انیہ سمپرداویوں میں وِشیش بھید یہی ہے کہ

(۱) سمپردایہ = سولپ گیان + پُورن بھگتی رس۔

---

[۱] بہت زیادہ۔ [۲] بلکہ۔ [۳] گراوٹ۔ [۴] شردھا سے خالی۔ [۵] مبالغہ۔

(۲) آریہ سماج - پُورن گیان + شونیہ بھگتی رس -

مان لو کہ اُن کا یہ خیال دُرست ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ آریہ سماج کو پُورن گیان کہاں سے حاصل ہوا؟ جو سوسائیٹی بحیثیت مجموعی وید آدی شاستروں کے پڑھنے پڑھانے تو کیا اُن کے درشن سے بھی محروم ہے۔ اُس میں پُورن گیان کیسے رہ سکتا ہے؟ "آریہ سماج کا اتہاس" کے دوسرے بھاگ کے صفحہ ۱۵۲ پر لکھا ہے "یہ اپنے منشیوں کو سویم (خود ہی) دُراچاری (بدچلن) سِدھ کرنے اور اس میں یُدھ کرنے نے اب بھی آریہ سماج کی اُنّتی کو روکنے میں ادھک پربھاؤ ڈالا ہے۔ اِسی کارن سے بُدّھی مان اور گمبھیر پُرش آریہ سماج میں کم پرویش ہوتے ہیں۔ اور یدی کوئی پیاسا آتما سوامی جی مہاراج کے گرنتھ پڑھکر آریہ سماج میں داخل ہوتا ہے تو آریہ سماجیوں کے کرتویہ (فعل) دیکھ کر شیگھر ہی (جلد) نراس ہو جاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اس سنستھا سے پرتھک رکھنے میں ہی اپنی بھلائی سمجھتا ہے"۔ جس سوسائیٹی سے وِدّوان و گمبھیر پُرش علیحدہ رہنا ہی پسند کرتے ہوں۔ اور جس کے اندر محض معمولی عقل اور اوچھی طبیعت والوں کی بھرمار ہو تو پُورن گیان کی تھیلی کون سنبھالے گا؟ حیرت یہ ہے کہ آریہ سماج کے ممبران کو تو جو بموجب بیانات مذکورہ بالا شردھا بھگتی۔ وید آدی شاستروں کے گیان اور عملی جیون میں کورے ہیں پُورن گیان کے مالک کہا جاتا ہے۔ اور رادھا سوامی مت کے سینکڑوں سمجھ دار گریجویٹ، لوگوں کو سولپ گیان والا بتلایا جاتا ہے۔ اِس قسم کی باتیں محض پُورن گیانی ہی سمجھ سکتے ہیں!

۱۲۱- اب رہا ہماری پُستک سار بچن کے شبد کا معاملہ۔ اس کے سمجھانے کے لئے ہم اُس کُل شبد کے ارتھ پیش کرتے ہیں۔ جس میں مذکورہ بالا کڑی آئی ہے۔ ملاحظہ ہو بچن ۲۴ شبد تیسرا

ہے بِدیا[1] تو بڑی اِبدیا[2] سنتن کی تیں قدر نہ جانی

---

[1] حساب جغرافیہ۔ جیالوجی۔ بیالوجی۔ فزکس کیمسٹری۔ لٹریچر وغیرہ علوم ظاہری سے مطلب ہے۔

[2] لفظی معنی۔ اَلپ یا گیان۔ (علم ناقص)

اے لوگک ودیا! تو بڑی اودیا ہے۔ تو سنتوں کی قدر سمجھنے سے قاصر ہے۔

سنت پریم کے سندھ بھرے ہیں تیں اُلٹی بُدھ کیچڑ سانی ۲

سنتن پریم لگا پیارے سے اُن کی سورت شبد سمانی ۳

تو دھن مان پرتشٹھا چاہے اور کیچڑ تا میں لپٹانی ۴

سنت پریم کے سمندر ہوتے ہیں۔ اور برخلاف اس کے تو انسان کو بدھی کی کیچڑ میں پھنساتی ہے۔ سنتوں کا پریم یعنی پیار سچے مالک سے لگا رہتا ہے۔ اور اُن کی سُرت سنسار کے سامان کے بجائے انتری شبد میں جڑ کر شانت رہتی ہے۔ تو منشیوں کے دل میں دنیا کی دولت و ثروت، شوکت و حشمت کی خواہشیں پیدا کرتی ہے۔ اور انھیں چالاک بناتی ہے۔

کل میں جیو بہت تیں گھیرے برلے گورمکھ بچے ندانی ۵

اِس کل جگ کے زمانہ میں تو نے بہت سے لوگوں کو قابو کر لیا ہے۔ جن تھوڑے سے لوگوں نے ستگورو کی شرن اختیار کر لی ہے۔ وہی تیرے داؤ سے بچے ہیں۔

اُن کی پریم انبھوی بانی تو بدھی سنگ رہت کھپانی ۶

سنت انبھوی گیان اُپدیش فرماتے ہیں۔ تو منشیوں کو ترگُنا تمک بدھی کی معرفت پرابت گیان میں کھپاتی ہے۔

بِدیا پڑھ پڑھ بہت پچے ہیں پریم بنا کچھ ہاتھ نہ آنی ۷

یہ بچارے دُنیوی علوم کے پڑھنے و سیکھنے میں پلتے ہیں۔ مگر چونکہ پریم و شردھا سے خالی ہیں اس لئے اُن کے کچھ ہاتھ نہیں لگتا۔ نر دیو شاستری جی اور "ایک آگرہ نواسی" نے بھی تو یہی بات لکھی ہے نا؟ مگر ہاں۔ رادھا سوامی مت کے پُستک کے اُپدیش غلط اور آریہ بھائی کی کہن ستیہ:

ارتھ سمپردا کر کر بھولے انبھو کی اُن سار نہ جانی ۸

بانی بن میں رہے بھلانے   پڑھ پڑھ پوتھی جنم بتانی۔ ۹

گھٹ کے بھید نرنیک نہ ٹھہریں   من چنچل کی گتی نہ پہچانی۔ ۱۰

یہ لوگ شاستروں کی اپنے اپنے مت انوسار ٹیکائیں کرکے مگن ہوتے ہیں اور انبھو یعنی پرابھ گیان سے بے خبر رہتے ہیں۔ یہ بانی یعنی کتابی علم کے جنگل میں بھرم رہے ہیں۔ اور کتب بینی میں اپنا جنم ختم کر رہے ہیں۔ اُن کا من ایک لمحہ کے لئے مستقل نہیں ہوتا۔ اُنھیں من کی دوڑ دھوپ کی پہچان تک نہیں آتی۔

باہرمکھی گرنتھ نت پڑھتے   گھٹ کی پوتھی پڑھیں نہ پڑھانی۔ ۱۱

گھٹ کا بھید کہو جو اُن سے   تو اُن کا من دیت نہ ہامی۔ ۱۲

باہرمکھی گرنتھ یعنی علم ظاہری کی کُتب یہ دن رات پڑھتے ہیں اور علم باطن سے کورے ہیں (شاستری جی کی تحقیقات کا بھی تو یہی نتیجہ ہے نا؟) اگر کوئی اُن سے انتر کا بھید کہے تو اُن کا من اُسے قطعی منظور نہیں کرتا۔

سنت گگن میں سُرت چڑھاویں   وے سُنتے نت وہاں کی بانی۔ ۱۳

اُن کی گت مت اگم اپارا   تو لوگن کو رتیجھ رجھانی ۱۴

سنت اپنی آدھیاتمک شکتی جگا کر روحانی منڈلوں کا پرتکیش گیان حاصل کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ وہاں کا شبد یعنی آکاش بانی شروَن کرتے ہیں۔ اُن کی پہونچ اور اُن کا گیان معمولی انسانی فہم کی پہونچ سے پرے ہے اِس کے مقابلہ تو لوگوں کے من کو پرچا کر خوش کر چھوڑتی ہے۔

پریمی جیو نہ مانیں تیری   تو اپنی ہی کہت کہانی۔ ۱۵

اے ودّیا! جن لوگوں کے ہردیہ میں سچّے مالک کے درشن کا شوق ہے اور جو پریم و شردھا کی قدر جانتے ہیں وہ تیرے دامِ فریب میں نہیں آتے۔ اپنی طرف سے تو تُو اُن کے پھنسانے کے لئے بہتیرے جال بچھاتی ہے۔

استُت کے بھوکے تم نِس دِن | مان استُتی چاہ بھرانی۔ ۱۶
اپنے ادگن آپ بچارو | اور کا ڑمن کی جگت کمانی۔ ۱۷
دھوکے میں کیوں جنم بِتاؤ | سُرت شبد میں نت چڑھانی۔ ۱۸

اے بھولے لوگو! تم کو دُنیوی عزّت و حشمت کی بُھوک نے دُنیوی علوم یعنی وِدّیا کا گرویدہ بنا رکھا ہے۔ تم اپنے نقصوں پر غور کرو اور اُن کے دُور کرنے کی ترکیب کرو۔ کیوں دھوکے میں رہ کر اپنا جنم ضایع کرتے ہو؟ تم اپنی سُرت یعنی توجّہ کو انتری شبد میں جوڑنے کی فکر کرو۔

وِدّیا چھوڑ کرو یہ کرنی | تو پاؤ ست نام نشانی۔ ۱۹
وِدّیا پڑھ من سے نہیں جیتو | برتھا تھوتھے تیر چلانی۔ ۲۰
سنت متا وِدّیا سے نیارا | وِدّیا ٹھگنی جیو ٹھگانی۔ ۲۱
بھگتی بھاؤ پریم نہیں اُن کے | پریمی کو دے مورکھ جانی۔ ۲۲
وِدّیا کے بل رہیں ابھمانی | سنتن سے اُن پریت نہ ٹھانی۔ ۲۳
جیوا کاج سوچ نہیں من میں | جگت بڑائی من میں سمانی۔ ۲۴

تم لوگ وِدّیا کی مہماوں سے ہٹ کر کرنی یعنی عمل کی طرف مخاطب ہو۔ تب تمہیں انتر میں ست نام یعنی سار شبد کا پتہ چلے گا۔ واضح رہے کہ تم کتابوں کے پڑھنے و سُننے سے اپنے من کو بس میں نہیں لاسکتے۔ تم ناحق تھوتھے تیر چلاتے ہو۔ سنت مت اور شے ہے۔ اور علوم ظاہری اور شے ہیں۔ نادان جیو علوم ظاہری کے فریب میں آجاتے ہیں۔ یہ سادہ لوح بھگتی اور پریم سے خالی ہوتے ہیں۔ اور پریمی و شردھاوان کو مُورکھ جانتے ہیں (غالباً اسی وجہ سے "ایک آگرہ نواسی" نے رادھاسوامی مت انویائیوں کو سولپ گیان سمجھا ہے) یہ لوگ وِدّیا کے بل بُوتے پر بہت کچھ اینٹھتے ہیں اور سنتوں سے پریت کرنے سے گُریز کرتے ہیں۔ اِنھیں اپنے جیو کے نقصان کا بھی خیال نہیں ہے۔ دُنیوی عزّت کے نشہ نے اُن کے من کو مخمور کر رکھا ہے۔

مُنہ سے متھیا جگ کو کہتے ۔ برتن میں سو سچّا مانی۔ ۲۵
مان اپمان سمان نہ کینا ۔ باچک بِدّیا رہے بُھلانی۔ ۲۶
تاتے بِدّیا سبھی بُھلاؤ ۔ سنت سرن پکڑو اب آنی۔ ۲۷
بے بِدّیا کے جو نر پریمی ۔ سو سنتن کے سنگ لپٹانی۔ ۲۸
بِدّیا وان ایک نہیں ٹھہرے ۔ تاتے بِدّیا بگھن چھپانی۔ ۲۹

یہ نوین ویدانتی و واچک گیانی مُنہ سے تو جگت کو جُھوٹ پسارا کہتے ہیں۔ لیکن برتاؤ میں جگت کو سچّا ہی مانتے ہیں۔ اِن کو ذلّت و عزّت کا بڑا خیال رہتا ہے اور اُس کے زیرِ اثر علومِ ظاہری یعنی واچک گیان میں لپٹے رہتے ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ اس وِدّیا کی جانب سے توجہ ہٹاؤ (پانچوں ورتیوں کے نِرودھ ہونے پر بھی تو سب وِدّیا بُھول ہی جاتی ہے) اور سنت سُتگورو کی شرن اختیار کرو۔ جو لوگ علومِ ظاہری سے بے بہرہ ہیں لیکن شردھا وان ہیں۔ اُنھیں سنتوں کی چرن شرن اختیار کرنے میں دِقت نہیں ہوتی۔ لیکن جو اپنے تئیں بڑا وِدّوان سمجھتے ہیں وہ سنت چرن سے دُور بھاگنے ہی کی سوچتے ہیں۔ عزیزان! وِدّیا صریحاً تمہارے پرمارتھ کے راستہ میں بگھن کارک ہو رہی ہے۔

سنت نہ بِدّیا پڑھتے کوئی ۔ اُن کے انبھو سمند سمانی۔ ۳۰
اُن کا پیار لگا پیارے سے ۔ بِدّیا کیوں کر یاد رہانی۔ ۳۱
تن من کی سب سُدھ بسرانی ۔ بِدّیا بُدّھ پھر کیوں ٹھہرانی ۳۲
سب پرکار پریم کی مہما ۔ بِدّیا ابِدّیا دونوں ہانی۔ ۳۳

سنت ظاہری علوم کی پروا نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کی انبھو شکتی جگی ہوتی ہے اور پراتبھ گیان کا سوت کُھلا ہوتا ہے۔ اُن کی سُرت سچّے مالک کے چرنوں میں لولین رہتی ہے۔ بھلا بتلاؤ۔ ترگُنا تمک وِدّیا کی اُنھیں کیسے یاد رہ سکتی ہے؟ اور جبکہ اُن کو اپنے تن و من کی سُدھ نہیں رہتی تو وِدّیا اور بُدھی کی اُنھیں

کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟ اگر سچی بات سُننا چاہتے ہو تو سُن لو۔ ہر حالت میں مہاپریم ہی کی ہے۔ ہر شخص عملی زندگی ہی بسر کرکے اپنا منشیہ جنم سپھل کر سکتا ہے۔ اور بلا پریم کے عملی زندگی ناممکن ہے۔ وِدّیا یعنی علوم ظاہری میں اُلجھنا یا علوم ظاہری سے بے بہرہ رہنا دونوں باتیں انسان کیلئے نقصان دہ ہیں۔

جن کا پریم شبد میں ناہیں — اُن کو بِدیا خوار کرانی۔ ۳۴
جنم مرن سے چھُٹیں نہ بھائی — جو راسی میں بہیں بہانی۔ ۳۵
بِدّیا بھول چڑھو اب گھٹ میں — سُرت شبد میں لاؤ تانی۔ ۳۶
بِدّیا بھی بُدھ و بِشے پچھانو — یہ آسکتی بھلی نہ جانی۔ ۳۷

جن کا انتری شبد میں پریم نہیں ہے اور باہر مکھی وِدّیا میں پَچ رہے ہیں۔ اُنھیں ایک دن ضرور خواری اُٹھانی پڑیگی۔ وہ جنم اور مرن کے چکر میں برابر گرفتار رہینگے۔ یہ وِدّیا اُنھیں چوراسی کے چکر سے نہیں چھُڑا سکتی۔ اگر ہماری مانو تو وِدّیا کی مہا چیت سے دُور کرو اور انتر میں سُرت جوڑنے کیلئے کوشش کرو۔ وِدّیا جس پہ تم فریفتہ ہو آخر بدّھی کا رس ہی تو ہے۔ اور جیسے دُنیا کے اور رس جیو کے لئے نقصان دہ ہیں۔ اس رس کی آسکتی یعنی اُلفت بھی نقصان دہ ہے۔

کتھنی بدنی کام نہ آوے — بھگتی بِنا جم کے سہے ڈانی۔ ۳۸
گُور بھگتی بِن سب جگ چُوکا — انیک سیانپ میں بھرمانی۔ ۳۹
اور جتن متھیا سب جانو — یہی جتن میں کہا پرمانی۔ ۴۰
شبد کمائی کرو پریم سے — رادھاسوامی کہت بکھانی۔ ۴۱

انسان کی لن ترانیاں موت کے وقت سب بیکار ہو جاتی ہیں۔ اور سوائے سچّے مالک کی بھگتی کے کوئی شخص یمراج کی سزاؤں سے اُس کو نہیں بچا سکتا۔ دُنیا گور بھگتی کے بغیر اصلی نشانہ سے چُوک رہی ہے۔ لوگ سینکڑوں قسم کی چترائیوں میں لگے ہیں۔ مگر واضح رہے اُن کی سب کوششیں بیکار ثابت

ہونگی۔ میں زور کے ساتھ کہتا ہوں کہ صرف ایک یہی واحد جتن کارآمد ہے۔ اور وہ جتن یہ ہے کہ تم پریم سے انتری شبد کی کمائی کرو۔ رادھاسوامی تمہارے ہت کی بات کھول کر سُناتے ہیں۔

۱۲۲۔ جو ارتھ اُوپر بیان ہوئے اِس قدر صاف ہیں کہ کسی تصریح کی ضرورت نہیں لفظ "بدّیا" جیسا کہ فٹ نوٹ میں ظاہر کیا گیا ہے علوم ظاہری (علمِ سفینہ) کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ اور لفظ "ابدّیا" وِپریت یعنی متھیا گیان (علمِ ناقص) کے لئے۔ جس نے ایک مرتبہ بھی ہوش کے ساتھ ہندو دھرم پُستکیں پڑھی ہیں۔ اُسے ایک لمحہ کے لئے بھی انکار نہ ہوگا کہ اُن میں علومِ ظاہری یعنی لوکِک وِدّیاؤں کو دُنیا کی طرف لے جانے والا اور علوم باطنی کو پرماتما یا موکش کی طرف لے جانے والا تبلایا گیا ہے۔ اسکا مفصّل ذکر آئندہ چلکر کرینگے۔ فی الحال شبد کی کڑیوں کے معنی پر غور کرتے ہیں۔ اس شبد میں مفصلۂ ذیل کڑیاں خاص طور قابلِ غور ہیں۔

سنت پریم کے سِندھ بھرے ہیں — تیں اُلٹی بُدھ کیچڑ سانی۔ ۲
تو دھن مان پرتِشٹھا چاہے — اور چترتا میں لپٹانی۔ ۴
بانی بن میں رہیں بھُلانی — پڑھ پڑھ پوتھی جنم بتِانی۔ ۹
گھٹ کے بھیتر نیک نہ ٹھہریں — من چنچل کی گتی نہ پچھانی۔ ۱۰

اِن کڑیوں میں جتلایا گیا ہے کہ دُنیوی علوم انسان کو بُدّھی کی کیچڑ میں لت پت کر دیتے ہیں۔ آتما ایک پوتر جوہر ہے اور پریم ایک پوتر انگ ہے۔ سنتوں کا آتما پریم سے بھر پور رہتا ہے۔ لوکِک وِدّیا کسی قسم کی نِرملتا پیدا کرنے کے بجائے بُدّھی کی کیچڑ سے لتھاڑ دیتی ہے۔ علوم ظاہری کی محبّت انسان کو عام طور دولت و ثروت، صولت و حشمت انتیہ (فانی) پدارتھوں کی چاہ میں اور چترتا یعنی دُنیا کی چالاکیوں میں (جن کا نتیجہ دُکھ ہوتا ہے) لپیٹ دیتی ہے۔ ظاہری علوم کے فدائیوں کو جب دیکھو واچک گیان یعنی کتابی علم کے جنگل میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور سوائے کتابوں کی اوراق گردانی کے اُنھیں کچھ

نہیں سُہاتا حالانکہ اِس طریق عمل کا نتیجہ محض تھوڑی دیر کے لئے بُدّھی بِلاس کا رس ہے اور بالآخر دُکھ رُوپی سنسار میں چکّر لگانا ہوتا ہے۔ اُن کو اپنے چنچل من کی چالبازیوں و دوڑ دھوپ کا مطلق پتہ نہیں چلتا وہ من ہی کو اپنا آتما سمجھکر مطمئن رہتے ہیں۔ اور انتر میں ایک لمحہ قیام پذیر نہیں ہو پاتے جب تک انسان کا من چنچل رہتا ہے اُس کی چت وِرتیاں چلائمان رہتی ہیں۔ اور درشٹا ورتّی کے سمان روپ والا ہے یعنی جس وقت ورتمان ورتی کا جو کچھ وشئے ہوتا ہے وہی درشٹا یعنی جیو آتما کا سروپ رہتا ہے۔ اور چت وِرتیوں کے رُکنے ہی پر درشٹا کی اپنے اصلی سروپ میں ستھتی (ٹھہراؤ) ہوتی ہے (دیکھو پاتنجل سوتر ۲ و ۳ و ۴ سمادھی پاد) دوسرے لفظوں میں آتما کا گیان حاصل ہونے کے لئے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اُس کا من نشچل ہو اور اس کی توجہ گھٹ کے بھیتر ٹھہرے۔

۱۲۳۔ اِن چاروں کڑیوں کے معنی ذہن میں آتے ہی ہمیں فوراً یوگ درشن کے سادھن پاد کا پانچواں سوتر خیال میں آجاتا ہے۔

اصل سوتر یہ ہے:۔

अनित्याशुचिदुःखानात्मसु नित्यशुचिसुखात्मख्यातिरविद्या ।

اِس پاک کلام کے معنی یہ ہیں کہ انتیہ (ناشمان) اپوتر (کثیف) دُکھ اور اناتما (غیر روح) یعنی جڑ میں نتیہ۔ پوتر سُکھ اور آتما کا گیان اِودّیا ہے۔ یعنی پتنجلی مہاراج کے مت انوسار جو علم یا گیان ناشمان کو ابناشی۔ اپوتر کو پوتر۔ دُکھدائی کو سُکھدائی اور شریر اِندری او چت کو جو کہ اناتم یعنی اپنے سروپ سے علیحدہ وستو ہیں اپنا آتما یعنی سروپ درساوے۔ وہ اودّیا ہے (دیکھو پاتنجل یوگ درشن مترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے وی کالج صفحہ ۶۴)

۱۲۴۔ اب اگرچہ جیسا کہ پُستک سار بچن کی متذکرہ بالا چار کڑیوں میں بیان ہوا۔ علوم ظاہری کا نتیجہ عام طور دُنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ لوگ انتیہ۔ اپوتر۔ دُکھدائی پدارتھوں کو نتیہ۔ پوتر اور سُکھدائی

اور اناتما کو آتما سمجھتے ہیں تو اس سوتر میں بیان کردہ تعریف کے بموجب علومِ ظاہری اوِدّیا ٹھہرے یا کیا؟ اور اگر رادھاسوامی مت کے بانی نے اپنے اُپدیش میں علومِ ظاہری کو اوِدّیا قرار دیا اور لفظ اوِدّیا کا پتنجلی مُنی کے یوگ درشن کی اصطلاح میں استعمال کیا تو ان کا یہ اُپدیش عین شاستروکت قرار پاتا ہے یا کچھ اور؟ اگر کوئی نادان اس اُپدیش کو غلط قرار دیتا ہے تو اُس کا شاستروں میں عقیدہ رکھنا محض لغو ولاطائل ہے۔

۱۲۵۔ اخیر میں ہم معترضین کی توجہ اُس بچن کی سُرخی کی جانب مبذول کرادینگے جس کے تحت مذکورہ بالا شبد تیسرے نمبر پر آیا ہے۔ وہ سُرخی یہ ہے۔

"بھید ویدانت اور حال واچک گیانیوں کا اور یہ کہ سِدھانت پد ویدانت کا سُرت شبد مارگ کی کمائی سے پراپت ہوگا" (دیکھو بچن چوبیسواں سار بچن نظم)

اگر اُنھوں نے محض اس سُرخی کی عبارت ہی پڑھ لی ہوتی تو رادھاسوامی مت پر جھوٹا الزام لگانے کے پاپ سے سہج میں بچ جاتے۔ مگر کوئی کیا کرے؟ وِدّیا روپی اوِدّیا نے اِن لوگوں کے دلوں میں گھر کر رکھا ہے۔ اور اسمتا۔ راگ۔ دویش وغیرہ کلیشوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا عوام کو ست وِدّیا یا پرا وِدّیا کا شوق دلانا سچ مچ جگت میں دمبھ پھیلانا ہے؟ کیا اپنشدوں میں پرا وِدّیا کو اپرا وِدّیا پر ترجیح نہیں دی گئی ہے؟ کیا مُنڈک اُپنشد میں یہ نہیں لکھا ہے کہ مالک کا درشن نہ وید پڑھنے سے پراپت ہوتا ہے نہ میدھا (بُدّھی) سے۔ نہ بہت سُننے سے (سیکھنے سے) ہاں جسکو وہ آپ چُن لیتا ہے وہی اُسے پا سکتا ہے۔ اصل شلوک ملاحظہ کیجیے۔

नायमात्मा प्रवचनेन लभ्यो न मेधया न बहुना श्रुतेन ।
यमेवैष वृणुते तेन लभ्यस्तस्यैष आत्मा विवृणुते तनूं स्वाम् । ३ । २ । ३ ।

اور کیا رگ وید کے پہلے منڈل کے ۱۶۴ سوکت کے منتر ۳۹ میں نیز شوتیا شوتر اُپنشد میں یہ نہیں

فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اُس ابناشی پرم آکاش (پرماتما) کو نہیں جانتا جو رِچاؤں (ویدوں) کا تاترہ ہے اور جس میں سب دیوتا مُقیم ہیں وہ ویدوں سے کیا کرے گا؟ جو اُس کو جانتے ہیں وہی شانتی سے رہتے ہیں۔ (شوتیا شوترا اُپنشد ادھیائے ۴ شلوک ۸)

۱۲۶۔ رادھا سوامی مت میں تو لوکِک وِدّیا (علم سفینہ) ہی کی مذمت کی گئی ہے لیکن اِن شلوکوں میں تو خود وید بھگوان کی اور اُن کے سُننے و پڑھنے ذہنیر بدّھی کی بے حقیقتی ظاہر کی گئی ہے۔ مگر اُپنشد اور وید جو کچھ کہیں سب ٹھیک ہے اور رادھا سوامی مت کی پُستک جو کہے سب غلط۔ کیا اسی علم ولیاقت کے بھروسے رادھا سوامی مت کی تعلیم کو دمبھ کہا جاتا ہے؟ مگر ہاں یاد آیا کہ یہ الزام تو سوامی دیانند جی نے گورو نانک صاحب جیسی پاک ہستی کے سر بھی لگایا تھا۔ ان کے پیروان کی زبان درازی کا گلہ ہی کیا ہے؟ ؎

ایں مُریداں رو بسوئے کعبہ چوں آرند چوں ۔۔۔ رو بسوئے خانۂ خمّار دارد پیرِ شاں

اُلٹی باتیں

۱۲۷۔ **سوال** - خیر وِدّیا اوِدّیا کا جھگڑا تو طے ہو گیا۔ مگر یہ تو بتلائیے کہ پُستک سار بچن میں اُلٹی باتیں کیوں لکھی ہیں۔ مثلاً لکھا ہے:-

گورو اُلٹی بات بتائی ۔۔۔ مورکھتا خوب سکھائی ۱

سوتے نے جمع کمائی ۔۔۔ جگتے نے مال گنوائی ۲

چوری سے خاوند ریجھا ۔۔۔ سچّے کو مار کھپائی ۳

اگنی کو جاڑا لاگا ۔۔۔ برشا سے سُوکھی ساکھا ۴

روٹی نِت بھوکی ترسے ۔۔۔ پانی ات پیاسا تڑپے۔ ۵

بنجھا نِت جنتی ہاری ۔۔۔ جنتی پُن بانجھ کہائی ۶

آریہ سماجی معترض کہتے ہیں "اگر آگ کو سردی لگتی ہے تو رادھاسوامیوں کو چاہیئے کہ اُس پر رضائیاں ڈالیں" اور یہ کہ "کیا یہ سب سوانگ مورکھوں میں اپنی پرتشٹھا جمانے کے لئے نہیں رچا کہ ہماری بانی کا ارتھ سوائے ہمارے کوئی نہیں جانتا"؟

جواب - جب کسی کی زبان بے قابو ہو جاتی ہے وہ جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ زبان درازی کا جواب کوئی کیا دے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قابل اُستاد اپنی تعلیم کو کارگر بنانے اور شاگرد کو مستفید کرنے کی غرض سے قسم قسم کے طریقے استعمال کرتا ہے؟ کنڈرگارٹن کیا ہے؟ کھیل کے ذریعہ تعلیم دینے کا آسان وکارگر طریقہ ہی تو ہے۔ پروفیسر آزاد کی تصنیف 'آبِ حیات' کے ابتدائی اوراق اُلٹ کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ زمانۂ قدیم سے چیستاں و پہیلیوں کے ذریعہ والدین و اُستاد بچّوں کی قوّت اِدراک بیدار اور اُن کی قوّت تخیلہ کا رُخ مناسب سمت میں قائم کرتے آئے ہیں۔ مجھے خود اپنے بچپن کے زمانہ کی یاد ہے سب سے پہلی پہیلی جو میں نے سُنی اور جس کا گہرا اثر طبیعت پر ہوا یہ تھی "ہری تھی من بھری تھی۔ سوالاکھ موتی جڑی تھی۔ راجہ جی کے باغ میں دوشالہ اوڑھے کھڑی تھی؟" اُس کے بعد آبِ حیات میں پہیلیاں پڑھنے کا اتفاق ہوا مثلاً "تردر سے ایک تریا اُتری اُس نے بہت رِجھایا۔ باپ کا اُسکے نام جو پوچھا آدھا نام بتایا۔" اور "ایک اچنبھا دیکھو چل۔ سُوکھی لکڑی لاگے پھل"۔

کیا اِن اُلٹی باتوں کے بتانے والوں کا بھی مقصد مورکھوں میں اپنی پرتِشٹھا جمانے کا تھا؟ نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں۔

۱۲۸ - واضح ہو کہ مذکورہ بالا اُصول کے مطابق سنتوں نے عوام کے دلوں میں پرمارتھی نکتوں کے لئے شوق جگانے اور پرمارتھیوں کی سمجھ بوجھ بیدار کرنے کے لئے ہر قسم کے شعر وسخن استعمال کئے ہیں۔ شری گرنتھ صاحب کو دیکھئے اُس کے اندر ہر قسم کے راگ اور راگنیاں موجود ہیں۔ چوتیسے کبت۔ سوئیے۔ چھند۔ چوپائی۔ بارہ ماسے۔ بسنت۔ ہولی۔ سبھی قسم کے کلام سنتوں کی بانی میں ملتے ہیں۔

اِسی طرح اُنھوں نے اُلٹے شبد یعنی پہیلیاں بھی رچی ہیں۔ کبیر صاحب نے تو پچاسوں ایسے شبد بنائے ہیں۔ نمونہ کے طور پر ایک شبد نیچے درج کیا جاتا ہے:۔

شبد

ہے کوئی سُرگیان پنڈت الٹ بید بوجھے پانی میں آگ لاگی۔ اندھے کو سوجھے۔ ٹیک
گدھا پر تھم تار دھاری کچھ بلار ناچے کورم تیرے سنگ ڈولے گھوس پران باچے
ہستی کرپان کرے۔ بھینسا کر جوڑے اونٹ گھوڑے مگن بھئے بیل تان توڑے
بکری نے باگھ مار یو۔ ہرن مار یو چیتا چیل نگار ودے چلی بٹیری باج جیتا
انکورے پر ڈھول باجے۔ سنوے بہرے اندھے نے چور دھر یو دھاوے لنگرے
ٹونڈا مر دنگ جھارے گونگا پد گاوے کہیں کبیر اس کو برلا لکھ پاوے

شاید آپ یہ سُن کر تعجب کریں گے کہ خود وید بھگوان میں یہ طریقہ مستعمل ہوا ہے۔ اور اگر وید ایشور کرت ہیں تو ماننا ہوگا کہ خود ایشور کو پہیلیاں کہنا پسند خاطر ہے۔ آپ پنڈت راجہ رام صاحب کے اتھروید سنگھتا بھاشیہ کے نویں کانڈ کا نواں اور دسواں سوکت نکال کر دیکھیں کہ اُس میں کیا لکھا ہے۔ اِس سوکت کا مضمون "جیوتی سمبندھی رہسیہ ہے"۔ اِس سُرخی کے تحت پنڈت جی نے فُٹ نوٹ دیا ہے جسمیں مُطّلع کیا گیا ہے کہ دونوں سوکتوں میں رہسیّہ اور پہیلیاں ہیں۔

۱۲۹۔ لیجئے۔ دو چار ویدک پہیلیاں بھی سُن لیجئے۔ یہاں صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے:۔

جو سات اُس رتھ پر چڑھے۔ سات گھوڑے سات پہیوں والے (رتھ) کو کھینچتے ہیں۔ سات بہنیں اکٹھی استتی کرتی ہیں۔ جہاں گئووں کے سات نام رکھے ہوئے ہیں۔ (۹)

کِس نے اُس کو دیکھا جب وہ پہلے پہل جنم لے رہا تھا۔ جہاں ہڈی سے رہت ہوئی۔ وہ ہڈی والے کو دھارتی ہے؟ بھومی کا پران ادھر آتما کہاں ہے؟ کون یہ بات پوچھنے کے لئے جاننے

والے کے پاس پہونچا۔ (۹/۴)

وہ یہاں بتلائے جو اُس کو۔ اُس سُہاونے پکّشی کے رکھے ہوئے کھوج کو تتو سے جانتا ہے گیُو ویں اُس کے سر سے دُودھ دُہتی ہیں۔ بستر کو پہنے ہوئے جب اُنھوں نے پاؤں سے جل پیا۔ (۹/۵)

ذرا معترض مہاشیہ سے پوچھئے کہ ایشور نے وہ کون سا پکّشی بنایا ہے جس کے سر سے گائیں دُودھ نکالتی ہیں۔ اور وہ کون سی گائیں ہیں جو کپڑے پہن کر پاؤں سے پانی پیتی ہیں؟ کیا وہ سب الزامات جو رادھاسوامی مت کے بانی پر لگائے جاتے ہیں اب ویدوں کے رچنے والے ایشور پر بھی لگائے جائیں گے؟

۱۳۰۔ کچھ ویدک پہیلیاں اور سُن لیجیئے:۔

سانس لیتا ہوا شیگھر گتی والا۔ جیتا ہوا۔ مرے ہوئے کی شکتیوں سے چلتا ہے۔ نہ مرنے والا مرنے والے کے ساتھ۔ ایک استھان والا ہے۔ (۱/۳۰)

پُوچھتا ہوں تجھ سے پرتھوی کا پرلا سرا۔ پُوچھتا ہوں نرگھوڑے کا بیج۔ پُوچھتا ہوں سارے بھُون کی نابھی۔ اور پُوچھتا ہوں واک کا پرم آکاش۔ (۱/۳۴)

گوبر کا دُھواں میں نے دُور سے دیکھا (آکاش کے) مدھیہ مارگ کے ساتھ ساتھ جو اُس نچلے سے اُوپر ہے۔ ویروں نے چتکبرے بیل کو پکایا۔ وے پہلے دھرم تھے۔ (۱/۴۳)

۱۳۱۔ خود پُستک سار بچن کے فُٹ نوٹ میں شبد متذکّرہ بالا کے جو معنی مُندرج ہیں وہ نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ معلوم ہو کہ معترض کا یہ خیال کہاں تک جائز ہے کہ یہ اُلٹے شبد اس غرض سے رچے گئے ہیں کہ عوام پر ظاہر کیا جاوے کہ ہماری بانی کے ارتھ ہمارے سوائے کوئی نہیں جانتا۔

(۱) گورو نے یہ اُلٹی بات بتائی کہ سنسار میں مُورکھ ہو کر برت یعنی چترائی چھوڑ دے۔ تو تیرا کوئی دامن نہیں پکڑ سکے گا۔ اور دوسرے یہ کہ مُور یعنی مول پد کی رکھشا اور سنبھال رکھ یعنی اس طرف سے اُلٹ کر رادھاسوامی کے چرن درڑھتا سے پکڑ۔

(۲) جس کسی نے سنسار کی طرف سے اُداس ہو کر اُس کے کاروبار میں دخل دینا چھوڑ دیا یعنی اِس طرف سے سو گیا اور پرمارتھ میں لگ گیا اُسی نے جمع حاصل کی۔ یعنی پرمارتھ کی کمائی کر کے پریم کی دولت پائی۔ اور جو سنسار کی طرف متوجہ رہا اور بہت ہوشیاری اور شوق سے اُس کے کاروبار کرتا رہا اُسی نے پرمارتھ کی دولت کھوئی اور اپنی چیز تامُفت گنوادی۔

(۳) جو شخص کہ اپنے پرمارتھ کی کمائی اور ترقی کو جگت سے چھپائے ہوئے چلا۔ اُس سے مالک پرسن ہوا۔ اور جس کسی نے سچوٹی کے ساتھ اپنے پرمارتھ کا بھید اور کمائی کا حال جگت کے جیووں سے کھول کر کہا اُسی کو انیک طرح کے بگھنوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ اور سخت تکلیف اُٹھانی پڑی۔ اور اُسکے پرمارتھ میں گھاٹا ہوا۔

(۴) جب سُرت گگن کی طرف کو چڑھنے لگی تب اگنی یعنی مایا (جو سُرت کی مدد سے چیتن تھی) کانپنے لگی۔ یعنی اُس کی چیتنیا کھچ گئی اور جب امرت کی برکھا انتر میں چڑھنے والی سُرت پر ہونے لگی تب بسبب کھچاؤ اور سمٹاؤ سُرت کے جو اُس کی دھاریں نیچے کی طرف جاری تھیں وہ سُوکھنے لگیں اور سمٹتی چلیں۔

(۵) اور تب رو ٹی یعنی مایا اور اُس کے پدارتھ جو سُرت کی دھار سے چیتن تھے اب اُس چیتنیا کے لئے بھوکھے تڑپتے ہیں اور اِسی طرح پانی یعنی من سُرت کی چیتن دھار کے واسطے پیاسا تڑپنے لگا۔

(۶) بنجھا یعنی مایا سے (جبکہ سُرت اُس کے گھیر میں اُتر کر آئی) انیک پرکار کی رچنا اور انیک پدارتھ پیدا ہوئے۔ اور جب سُرت یعنی جنتی اُلٹ کر پنڈ اور برھمنڈ کے پرے پہونچی۔ تب سب رچنا سمٹ گئی اور وہ اکیلی اپنے گھر کی طرف سدھاری۔

استریوں کو دھمکی

۱۳۲۔سوال ۔ اچھا آپ کی پُستکوں میں یہ کیوں لکھا ہے " جو کامن پردے رہے سُنے نہ گورمکھ بات ۔ سو تو ہوگی سُورکری پھرے اُگارے گات " آریہ سماجی معترض اس کا یہ ارتھ کرتے ہیں کہ جو استریاں پردے میں رہیں گی اور رادھاسوامی گورو کی باتیں نہیں سُنینگی وہ سُوری ہونگی اور کہتے ہیں کہ یہ سب اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے لکھا ہے ۔ کہ جو اِستری رادھاسوامیوں کے ست سنگ میں نہ جاویگی وہ سُوری ہوگی ۔ تاکہ اُسے پڑھکر استریاں ڈریں اور اُن کے ست سنگ میں جاویں ۔

جواب ۔ اوّل یہ کبیر صاحب کا دوہا ہے ۔ رادھاسوامی مت کے کسی آچاریہ کا اِس سے تعلق نہیں ہے ۔ اگر یقین نہ ہو تو کبیر صاحب کی ساکھی سنگرہ مطبوعہ بلویڈیر پریس الہ آباد کے صفحہ ۱۷ پر ساکھی ۲ دیکھو ۔ دوئم اس دوہے میں کوئی بُری بات نہیں کہی گئی ہے یہی فرمایا گیا ہے کہ جو اِستری سچّے سادھ سنت کے اُپدیش سُننے سے پرہیز کریگی ۔ اور جیسا کہ پچھلے دِنوں میں ہندوؤں میں رواج تھا کہ اِستریوں کو مکانوں کے اندر قید رکھتے تھے ۔ اور سُورج کی کِرن تک دیکھنے نہ دیتے تھے ۔ اور اس رواج کی عادی ہو کر ہندو اِستریاں تاریک کوٹھریوں ہی میں زندگی گذارنا اپنا دھرم سمجھتی تھیں ۔ جو اِستری اِن خیالات کے زیرِ اثر مہاتماؤں کے اُپدیش سُننے کیلئے پردہ سے باہر نہ آئیگی اور اپنے تئیں چھپا کر اندھیری کوٹھری میں عُمر گذاریگی وہ دھرم سے محروم رہکر چوراسی کے چکّر میں بھرمیگی اور پردہ میں رہنے کا اُسے یہ پھل ملیگا کہ ایک دن پشو کی نیچ یُونی دھارن کرکے ننگی دھڑنگی پھریگی ۔ بھلا آپ ہی فرمایئے کہ اوّل تو کبیر صاحب کے دوہے کو رادھاسوامی دیال کا بچن قرار دینا اور پھر اُس کے یہ معنی لگانا کہ " جو اِستری رادھاسوامیوں کے ست سنگ میں نہ جاویگی وہ سُوری ہوگی " کیسے جائز سمجھا جاتا ہے ؟

کٹمب سے نفرت

۱۳۳ سوال ۔ اگر یہ آپ کا شبد نہیں ہے تو یہ تو آپ کا شبد ہے "گورسم اور نہیں کوئی رکشک۔ کُل کُٹمب سب جانو تکشک"۔ آریہ بھائی کہتے ہیں اگر کُل کُٹمب سب کالے ناگ ہیں تو رادھا سوامیوں کو ایسے کالے ناگوں کو یا تو مار دینا چاہیئے یا چھوڑ دینا چاہیئے۔ اگر کُل کُٹمب ایسے ہوتے تو مہارانی سیتا ایشوریہ پر لات مار کر شری رام کے ساتھ بنوں میں کشٹ کیوں اُٹھاتیں؟ اور رامچندر جی مہاراج کو کیا ضرورت تھی کہ پِتا کا بچن مان کر بنوں میں کشٹ اُٹھاتے۔ کیونکہ پِتا تو کالے ناگ تھے؟ یہ رادھا سوامی آریہ تہذیب کو سنسار سے مٹایا چاہتے ہیں۔ اور یہ سب اس لئے لکھا ہے کہ استریاں اپنے خاندوں کو چھوڑ کر گورو کی سیوا میں آجاویں۔

جواب ۔ یہ شبد ضرور سار بچن کا ہے۔ لیکن جو معنی معترض لگاتے ہیں اور جس بات کا اِس اُپدیش کی تہ میں شُبہہ کرتے ہیں وہ اُن کی سیاہ دِلی کا اظہار ہے۔ اور اگر یہی آریہ تہذیب کا نمونہ ہے۔ تو جتنی جلد یہ سنسار سے مٹ جائے اچھا ہے۔ کیا آپ یہ منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ کُل کُٹمب کی محبّت میں لپٹ کر انسان دُنیا کا ہو رہتا ہے اور پرمارتھ سے غافل ہو جاتا ہے؟ کیا منو مہاراج نے آریوں کو زندگی کے چار حصّے کرنے اور گرہست آشرم سے فارغ ہو کر وان پرستھ اور سنیاس آشرموں میں جانے کے لئے حُکم اس لئے دیا کہ آریہ تہذیب دُنیا سے مِٹ جائے؟ کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ برہمچاریوں کو بستی و گھر بار سے دُور گورو کلوں میں پڑھنے اور استریوں سے علیحدہ رہنے کی سخت تاکید کی گئی ہے؟ منوسمرتی کے دوسرے ادھیائے میں لکھا ہے کہ برہمچاری ماں۔ بہن۔ لڑکی ان سب کے ساتھ اکیلے مکان میں نہ رہے۔ کیونکہ اِندری بہت بلوان ہیں۔ پنڈتوں کو بھی بُری راہ پر کھینچ لیجاتی ہیں" (شلوک ۲۱۵) کیا ماں، بہن یا لڑکی دیکھکر بھی آریہ برہمچاریوں کی طبیعت بگڑ جاتی ہے؟ نہیں نہیں

یہ اُپدیش برہمچاری کے دھرم کی رکشا کے لئے کیا گیا ہے۔ اور اسی معنی میں پُستک سار بچن میں مالک کے درشن کے طلبگاروں کو محتاط کرنے کے لئے کُل کُٹمب کی محبت کو کالا ناگ بتلایا گیا ہے۔ موہ بس ہو کر جیو سچے مالک و پرمارتھ کو بھول کر دُنیا میں لپٹ جاتا ہے۔ اور گھر و کُٹمبیوں کی محبت زبردست موہ پیدا کرتی ہے

۱۳۴۔ آپ ذرا "ویدک وانگ مئے کا اتہاس" بھاگ دوسرا از پنڈت بھگوت دت ادھیاپک دیانند مہاودّیالیہ لاہور کا ملاحظہ فرمائیں۔ اُس کے صفحہ ۱۸۷ پہ لکھا ہے۔ برہمنوں میں جہاں استری کو کچھ نیچی درِشٹی سے دیکھا گیا ہے۔ وہاں گرہستھ کی درِشٹی سے نہیں پرنتو ویوت (بلکہ) برہمچریہ آدی (وغیرہ) ورتون (عہدوں) کا نیم پالن کرنے کے لئے یگیہ وشیش (خاص یگیوں) میں ہی ایسا کیا گیا ہے۔ پرودر گیہ کے ورنن میں شت پتھ ۱۴-۱-۱-۳۱ کہتا ہے۔

अनृतꣳस्त्री शूद्रः श्वा कृष्णः शकुनिस्तानि न प्रेक्षेत ।

ارتھات۔ ستری۔ شُودر۔ کُتّا۔ اور کالا پکشی (کوّا) انِرت۔ جھُوٹ ہیں۔ انھیں نہ دیکھے۔ میترانی سنگھتا ۳-۶-۳ میں اسی بھاؤ (مطلب) سے کہاہے۔

त्रयोव नैर्ऋता अक्षाः स्त्रियः स्वप्नः ।

(ارتھات تین نریتی سمبندھی (نزدیکی) ہیں پاسے (جُوا کھیلنے کے) استریاں اور سوپن (خواب) استریوں کی پرکرتی کے وشے میں برہمن میں ایک بات ایسی کہی گئی ہے۔ جو ابھی تک سنسار میں ستیہ سدھ ہو رہی ہے۔ ا

तस्मादप्येतर्हि मोघसꣳहिता एव योषा ।
तस्माद्य एव नृत्यति यो गायति तस्मिन्नवैता निमिश्लतमाइव ॥

ارتھات اِس لئے آج تک بھی استریاں نرارتھک (فضول) باتوں کی اور (طرف) جاتی ہیں.... ...... اتہ (اسلئے) جو ناچتا ہے۔ جو گاتا ہے۔ اُسی کو یہ تت کال (فوراً) چاہنے والی بنتی ہیں۔ وغیرہ"

۱۳۵۔ اب برہدارنیک اُپنشد کے دوسرا ادھیائے کا چوتھا براہمن کھول کر دیکھئے۔ لکھا ہے۔ یاگیہ ولکیہ (جب وان پرست آشرم میں جانے لگا تو اُس) نے کہا۔ متیرئی! نسندیہہ میں اس استھان (گرہیہ آشرم) سے اُوپر جانا چاہتا ہوں۔ اہو! تیرا اب اِس کا تیاینی (میری دوسری استری) کے ساتھ فیصلہ کر جاؤں۔ (۱) میترئی نے کہا۔ بھگون! یدی (اگر) یہ ساری پرتھوی دھن سے بھری ہوئی میری (ملکیت) ہو تو کیا میں اس سے امر ہو جاؤنگی؟ یاگیہ ولکیہ نے جواب دیا نہیں ...... (۲) متیرئی نے کہا جس سے میں امر نہیں ہو سکونگی اُس کو لیکر میں کیا کرونگی؟ جو (بات) بھگون! (امر ہونے کی بات) جانتے ہیں وہی مجھے بتلائیں۔ (۳) اُس کے جواب میں یاگیہ ولکیہ جی نے مفصّل اُپدیش کیا۔ جس کا لُب لباب یہ ہے کہ انسان استری پُتر۔ دھن وغیرہ سے پیار اس لئے نہیں کرتا کہ اُسے استری۔ پُتر یا دھن میں پیار ہے۔ بلکہ اسلئے کہ یہ چیزیں اُس کی آتما کو پسند اور پیاری ہیں۔ انسان کو اپنا آتما یعنی اپنا آپ ہی سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اور جو کچھ اپنے آپکو اچھا لگے اُسی کو انسان پیار کرتا ہے۔ (آپنے سُنا ہوگا کہ لیلیٰ کالے رنگ کی تھی۔ لوگوں نے مجنوں سے کہا تم کس بدشکل عورت کے فراق میں دیوانہ ہو گئے ہو۔ ذرا ہوش میں آکر اُسکی شکل تو دیکھو؟ مجنوں نے جواب میں کہا۔ بھلے لوگو! میری آنکھوں سے لیلیٰ کو دیکھو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ لیلیٰ بدشکل ہو اور دُنیا بھر کو بدشکل لگے لیکن چونکہ مجنوں کے من کو اُسکی شکل بھاتی تھی اِس لئے وہ اُس سے محبت کرتا تھا۔ یہی مطلب اِس اُپدیش کا ہے) اخیر میں یاگیہ ولکیہ جی نے نتیجہ نکالا کہ کوئی بھی وستو خود اُسکی کامنا کیلئے پیاری نہیں ہوتی۔ بلکہ "آتما کی کامنا کیلئے" ہر ایک شے پیاری ہوتی ہے۔ اس لئے نسندیہہ انسان کو آتما ہی ساکشات کرنے یوگیہ ہے۔ مگر "یہ سمجھ" انسان کو کب آتی ہے اسکے لئے فرمایا "اے متیرئی! آتما کے درشن سے شرون سے منن سے اور جاننے سے یہ سب کچھ جانا جاتا ہے" (۵) دیکھو صفحات ۱۲۹ تا ۱۳۳۔ ترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب۔

۱۳۶۔ اگر آتم درشن کی مہما سمجھکر یاگیہ ولکیہ جی نے گرہست آشرم سے کنارہ کش ہونا مناسب

خیال کیا۔ اور اگر سچ مچ دُنیا کے سب رشتوں کی محبت اپنی آتما کی کامنا کیلئے ہوتی ہے تو جو شخص پرماتما سے پریم اور پرماتما کا درشن کیا چاہتا ہے اور اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ جب تک اُس کے من میں استری پُتر وغیرہ کی محبت جوش زن ہے وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انسان کا من بار بار اُسی طرف جاتا ہے جدھر اُس کا پیار ہے۔ اور انتریں مالک کے چرنوں کی جانب توجہ تبھی جُڑ سکتی ہے۔ جب من دُنیا کے سامان و کُٹمب کی محبت کم کردے۔ تو کیا ستگورو کا فرض نہیں ہے کہ اُسے اُپدیش کرے کہ اُس کے لئے کُل کُٹمب کی محبت مثلِ زہرِ ہلاہل ہے؟ اور اگر ستگورو یا گیہ ولکیہ جی کی طرح دُنیوی محبت کی اصلیت دِکھا پریمی جن کو جنگل میں بھیجنے کے بجائے کُل کُٹمب سے محبت کم کرکے کارج ماتر برتا کرنے کے لئے ہدایت کرے تو کیا اِس کا یہ مطلب ہوگا کہ استریاں اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر ستگورو کی سیوا میں آجائیں؟ کیا رادھا سوامی دیال یہ اُپدیش سُنا کر دُنیا بھر کی استریوں اور دُنیا بھر کے منشیوں سے ذاتی سیوا کرایا چاہتے ہیں؟ نہیں نہیں۔ یہ اُپدیش پرمارتھ کے سچے طلبگاروں کے لئے ہے اور وہی اس کی قدر کرینگے۔

۱۳۷۔ منوسمرتی کے چھٹے ادھیائے کے شلوک ۱۷ میں کہا ہے "اولاد وغیرہ کی محبت کا تیاگنا اور مان اپمان کا متحمل ہونا وغیرہ جیو آتما کو پرماتما کے دھیان سے نصیب ہوتے ہیں اور آتما کو نہ جاننے والا اسنسار کے دُکھوں کا متحمل نہ ہوکر مُکتی نہیں حاصل کرسکتا" مگر من اِندری کے غلام اور دُنیا پرست یہ باتیں کب سُننے لگے؟

۱۳۸۔ حضرت مسیح کے ارشادات بھی اس موقع پر غور کرنے کے قابل ہیں۔ لوقا کی انجیل کے چودہویں باب کی آیات نمبر ۲۵ و ۲۶ میں ارشاد ہے "جب بہت سے لوگ اُس کے ساتھ جاتے تھے تو اُس نے پھر کر اُن سے کہا (۲۵) اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں بلکہ اپنی جان سے دُشمنی (Hate) نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں

ہو سکتا (۲۶) اب کیا عیسائیوں کو بھی مشورہ دیا جائیگا کہ اپنے باپ ماں وغیرہ سے دشمنی ٹھانکر ان کے روانہ کرنے کی تدابیر عمل میں لائی جاویں؟

۱۳۹- اسی طرح شری گرنتھ صاحب میں فرمایا ہے۔ دیکھو راگ آسا شلوک محلہ پہلا۔ آسا دی وار۔

کُوڑ[۱] راجا کُوڑ پرجا۔ کُوڑ سب سنسار — کُوڑ منڈپ۔ کُوڑ ماڑی۔ کُوڑ بیسن[۲] ہار
کُوڑ سونا[۳]۔ کُوڑ روپا۔ کُوڑ پہنن ہار — کُوڑ کایا۔ کُوڑ کپڑ[۴]۔ کُوڑ روپ اپار
کُوڑ میاں۔ کُوڑ بی بی کھپ[۵] ہوئے خوار — کُوڑ کُوڑے نیہہ[۶] لگا۔ وِسریا[۷] کرتار
کس نال کیچے[۸] دوستی سب جگ چلن ہار — کُوڑ مِٹھا۔ کُوڑ ماکھیو[۹] کُوڑ ڈوبے پور
نانک وکھانے وینتی تدھ باجھ[۱۰] کُوڑو کُوڑ

۱۴۰- اب قرآن مجید کے احکام بھی ملاحظہ ہوں۔ پارہ ۹ آیت ۱۷ میں ارشاد ہوا ہے (اے مسلمانو) جان لو۔ کہ تمہارے مال۔ اور تمہاری اولاد بس (دُنیا کے) بکھیڑے ہیں اور بیشک بڑا اجر خدا ہی کے پاس ہے۔ نیز پارہ ۲۸ آیت ۱۶ میں فرمایا ہے "تمہارے مال اور تمہاری اولاد نرا جنجال[۱۱] ہے"

(صفحہ ۸۹۰ حمائل شریف مترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب)

استریوں سے سیوا

۱۴۱- سوال۔ سار بچن میں لکھا ہے۔

گورو کی آرت ٹھانوں گی — گورو کی سرن سنبھاروں گی

---

[۱] مِتھیا۔ جھوٹ۔ [۲] بیٹھنے والا۔ [۳] سونا۔ [۴] کپڑے۔ [۵] میاں اور بیوی دونوں مِتھیا ہیں ان میں پھنس کر انسان ذلیل ہوتا ہے۔ [۶] میاں و بی بی دونوں جھوٹے رشتے ہیں انکے آپس کی محبت میں پڑ کے [۷] بھول گیا۔ [۸] کیجئے۔ [۹] شہد۔ [۱۰] نانک صاحب عرض کرتے ہیں کہ ہے کرتار! آپ کے سوائے سب مِتھیا ہی مِتھیا ہے۔ [۱۱] قرآن مجید میں لفظ "فتنہ" مستعمل ہوا ہے۔

گورو کی مہما گاؤں گی — گورو کے چرن پکھاروں گی

گورو پر منواں واروں گی — گورو سنگ سدھی دھاروں گی

دھیان گورو ہردے لاؤں گی — روپ رس چھین چھین پاؤں گی

سُرت پھر گگن چڑھاؤں گی — کُٹمب کو اپنے لاؤں گی

گورو کے چرن لگاؤں گی — سُرت نینن جماؤں گی

سُرت جوتی جگاؤں گی — آرتی رادھا سوامی گاؤں گی

اِس بچن میں آرتی کرنا آنکھ ملا کر۔ اُن کی شرن میں جانا۔ پیر دھونا وغیرہ سب باتیں استری کے لئے لکھی ہیں۔ آریہ معترض کہتے ہیں کہ یہ اُپدیش استریوں کے لئے مُناسب نہیں ہے۔ کئی رادھا سوامی کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں آرتی کرنا وغیرہ استریوں کے لئے نہیں بلکہ سُرت کے لئے ہے۔ مگر اس بچن کو دھیان سے پڑھئے یہاں لکھا ہے "سُرت پھر گگن چڑھاؤں گی۔ سُرت نینن جماؤں گی" اگر سُرت آرتی کرنے والی ہے تو یہ کون کہتی ہے کہ "سُرت پھر گگن چڑھاؤں گی" اِس لئے صاف ہے کہ استری آرتی کرتی ہے۔ اور اسلئے وہ کہتی ہے "سُرت پھر گگن چڑھاؤں گی"

جواب۔ کیا معترض کو اتنا بھی معلوم نہیں ہے کہ بھگتی مارگوں میں عام رواج ہے کہ اِشٹ یعنی بھگونت کو چار بھاوؤں سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ (۱) سوامی سیوک بھاؤ سے۔ (۲) پتا پُتر بھاؤ سے۔ (۳) پریتم پریمی بھاؤ سے اور (۴) متر بھاؤ سے اور ان سب بھاوؤں میں پریتم پریمی بھاؤ سب سے اُوتم مانا جاتا ہے۔ بہت سی رومن کیتھلک ننز (Nuns) عروس مسیح (Brides of Christ) کا بھاؤ دِل میں رکھکر اپنی بھگتی کرتی ہیں۔ شری گرنتھ صاحب میں سینکڑوں ایسے شبد موجود ہیں جن میں گورو صاحبان نے مالک کو کنت۔ پریتم خصم وغیرہ کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اور اپنے تئیں یا پریمی کو مالک کی استری کہا ہے۔ اور خود ویدوں میں استری پُرش کا استعارہ بارہا مستعمل ہوا ہے۔ بلکہ

بعض جگہ تو ایسی کچّی باتیں لکھی ہیں جنھیں پڑھکر شرم آنے لگتی ہے۔ مثلاً لکھا ہے "جو شخص معنی کے علم کے ساتھ ویدوں کو پڑھتا ہے اُس کے سامنے علم اِس طرح اپنے حُسن وجمال کا لُطف دِکھاتا ہے جس طرح وفادار بیوی لباس حُسن افروز زیب تن کئے ہوئے خاوند کو اپنے جسم کی بہار دِکھاتی ہے۔ رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۱، منتر ۴ (دیکھو رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا اُردو ایڈیشن صفحہ ۱۹) اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۶ پر لکھا ہے "سُورج جو بمنزلہ باپ ہے شفق میں جو بمنزلہ اُس کی دُختر کے ہے۔ کِرن صورت نطفہ سے حمل قائم کرتا ہے جس سے دِن جو اُس کے فرزند کی مثال ہے پیدا ہوتا ہے" (رگ وید منڈل ۳ سوکت ۳۱ منتر ۱) اور صفحہ ۱۷۵ پر لکھا ہے " بادل اور زمین کا بھی باپ بیٹی کا تعلّق ہے۔ کیونکہ بادل یعنی پانی سے زمین کی پیدائش ہوتی ہے۔ اِس لئے زمین بمنزلہ اُس کی دختر کے ہے۔ بادل اُس میں باران صورت نطفہ ڈالتا ہے وغیرہ" (نرکت ادھیائے ۴ کھنڈ ۲۱) ایسے ہی شت پتھ برہمن میں آیا ہے:-

इयं पृथिव्यदितिः सेयं देवानां पत्नी ।१।३।१।१४।

یعنی یہ کہ پرتھوی دیوں کی استری ہے۔ تو کیا انیک منشیوں کی ایک پتنی ہوسکتی ہے۔ یا آریہ لوگوں میں رواج تھا کہ باپ بیٹی میں نطفہ ڈلے؟ نہیں نہیں یہ النکار یا استعارے ہیں جو محض خاص خیالات کے اظہار کے لئے مستعمل ہوئے ہیں۔ اتھر وید کے بارہویں کانڈ کے تیسرے سُوکت میں چاول پکنے کا بیان کرتے وقت کہا ہے "تپے ہوئے وہ (چاول) دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ ناچتے ہیں۔ جھاگ اور بہت سی بُوندوں کو پھینکتے ہیں۔ ہے جلو (پانیو) تم چاولوں کے ساتھ مِل جاؤ جیسے استری پتی کو دیکھکر رتو کال میں یعنی میتھن (جماع) کے لئے" اب ذرا معترض مہاشے سے پُوچھئے۔ اِن منتروں کے بنانے والے ایشور اور دوسرے گرنتھوں کے مصنّف رشیوں کو کیا کیا دوش لگاتے ہیں؟ رہا سوال آرتی کا۔ بیشک بھگتی مارگوں میں یہ رواج چلا آیا ہے۔ اور اِس کی وجہ تسمیہ پیچھے شرتی کے پرمان سے بتلادی گئی ہے (دیکھو صفحہ ۱۶۶) لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے ست سنگ میں شریک ہوئے آج ۳۲ سال

ہو گئے اس عرصہ میں نہ کبھی کسی نے آرتی کی اور نہ کسی نے کرائی۔ البتہ ست سنگ عام میں سب مرد و عورت ساودھان ہو کر بیٹھتے ہیں اور اپنی توجہ اِدھر اُدھر گھمانے کے بجائے ستگورو کی طرف رکھتے ہیں۔

۱۴۲۔ برہد ارنیک اُپنشد کے تیسرے ادھیائے کے پانچویں برہمن میں سچے براہمن کے لئے یہ سوال پوچھ کر کہ وہ کس آچرن سے رہے۔ جواب دیا ہے کہ وہ جس بھی آچرن سے رہے وہ سچا براہمن ہی رہیگا۔ اس پریکا کا رپنڈت راجہ رام جی نے حسبِ ذیل فُٹ نوٹ دیا ہے:۔ جو ایسا پہونچا ہوا ہے اُس کے لئے کوئی بندھن نہیں۔ وہ ہر ایک اوستھا میں ایک رس ہی ہے۔ ہر ایک حالت اس کے لئے ایک جیسی ہے۔ یہ اُس کی پرسنشا (تعریف) ہے۔ یہ ابھپرائے (مطلب) نہیں کہ وہ دردھا آچرن (بدچلنی) بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ وِرودھ آچرن تو ہوتا ہی آتما کی دُربلتا میں ہے۔ جس کو وہ بہت پہلے تر (پار کر) چکا ہے۔" کیا یہ فٹ نوٹ لکھنے والے پُرش کو خیال نہیں تھا کہ وہ کیا لکھ رہا ہے؟ ضرور تھا لیکن وہ ایک شُدّھ چِت آتما ہے اس لئے اُپنشد کے اصلی مطلب کو سمجھتا ہے۔ ملین چِت پُرش ہر بات میں ملینتا ہی دیکھتے ہیں۔

۱۴۳۔ اب ذرا اس شبد کے معنی بھی ملاحظہ ہوں۔ یہ آرتی کا شبد ہے جسے ست سنگی انترمُکھ ہو کر پڑھتے و سنتے ہیں اور جب ایسے شبدوں کا پاٹ ہوتا ہے تو اپنے من میں ویسے ہی جذبات اُٹھاتے ہیں۔ جن کا شبد کے اندر ذکر ہو۔ سنت ستگورو کے چرنوں میں تو متعدّد ست سنگیوں ہی کو رہنے کا موقع ملتا ہے۔ کثیر تعداد ست سنگی دوُر مقامات میں رہتے ہوئے اپنے طور پر ان شبدوں کا روزانہ پاٹ کرتے ہیں۔ اس شبد میں یہ بیان ہوا ہے کہ کوئی پریمی جن آرتی کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں گورو کی سرن سنبھال کر آرتی کروں گا۔ کیونکہ اپنی طرف سے آرتی کرنا یعنی انترمُکھ توجہ اُن کے چرنوں میں جوڑنا نہایت کٹھن ہے پریمی جن کہتا ہے کہ میں اُن کی مہما کے گیت گاؤں گا۔ اور اُن کی ادنیٰ خدمتیں بجا لاؤں گا۔ اُن کے قدموں میں پریم بڑھاؤں گا۔ اور ہمیشہ چِت اُن کے چرنوں میں جوڑے رہوں گا۔ اور کسی دوسری شے کی محبّت دل میں نہ آنے دوں گا۔ اور جب دیا سے انتر میں نُورانی سروپ پرکٹ ہو گا تو دن رات درشن

کا آنند لوں گا۔ اور پھر سُرت کی دھار کو جو اب بہرمُکھ ہو کر تن واِندریوں میں پھیل رہی ہے سمیٹ کر آکاش مارگ کی طرف رواں کروں گا۔ اور اپنے کُٹمب یعنی اِندریوں کو انترمُکھ کرکے گورو کے چرنوں میں جوڑونگا اور سُرت کو اپنے نین کنول میں اکٹھا کروں گا (گیان وکرم اِندریوں کی دھاریں ہی سُرت کو نیچے کی طرف بہاتی ہیں اور جب یہ دھاریں سمٹ آتی ہیں تو سُرت یعنی توجہ کا نین کنول میں جمنا آسان ہو جاتا ہے) اور دُنیا کے رواج کے بموجب تھالی کے اندر گھی کی جوت جگا کر آرتی کرنے کے بجائے میں روحانی جیوتی یعنی گھٹ کا چراغ روشن کروں گا۔ اور اس طریقہ سے رادھاسوامی دیال کی آرتی کرونگا۔

فرمایئے اس پریم بھرے شبد میں کیا قابلِ اعتراض بات ہے؟ اور کہاں وہ مضمون بیان ہوا ہے جو معترض صاحب کے الفاظ میں قلمبند ہوا ہے؟

۱۴۴۔ آپ نے میراں بائی کا نام تو سُنا ہو گا۔ وہ تو رادھاسوامی مت میں نہ تھیں۔ دیکھئے اُنھوں نے اپنے بھگونت کو کن شبدوں سے مخاطب کیا ہے۔ شبد ۳، صفحہ ۱۳۔ میراں بائی کی شبداولی۔

رگھونندن آگے ناچوں گی۔ ٹیک

ناچ ناچ رگھوناتھ رجھاؤں پریمی جن کو جاچوں گی۔ ۱

پریم پریت کا باندھ گھونگھرا سُورت کی کچھنی کاچھونگی ۲

لوک لاج کُل کی مرجادا یا میں ایک نہ راکھوں گی ۳

پیا کے پلنگ جا بیٹھوں گی میراں ہری رنگ راچونگی ۴

شبد ۲۸ صفحہ ۶۶

راناجی میں گردھر رے گھر جاؤں گردھر مہارو ساچو پریتم دیکھت رُوپ لُبھاؤں۔ ۱

رین پڑے تب ہی اُٹھ جاؤں۔ بھور بھئے اُٹھ آؤں

رین دِنا واکے سنگ کھیلوں۔ جیوں ریجھے جیوں رجھاؤں ۲

جو بستر بہراوے سوئی پہروں۔ جاوے سُوئی کھاؤں

میرے اُن کے پریت پُرانی۔ اُن بن پل نہ رہاؤں ۳

جہاں بٹھاوے۔ جت ہی میٹھوں۔ بیچے تو بک جاؤں

جن میراں گِردھر کے اُوپر۔ بار بار بل جاؤں ۴

۱۴۵۔ اب شری گرنتھ صاحب کا بھی ایک شبد ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھئے گورو صاحب کس پیرایہ میں اپنے بھاووں کا اظہار فرماتے ہیں :۔

چھوٹے محلہ ۵

ہاتھ قلم اگم مستک لیکھاوتی — اُرجھ رہیو سب سنگ انوُپ روپاوتی

استُت کہن نہ جائی۔ مکھوں تو ہاریا — موہی دیکھ درس نانک بلہاریا ۱

سنت سبھا میں بیس کہ کیرت میں کہاں — ارپی سب سنگارا یہہ جیو سب دوان

آس پیاسی سیج سُوکنت بچھائیے — ہرے ہاں مستک ہوئے بھاگ تاں ساجن پائیے ۲

سکھی کاجل ہار تنبول سبھے کچھ ساجیا — سولہ کیئے سنگار انجن پاجیا

جے گھر آوے کنت تاں سب کچھ پائیے — ہرے ہاں کنتے باجھ سنگار سب برتھا جائیے ۳

جس گھر وسیا کنت ساوڈ بھاگنے — تس بنیا سب سنگار سائی سوہاگنے

ہوں سُتی ہوئے اچنت من آس پورائیاں — ہرے ہاں جاں گھر آیا کنت تاں سب کچھ پائیا ۴

آسا اِتی آس کہ آس پورائیے — ستگور بھئے دیال تاں پورا پائیے

میں تن اوگن بہت کہ اوگن چھائیا — ہرے ہاں ستگور بھئے دیال تاں من ٹھہرایا ۵

کہو نانک بے انت بے انت دھیایا — دو ترا یہہ سنسار ستگورو ترائیا

مِلیا آہ اگون جاں پورا پائیا — ہرے ہاں امرت ہر کا نام ستگورو تے پائیا۔ وغیرہ

مصورِ عالم کی اگم شکتی کے ہاتھ میں قلم ہے۔ انسان کے مستک (چہرے) کی تختی بنی ہے۔ اور وہ انوپ رُوپ (سُندر سروپ) سب کے اندر ویاپک ہے۔ اے مصورِ عالم! میں آپ کی تعریف زبان سے کیسے کروں۔ یہ داسی (گورو صاحب) آپ کے نقش و نگار دیکھکر موہت ہو رہی ہے۔ (۱) اور آپ کے قُربان ہے۔ ست جنوں کی سبھا میں بیٹھکر میں آپ کے گُن گاتی ہوں۔ اور سب سنگار اور اپنا جیو (جان) تم پر نچھاور کرتی ہوں۔ اے میرے خاوند! میں آشا کی پیاسی ہوں۔ آپ کیلئے سیج بچھاتی ہوں۔ مگر اس کا کیا فائدہ؟ اگر قسمت میں لکھا ہو تبھی تو ساجن (آپ) سے ملاقات ہو سکتی ہے۔ (۲) اے سکھی! میں نے اِن آنکھوں میں کاجل لگایا۔ سُرمہ لگایا گلے میں ہار پہنا۔ پان کھایا۔ غرضیکہ سولہ سنگار کئے۔ مگر اُس خاوند کے میرے گھر آنے ہی سے میری محنت سپھل ہو سکتی ہے۔ اُن کے بغیر سبھی سنگار برتھا (فضول) ہونگے۔ (۳) جس کے گھر وہ کنت (پیارا) نواس کرتا ہے۔ وہی بڑبھاگن ہیں۔ انھیں کا سنگار ٹھیک ہے۔ اور وہی سوہاگن ہیں۔ میں اب اچنت یعنی بے فکر ہو کر سوتی ہوں۔ کیونکہ اُس کنت نے میری آشا پُورن کر دی۔ ارے ہاں جب کنت گھر آجاتا ہے تو سبھی آشائیں پُورن ہو جاتی ہیں۔ (۴) میں نے اتنی ہی آشا لگا رکھی تھی کہ دِل کی آشا پوری ہو جائے جب ستگور کی کرپا ہوئی تب اُس پُورن پُرش (سچے مالک) سے وصل ہو گیا میرے تن میں نقص بہت ہیں۔ میرا تن اوگنوں سے بھرا ہے لیکن جب ستگورو دیال ہوئے تو باوجود سب نقصوں کے من ستھر ہو گیا۔ (۵) نانک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اُس بے انت (اپار پُرش) کا بے انت (بھید) دھیان کیا۔ یہ سنسار ساگر بڑا دشوار گذار ہے۔ لیکن ستگورو نے کرپا کر کے پار کرا دیا۔ اُس پُورن پُرش سے واصل ہونے پر آواگون کا چکر چھوٹ گیا۔ جب ستگورو کے پرساد سے مالک کا امرت روپی نام پراپت ہوا۔ (۶) وغیرہ۔

۱۸۶- کیا ہمارے معترض بھائی یہ کہنے کی جرأت کرینگے کہ میراں بائی اور گورو ارجن صاحب کی بھی نیت کچھ اور تھی؟ اور اگر وہ جرأت کرینگے تو ہمیں یہی کہنا ہوگا کہ تم بڑے بدقسمت ہو۔ سچے بھگتوں اور مالک کے پیاروں میں ناحق دوش دیکھنا گُناہِ عظیم ہے ذرا سوچ سمجھکر اپنی زبان کو جُنبش دو۔

۱۴۷۔ شری گرنتھ صاحب سے دو اور شبد ملاحظہ کے لئے پیش کے جاتے ہیں۔ دیکھیں انھیں پڑھکر بھی معترض صاحب کے خیالات بدستور قائم رہتے ہیں یا اُن میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

سری راگ محلہ ۳ چوپدے

من مُکھ کرم کماونے۔ جیوں دوہاگن تن سنگار۔ سیجے کنت نہ آوئی۔ نت نت ہوئے خوار
پر کا محل نہ پاوئی۔ نہ دیسے گھر بار۔ گور مُکھ سدا سوہاگنی۔ پر راکھیا اُر دھار
مٹھا بولیں نِو چلیں۔ سیجے رَوے بھتار۔ سو بھاونتی سوہاگنی۔ جن گور کا ہیت اپار

مطلب۔ من مُکھ لوگ اپنی طرف سے شُبھ کرم کر کے جنم سپھل کیا چاہتے ہیں۔ لیکن اُن کی یہ کرتُوت ایسی ہی نشپھل ہے۔ جیسے کسی بیوہ استری کا تن کا سنگار ہوتا ہے ایسے سنگار سے کیا فائدہ جبکہ اُنھیں (کنت) خاوند سے وصل حاصل نہ ہوگا۔ اور نت نت ذِلت و خواری سہنی پڑیگی۔ اُنھیں خاوند کے محل میں دخل نہ ہوگا۔ (سچّے مالک کے چرنوں کی نزدیکی حاصل نہ ہوگی) اور نہ نج دیش (مالک کے دھام یعنی نِرمل چیتن دیش) میں رسائی ہوگی۔ جن لوگوں کو ستگورو کی چرن سرن پراپت ہے وہی سوہاگن سُرتیں ہیں۔ سچّا خاوند اُن کے ہردے میں ہر وقت نواس کرتا ہے۔ وہ میٹھا بولتی ہیں۔ وِنیتا سے برتاؤ کرتی ہیں اور انھیں ہمیشہ بھرتا یعنی سچّے خاوند سے وصل رہتا ہے۔ وہ سوہاگنی استریاں (سُرتیں) شوبھا والی ہوتی ہیں۔ جن کے دل میں ستگورو کے لئے بے انت پریم رہتا ہے۔

راگ ملہار محلہ ۵۔ گھر پہلا

جب پر پیہ آئے بسے گرہیہ آسن۔ تب ہم منگل گایا۔ میت ساجن میرے بھئے سہیلے۔ پربھ پورا گورو ملایا
سکھی سہیلی بھئے آنندا۔ گور کارج ہمرے پُورے۔ کہہ نانک ور ملیا سُکھ داتا۔ چھوڑ نہ جائی دُورے

اِس شبد میں گورو صاحب نے اپنے تئیں استری اور ستگورو کو 'پر پیہ' اور 'ور' الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔ 'پر پیہ' کے معنی پیارا اور 'ور' کے معنی دولہا یا خاوند ہیں۔

استری کے لئے پتی ہی ایشور ہے

۱۴۸-سوال۔ ہم نے تو یہ سُنا ہے کہ شاستروں میں لکھا ہے کہ استری کے لئے پتی ہی ایشور ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس کا کسی غیر شخص کو گورو بنانا درست نہیں۔ اِس لئے اِستریوں کو ست سنگ میں شریک ہونے کی اجازت نہ ہونی چاہیئے۔

جواب۔ اگر آپ خود شادی شدہ ہیں تو اپنی ہی اندرونی حالت دیکھکر فرمایئے۔ آیا آپ ایشور کہلانے کے ادھکاری ہیں؟ اور آپ کے سِدّھانت سے تو دُنیا میں کروڑوں ایشور ہو گئے۔ کیونکہ ہر شخص شادی ہوتے ہی ایشور بن جاتا ہے۔ مگر اُسے ایشور کون بنا دیتا ہے؟ اُس کی استری؟ اگر یہ درست ہے تو پھر تپ و سادھن کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ بس شادی کر لی اور ایشور بن گئے۔ لیکن آگے چلکر آپ کی استری مر گئی تو بس آپ کا ایشور پن غائب ہو گیا اور آپ معمولی انسان رہ گئے۔ اور اگر آپ مر گئے تو آپ کی استری کا ایشور مر گیا۔ اب اُس بیچاری کو تمام عُمر بلا ایشور ہی کے گذارنی پڑیگی۔ نہیں نہیں۔ یہ سِدّھانت نادُرست ہے۔

۱۴۹- پچھلے وقتوں میں اِستریاں قید میں رکھی جاتی تھیں۔ اور جب بعض بیچاری دُکھیاؤں کے دل میں پرمارتھ کے لئے پریم اُمنگتا تھا تو اُنھیں یہ سِدّھانت سُنا کر چپ کرا دیا جاتا تھا۔

۱۵۰- اِس کے علاوہ یہ تو خیال فرمایئے جب آپ کے اِس سِدّھانت کے بموجب ہر معمولی پُرش اپنی بیوی کے لئے ایشور مانا جا سکتا ہے تو ستگورو کو ایشور کہنے پہ کیوں اس قدر غیظ و غضب دِکھلایا جاتا ہے؟

۱۵۱- بلا شبہہ عقلمند شوہر دُنیا یعنی خانہ داری کے معاملات میں اپنی بیوی کی رہنمائی کر سکتا ہے لیکن اگر کوئی شوہر علم رُوحانی سے بے بہرہ ہے اور رُوحانی اشغال سے قطعی ناواقف۔ تو پرمارتھ

کے سلسلہ میں وہ اپنی استری کی کیا رہنمائی کریگا؟ اور چونکہ بہ حیثیت ایک معمولی انسان کے وہ اپنے من و اندریوں کا غلام ہے اس لئے اُسے ایشور کہنا ایشور کی ہتک کرنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ستگورو شرن لینے کی جیسی ضرورت مردوں کو ہے۔ ویسی ہی عورتوں کو ہے۔ البتہ چونکہ اس مُلک کی استریاں عام طور اس قابل نہیں ہیں کہ ستگورو کی تلاش و پہچان کر سکیں۔ اِسلئے اُن کے لئے مُناسب ہے کہ جہاں اُنکے خاوند اعتقاد قائم کریں۔ اوّل اُس جانب متوجہ ہوں۔ اور اگر ان کی وہاں تشفّی نہ ہو تو اپنے خاوندوں سے شکایت کریں اور اگر ان کی شکایت بجا ہو تو خاوندوں کو چاہیئے کہ کسی دوسری جگہ تلاش کریں۔ اور اِس طرح مرد و عورت مِل کر جگیاسا کریں اور پرمارتھ کماویں۔

۱۵۲۔سوال ۔بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ شاستروں میں لکھا ہے کہ استری کیلئے گورو دھارن کرنا دوسرا خاوند اختیار کرنا ہے۔

جواب ۔ یہ جاہلوں کی باتیں ہیں۔ استری کا اپنے خاوند کے ساتھ رشتہ جسمانی ہوتا ہے اور ستگورو کے ساتھ رُوحانی۔ اور شاستروں میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ ہر عورت کے چار خاوند ہوتے ہیں۔ اوّل سوم۔ دوئم گندھرو۔ سوئم اگنی۔ اور چہارم جس مرد سے اُس کا بیاہ ہو۔ اتھروید کے چودھویں کانڈ کے سوکت ۲ منتر ۳ کا جو وواہ سنسکار سمبندھی منتر ہے۔ اور جو پتنی کو مخاطب کر کے پڑھا جاتا ہے۔ پنڈت راجہ رام جی نے اپنے بھاشیہ میں حسبِ ذیل ترجمہ دیا ہے:۔

"پہلے سوم کی پتنی ہے۔ گندھرو تیرا دوسرا پتی ہے۔ اگنی تیرا تیسرا پتی ہے۔ تیرا چوتھا (پتی) ہے جو منُشیہ سے جنما ہے"۔ ظاہر ہے اوّل الذکر تین اُس معنی میں پتی نہیں ہیں جس معنی میں چوتھا یعنی شوہر ہوتا ہے۔ اگر سوم۔ گندھرو و اگنی کے پتی رہتے ہوئے بھی استری کا مانشی[سلہ] پتی دھرم بنا رہتا ہے تو ستگورو کی شرن لینے سے جس کی غرض محض روحانی ہوتی ہے اُس کے پتی برتا دھرم میں کیونکر فرق آسکتا ہے؟

سلہ اِنسانی۔

چار جنم

۱۵۳۔ سوال۔ سار بچن میں لکھا ہے "ایک جنم گور بھگتی کر جنم دوسرے نام۔ جنم تیسرے مُکتی پد چوتھے میں نِج دھام"۔ معترض کہتا ہے کہ اس جنم میں تو آپ نے دھوکا دیکر لوگوں سے اپنی بھگتی کرالی۔ دوسرے جنم میں وہ بیچارے کیسے شکایت کرنے آئینگے کہ انھیں بھگتی کا پھل نہیں ملا۔ یہ نرا سوارتھ ہے۔ نیز اگر نام دوسرے جنم میں ملتا ہے۔ تو آپ اِس جنم میں نام کا اُپدیش کیوں دیتے ہیں؟ اور یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ جب تیسرے جنم میں مُکتی پد مل گیا تو چوتھے کے لئے نِج دھام کون سا باقی رہ گیا؟ اِس طرح تو کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ نِج دھام سے آگے بھی کوئی پد ہے۔

جواب۔ جب کسی شخص کو مہاں پُرشوں کے بچن سمجھنے کی عقل قطعی ہو ہی نہ اور وہ اپنے آپ کو بڑا پنڈت سمجھے اور مہا پُرشوں کے بچنوں پر طبع آزمائی کرے تو سوائے اِس قسم کے اعتراضوں کے اُسکے دماغ سے دوسری باتیں کیسے اُتر سکتی ہیں؟ رادھاسوامی مت میں سچے مالک کے چرنوں میں پہونچنے یا سچے مالک سے واصل ہونے کے چار درجے یا منزلیں قائم کی گئی ہیں۔ پہلی منزل ستگورو کے چرنوں میں سچا انوراگ پیدا کرنا اور انوراگ کے ذریعہ دُنیا کے موٹے بندھنوں سے آزاد ہونا ہے۔ دوسری منزل سُرت کا شبد سے انتریں جوڑنا۔ اور جھینے بندھنوں سے رہائی پاکر اونچے رُوحانی مقامات میں رسائی کی طاقت حاصل کرنی ہے۔ تیسری منزل مُکتی پد یعنی برہمانڈ کی چوٹی کے استھان میں جس کو سُن اور پر برہم پد بھی کہتے ہیں پہونچنا ہے۔ (سُن پد سے نرمل چیتن یعنی خالص رُوحانی منڈل شروع ہوتا ہے) اور چوتھی منزل مالک کے نِج دھام یعنی نرمل چیتن منڈل کی چوٹی کے استھان پر پہونچنا ہے۔ چنانچہ جو کڑی معترض نے پیش کی ہے اُس سے اگلی ہی کڑی میں فرمایا ہے:۔

"موٹے بندھن جگت کے گور بھگتی سے کاٹ   جھینے بندھن چِت کے کٹیں نام پرتاپ"

اور یہ ضروری نہیں کہ کسی شخص کو ایک منزل طے کرنے کے لئے ایک سالم منشیہ جنم صرف کرنا پڑتا ہے پرمی پرمارتھی ایک ہی جنم میں ایک سے زیادہ منزلیں طے کر سکتا ہے۔

۱۵۴۔سوال۔ معترض کہتا ہے کہ یہاں لفظ "جنم" مستعمل ہوا ہے۔ "جنم" کے معنی منزلیں کیسے لئے جاتے ہیں؟

جواب۔ اُس سے کہیں کہ پہلے اپنی دھرم پستکیں پڑھے۔ اور پیچھے اعتراض کرے۔ لفظ دوِج کے معنی دو جنما ہیں کیا دوِج سچ مچ دو دفعہ ماتا کے گربھ سے جنم لیتے ہیں؟ منو سمرتی کے دوسرے ادھیائے کے شلوک نمبر ۱۶۹ میں فرمایا ہے۔ ویدنے برہمن کے تین جنم لکھے ہیں۔ پہلا جنم ماتا سے۔ دوسرا جنیو ہونے سے۔ تیسرا یگیہ کرنے سے۔ (صفحہ ۵۰۔ اُردو ترجمہ از پنڈت کرپارام شرما جگراؤنی) اگر لفظ جنم کے معنی منزل نہیں ہیں تو کیا برہمن جنیو و یگیہ سے پیدا ہوتے ہیں؟ شلوک نمبر ۱۷۰ و ۱۷۱ کے معنی مضمون کو اور بھی صاف کر دیتے ہیں فرمایا ہے "تس میں جنیو ہونے سے جو جنم ہوتا ہے اُس میں ساوتری ماتا ہے۔ آچاریہ پتا ہے۔ (۱۷۰) وید کے پڑھانے سے آچاریہ پتا[1] کہلاتا ہے۔ جب تک جنیو نہیں ہوتا تب تک آدمی کا ادھکار کسی دوِجوں کے کام میں نہیں ہوتا۔ کیونکہ جنیو کے بغیر ہر شخص شودر ہے۔ (۱۷۱)" اگر یہ جواب کافی نہ ہو تو اُسے کہیں کہ ایتریہ اپنشد کا مطالعہ کرے۔ اس اُپنشد کے دوسرے ادھیائے کے پہلے کھنڈ میں تین جنموں کا مفصّل حال لکھا ہے۔ پنڈت راجہ رام جی نے اس کھنڈ کا ترجمہ کرتے ہوئے اخیر میں حسب ذیل عبارت لکھی ہے:۔

"منشیہ کے جب یہ تین جنم۔ پتا کے شریر سے ماتا کے شریر میں آنا۔ اور ماتا کے شریر سے لوک میں آنا۔ اور اِس لوک سے دوسرے جنم میں جانا۔ سُدھر جاتے ہیں تب وہ اپنے پرم اُدیش کو پورا کر لیتا ہے" کہیئے اب تو جنم کے معنی منزل ٹھیک ہو گئے۔ اور تین جنم سُدھرنے پر چوتھے جنم میں پرم اُدیش یعنی منزلِ مقصود کا حصول ثابت ہو گیا۔

[1] لیجیے معترض صاحب کے عقیدہ کے بموجب اِستری (بالک کی ماتا) کیلئے ایک اور خاوند ہو گیا۔ دیکھو دفعہ ۱۵۲۔

۱۵۵۔ بھگوت گیتا کے چھٹے ادھیائے کے اخیر میں ذکر ہے کہ ارجن نے سوال کیا:"مہاراج! یہ تو بتلائیں اگر کوئی ایسا شخص ہے جس کو اپنے اوپر قابو حاصل نہیں ہوا لیکن اُسے شردھا پُوری اور اُس کا من یوگ سے بھاگ گیا اور اُسے سِدّھی حاصل نہیں ہوئی تو اُس بیچارے کی کیا گتی ہوگی؟ وہ غریب نہ دین کا رہا نہ دُنیا کا۔کیا وہ بیکس برہم پراپتی کے راستے سے بھرمایا جا کر پھٹے بادل کی طرح نشٹ ہو جاتا ہے؟" اِس کے جواب میں سری کرشن جی نے فرمایا:"اے ارجن! ایسا شخص نہ اس لوک میں ناش کو پراپت ہوتا ہے نہ پرلوک میں۔ جو کلیان کے لئے جتن کرتا ہے وہ کبھی دُرگتی کو پراپت نہیں ہوتا۔پُنیہ کرم کرنے والوں کے لوک کو پراپت ہو کر اور وہاں بے شمار سال تک بسرام کرنے کے بعد یوگ میں ناکامیاب پُرش اِس دُنیا میں کسی پوتر اور اعلیٰ خاندان میں جنم لیتا ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُسے کسی بُدّھی مان یوگی کے ہی خاندان میں جنم مل جائے ہر چند ایسا جنم مِلنا نہایت مشکل ہے۔جنم دھارن کرنے پر اُس کے اندر پچھلے جنم کے بُدّھی سمبندھ یعنی سوبھاؤ دوبارہ پرکٹ ہو جاتے ہیں۔اور اُن کے پھر آنے پر وہ یوگ سِدّھی کے لئے دوبارہ کوشش شروع کر دیتا ہے۔اور پُرانے ابھیاس کی وجہ سے خواہ مخواہ اُس کا قدم اُس طرف بڑھتا جاتا ہے۔اجی! ایسے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔وہ تک جو محض یوگ کے جگیاسو یعنی متلاشی ہیں شبد برہم سے پرے رسائی حاصل کرتے ہیں لیکن وہ یوگی جو پہلے جنم میں یوگ بھرشٹ ہو گیا تھا توجہ کے ساتھ سادھن کر کے پاپوں کی آلائش سے پاک ہو کر چند جنموں میں کامل بن کر پرم گتی کو پراپت ہوتا ہے.........اس لئے اے ارجن! تم بھی یوگی بنو۔اور یوگیوں میں جو شردھا سے پُورن ہے اور اپنا آتما مجھ میں جوڑ کر میری اُپاسنا کرتا ہے۔وہ میری رائے میں مردِ کامل ہے۔"

کیا کرشن مہاراج نے بھی یہ بچن سوارتھ سِدّھی ہی کے لئے فرمایا تھا؟ اُن کے شرناگت یوگی کے لئے بھی تو دوسرے جنم میں آ کر شکایت کرنے کا موقع نہیں ہے؟

۱۵۶۔ آپ کسی لکڑی کے ٹکڑے کو جلتی آگ کے نزدیک لے جائیں اور غور کر کے دیکھیں کہ جلتی

آگ کا اُس لکڑی کے ٹکڑے پر کیسے اثر ہوتا ہے۔ آگ کو چھُوتے ہی اوّل لکڑی کے اندر سے پانی کا جزو اور دوسرا مسالہ گیس بن کر آگ کے عمل کو روکتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ لکڑی کا سِرا گرم ہونے لگتا ہے۔ پھر کالا ساپڑ جاتا ہے۔ اور اخیر میں جلنے لگتا ہے۔ اور روشن ہوجاتا ہے۔ گویا شروع میں لکڑی کا مسالہ آگ کے عمل کو روکتا ہے۔ کچھ دیر بعد پھر آگ کا کسی قدر اثر ہوجاتا ہے۔ (یہ دوسرا درجہ ہے) اور کچھ اور دیر بعد آگ کا بہت زیادہ اثر ہوجاتا ہے۔ (یہ تیسرا درجہ ہے) اور بالآخر آگ کا پُورا اثر ہوجاتا ہے اور لکڑی جلنے لگتی ہے (یہ چوتھا درجہ ہے) اِسی طرح جب انسان آدھیاتمک سادھن کی کمائی میں لگتا ہے تو اوّل اُس کے شریر اور من اور اُن کے متعلق بندھن اپنا زور دِکھا کر رُکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ رادھاسوامی مت میں اوّل اِن بگھنوں کو دُور کرنے کے لئے گور و بھگتی علاج تجویز کیا گیا ہے (یہ پہلی منزل ہے) جب یہ روکاوٹیں کسی قدر ہلکی پڑجاتی ہیں تو وہ انتری سادھن کا ادھکاری بن جاتا ہے۔ اور اُس کے لئے انتری سادھن کسی قدر آسان ہوجاتا ہے۔ اور کسی قدر کامیابی کے ساتھ بننے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کی سُرت (آتما) انتش کرن کے گھاٹ سے کھچ کر وقتاً فوقتاً اونچے رُوحانی مقامات سے تعلق کرنے لگتی ہے۔ یہ دوسری منزل ہے! اور جیسے تیسرے درجہ میں آگ کا کافی دخل ہونے پر لکڑی کی رُکاوٹوں کا زور ختم ہوجاتا ہے اور وہ بھڑک اُٹھنے کے لئے تیار ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی ابھیاسی من و مایا کی سب رُکاوٹیں ختم ہوجانے پر من و مایا کی حد سے پار سُن یعنی مُکتی پد میں رسائی حاصل کرلیتا ہے اور اس قابل ہوجاتا ہے کہ اگلی منزل کی جانب قدم بڑھا سکے۔ یہ تیسری منزل ہے۔ اور جیسے آگ کا پُورا دخل ہونے پر لکڑی بھڑک کر آگ رُوپ ہوجاتی ہے۔ ایسے ہی ابھیاسی بالآخر سچّے کُل مالک کے دھام یعنی خالص رُوحانی مرکز میں پہونچ جاتا ہے۔ اور جیسے ندّیاں سمندر میں گر کر سمندر رُوپ ہوجاتی ہیں۔ نرمل چیتن دھام میں پہونچکر نرمل رُوپ ہوجاتا ہے۔ یہ چوتھی منزل ہے۔ رہا یہ سوال کہ اِس جنم میں نام کا اُپدیش کیوں دیدیا جاتا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ نام کا سُمرن ابتدائی منزل میں گورو بھگتی دِرڑھ کرنے میں سہایک ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ دُوسرے مقام پر بیان کیا

جا چکا ہے۔ پاتنجل یوگ سوتروں میں بھی پرنو یعنی برہم کے نام کا سمرن "ایشور پرندھان" کے لئے سادھن مانا گیا ہے۔ یہ بیان پڑھکر بھی اگر کوئی شخص یہ کہنے کا حوصلہ کریگا کہ چوتھی منزل سے آگے بھی کوئی منزل ہے تو ہم یہی کہیں گے۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مورتی پوجا

۱۵۷۔ سوال۔ آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ آپ مورتی پوجا نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات محض کہنے ماتر ہے۔ آپ کی پستکوں میں صاف مورتی پوجا کا ذکر آتا ہے۔ مثلاً لکھا ہے "کل جیوں کو جو رادھاسوامی مت میں داخل ہیں مناسب اور لازم ہے کہ جہاں تک بن سکے ایک دفعہ آگرہ میں آکر رادھا سوامی باغ میں رادھاسوامی دیال کی سمادھ اور انکے نشانوں کا۔ جیسے پلنگ اور کرسی تھا بھجن کرنے کی چوکی بھاو سہت درشن کریں۔ اور وہاں متھا ٹیک کر اپنا بھاو بڑھاویں اور سمادھی پر ہار پھول چڑھاویں۔ وغیرہ رادھاسوامی باغ کے کنوئیں کا جوجل ہے اس کو ضرور پئیں"۔ اس سے بڑھکر اور کیا مورتی پوجا ہو گی۔ یہاں صاف سمادھ پوجا۔ چوکی پوجا۔ کھڑاؤں پوجا۔ کنواں پوجا لکھی ہے۔

جواب۔ آپ ذرا مذکورہ بالا عبارت کو دوبارہ پڑھیں۔ اس میں کہیں پوجا کا ذکر تک بھی آیا ہے؟ کسی باغ میں جانا اور وہاں جاکر کسی سمادھی یا کسی مہاتما کے نشانات کا درشن کرنا اور متھا ٹیکنا یا ہار پھول چڑھانا اگر مورتی پوجا ہے تو ولایت میں جو نامعلوم سپاہی (Unknown Warrior) کی قبر (Cenotaph) پر ملک کے بڑے بڑے آدمی ہار پھول چڑھاتے ہیں اور سلامیں کرتے ہیں اُسے بھی مورتی پوجا کہنا چاہیئے۔ اور ہاں۔ پچھلی نروان اردھ شتابدی کے اتسو کے موقع پر اجمیر میں جو سوامی دیانند جی کے شریر تیاگنے کے ستھان کو جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ کیا گیا تھا اور نروان ستھان پر فوٹو

پلنگ۔ کھڑاؤں رکھکر دکھلائے گئے تھے تو یہ سب بھی مورتی پوجا ہی تھی؟ بھائی ایسا غضب نہ کرو۔ کسی بزرگ کے نشانات کی تعظیم کرنا ایک بات ہے اور نشانات کی پوجا کرنا دوسری بات۔

۱۵۸۔ سوال ۔ مگر آپ کے یہاں ہار چڑھانے و درشن کرنے کے علاوہ متھّا ٹیکنے کے لئے بھی تو حکم ہے؟۔

جواب ۔ متھّا ٹیکنا بھی اظہارِ ادب یعنی تعظیم کرنے کا طریقہ ہے۔ سبھی ہندو اپنے ماں باپ دیگر بزرگوں کو اور اپنی دھرم پستکوں کو نمسکار کرتے ہیں۔ آریہ سماجی لفظ نمستے کا دن بھر استعمال کرتے ہیں۔ اِسکے معنی بھی "آپ کو نمسکار ہے" ہی ہیں۔ اور ویدوں میں تو سانپوں۔ کتّوں۔ زمین وغیرہ تک کو نمسکار کیا گیا ہے۔ ذرا مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

"سانپوں میں سے جو اگنی سے جنمے۔ جو اوشدھیوں سے جنمے ہیں۔ جو جلوں میں اُتپن ہوئی مچھلیاں ہو کر آئے ہیں۔ جن کی بہو پرکار سے بڑی بڑی جاتیاں ہیں۔ اِن سرپوں کو "ہم نمسکار سے پوجتے ہیں" اتھروید۔ کانڈ ۱۰ سوکت ۴ منتر ۲۳۔ ترجمہ پنڈت راجہ رام

"نمہ ہے رُودر کے شور کرنے والوں کو۔ بن سوکت کے کھانے والوں کو۔ بڑے منہ والے کتّوں کو۔ یہ میں نے نمسکار کیا ہے"

"نمہ ہے تیری للکاروں والی سیناؤں کو نمہ ہے تیری بال والیوں[۱] کو۔ نمہ ہو نمسکار کی گئی گُووں کو۔ نمہ ہو مِل کر آنند مناتیوں کو۔ نمہ ہو ہے ویو! تیری سیناؤں کو۔ ہمارے ملئے سوستی ہو۔ ہمارے لئے اَبھے ہو اتھروید کانڈ ۱۱ سوکت ۲ منتر ۳۰ و ۳۱"

"چٹان۔ میدان۔ پتھر اور دُھول یہ ساری بھومی جو پوری طرح سنبھالی ہوئی ہوتی ہے۔ اس سونے کی چھاتی والی پرتھوی کو میں نمسکار کرتا ہوں۔ کانڈ ۱۲ سوکت ۱ منتر ۲۶۔

[۱]۔ یہ بال والیاں کون ہیں؟

جس میں اَگنی۔ دھان اور جوَ ہوتے ہیں۔ یہ پانچ جس کی منشیہ جاتیاں ہیں اُس بھومی کو نمسکار ہو۔ میگھ جس کا پتی ہے اور ورشٹی (بارش) جس کی چربی ہے۔ منتر ۴۲۔

۱۵۹- اخیر میں معترض کی تشفّی کے لئے پُستک سار بچن نثر سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جسکے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ رادھاسوامی مت کے مقدّس آچاریوں کی سمادھ پرستی کے بارے میں کیا رائے تھی۔ سنتوں کا اِشٹ دھارن کرنے والے بھائیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

"جیساکہ اور لوگ مورت یا تیرتھ اور پوتھی اور گرنتھوں کی پوجا میں لگے ہیں۔ ایسے ہی جو سنتوں کے گھر کے جیو بھی پوجا۔ سمادھ اور جھنڈا اور گرنتھ وغیرہ میں لگ گئے اور سنتوں کے نِج سوروپ اور اُنکے پد کا بھید اور حال راستے کا اور طریق ابھیاس کا معلوم نہیں ہوا۔ اور باہر مکھیوں کی طرح صرف سمادھ اور گرنتھ وغیرہ کی ٹیک باندھ لی تو وے بھی اور متوں کے باہر مکھی پوجا کرنے والوں کی طرح کرم اور بھرم میں اٹک گئے۔ اور مکتی کی پراپتی اُن کو بھی نہ ہوئی"

(بھاگ پہلا صفحات ۸۰ و ۸۱ ہندی ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

اسی طرح دوسرے مقام پر آیا ہے:۔

"ہندو اور مسلمان دونوں میں جو اندھے ہیں اُن کے واسطے تیرتھ۔ برت۔ مندر اور مسجدوں کی پوجا ہے اور جن کو آنکھ ہے اُن کے واسطے وقت کے ستگورو کی پوجا ہے۔ ہر ایک کے واسطے یہ بات نہیں ہے۔ صرف ست سنگی کو اور جن کو آنکھ ہے۔ اُنھیں کو ستگورو کی قدر ہوگی"

(بھاگ دوسرا بچن ۱۳۳ صفحہ ۷۰)

۱۶۰- اگر مولانا روم کے حسبِ ذیل اشعار کے معنی خیال میں لائے جاویں تو معلوم ہوگا کہ دونوں کلام میں ایک ہی اُپدیش فرمایا گیا ہے:۔

ابلہاں تعظیم مسجد مے کنند ۔۔۔ در جفائے اہل دل جد مے کنند

آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں! نیست مسجد جز درونِ سروراں

مسجدے کو اندرونِ اولیاست ؎ سجدہ گاہِ جملہ ہست آنجا خدا است

ترجمہ: جاہل مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن پریمیوں کو دُکھ دیتے ہیں۔ تمہارا مسجدوں کو سجدہ کرنا محض مجازی یعنی باہر مکھی کارروائی ہے اور اولیا کو سجدہ کرنا اصلی کارروائی ہے۔ اولیاؤں کے باطن میں جو مسجد ہے وہی سب کے لئے سجدہ کرنے کی جگہ ہے یعنی وہیں سب کو سجدہ کرنا مناسب ہے کیونکہ وہاں خدا رہتا ہے۔

سرشٹی اُتپتی یعنی اظہارِ آفرینش

۱۶۱- سرشٹی اُتپتی کے متعلق آپ کی پُستک سار بچن میں عجیب عجیب باتیں لکھی ہیں۔ اگر اس مضمون پر بھی کچھ روشنی ڈالی جائے تو بہتر ہوگا۔ مثلاً لکھا ہے:-

نہیں خالق مخلوق نہ خلقت کرتا کارن کاج نہ وقت۔ ۳

درشٹا درشٹ نہیں کچھ درست باچ لکش نہیں پد نہ پدارتھ۔ ۴

ذات صفات نہ اوّل آخر گپت نہ پرگھٹ باطن ظاہر۔ ۵

رام رحیم کریم نہ کیشو ؎ کچھ نہیں کچھ نہیں کچھ نہیں تھا سو۔ ۶

آپ ہی آپ نہ دوسر کوئی اُٹھی موج پرگھٹ ست سوئی۔ ۱۵

اور دوسری جگہ لکھا ہے:-

تین دیش موج نے رچے اگم الکھ ست نام ہوئے ہنسے۔ ۱۶

دُھن دھدھکار اُٹھی ایک بھاری سات سُرت رچنا اُن دھاری۔ ۱۷

اِس پر کئی سوال پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) جب خالق یعنی کرتا اور کارج یعنی مخلوق نہ تھے۔ تو یہ سنسار کس نے بنایا؟ اور یہ کس چیز سے بنا؟ کیونکہ ابھاؤ سے کبھی بھاؤ نہیں ہوتا۔ (۲) یہ کہ موج گُن ہے یا گُنی؟ ظاہر

ہے کہ موج گُن ہے۔ پھر یہ کہنا کہ موج نے سنسار بنایا۔ نادانی ہے۔ کیونکہ رچنے والا گُنی ہوتا ہے۔ (۳) یہ کہ موج کے ارتھ لہر ہیں۔ جب سوائے اُنمن کے کوئی اور پدارتھ نہیں تھا تو لہر کیسے اُٹھی؟ دوسری چیز کے بغیر لہر نہیں اُٹھ سکتی۔ سنسار میں کوئی بھی ایسی مثال نہیں جس سے ثابت ہو کہ جو چیز ایک رس ہو اُس میں لہر پیدا ہوتی ہے۔ (۴) یہ کہ پہلے تو کہا کہ کرتا کوئی نہ تھا اور پھر یہ لکھا کہ موج کرتا ہے۔ یہ صریحاً متضاد باتیں ہیں۔ (۵) یہ کہ شبد گُن ہے یا درویہ؟ اگر گُن ہے تو اُس سے سنسار کی اُتپتی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ گُن گُنی کے آسرے رہتا ہے۔ الگ نہیں۔ (۶) یہ کہ ایک تیسرے مقام پر لکھا ہے:۔

سب کی آد کہوں اب سوامی اکہہ اگادھ اپار انامی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سب کی شروع میں سوامی کی موجودگی مانی گئی ہے۔ (۷) یہ بھی لکھا ہے کہ:۔

گُن تینوں یہاں سے اُپانے برہما۔ وشنو۔ مہیش کہانے

برہما۔ وشنو۔ مہیش شریر دھاری پُرش ہوئے ہیں۔ اُن کو تین گُن کہنا مورکھتا ہے۔ کیونکہ تینوں گُن جڑ ہیں (۸) یہ کہ جب سوائے رادھا سوامی انامی کے کسی چیز کی ہستی نہ تھی اور وہ پُورن دھنی تھے تو اُن کے دِل میں سرشٹی اُتپن کرنے کا وچار ہی کیوں پیدا ہوا؟ بنا کارن کے کوئی کارج پیدا نہیں ہوتا۔ (۹) یہ کہ ایک اور جگہ یہ بھی لکھا ہے:۔

جنمے مرے جیو چوراسی کال نرنجن ڈالی پھانسی

جبکہ جوت و نرنجن مالک کے انش ہیں پھر یہ کیوں لکھا ہے کہ انھوں نے سارا سنسار جال میں پھنسایا ہوا ہے؟ (۱۰) یہ کہ ٹکڑا اور بُند اُس چیز کے ہوتے ہیں۔ جس میں ذرّے یا پرمانو موجود ہوں۔ چونکہ آپکی پُستکوں میں لکھا ہے کہ سنسار دیال کی ایک بُند ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا دیال چیتن نہیں بلکہ جڑ پرکرتی ہے۔ (۱۱) یہ کہ پانچ بھوت۔ چار کھان۔ تین گُن وغیرہ چیزیں کس سے نکلیں اور اُس کا مُول کارن کیا تھا؟ اگرچہ کہ وہ دیال کی بُوند ہے۔ تو جبکہ دیال چیتن ہے۔ یہ سنسار بھی چیتن ہونا چاہیئے۔ (۱۲) پھر لکھا ہے کہ برہما

کے چار مُنہ تھے۔ اُس نے چار دُھن نکالیں۔ اِس لئے چار وید ہو گئے۔ یہ کہنا نادانی ہے۔ (۱۳) پھر آپکی پُستک
مت سندیس میں لکھا ہے کہ رچنا تین بڑے درجوں میں منقسم ہے۔ آپ کے پاس اس کے لئے کیا پرمان
ہے؟ جب چیتن ایک رس پدارتھ ہے تو اُس کا لوک بنانا اور رُوحیں پیدا کرنا بے مطلب ہے۔ جب کہ اُس میں
کوئی دوسری چیز ملی نہیں تو لوک اور روحیں کہاں سے آگئیں؟۔ (۱۴) اور یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے درجہ کے نیچے سے
غُبار یعنی مایا کا ظہور ہوا۔ جتنے رنگ ہیں لال سے لیکر کالے تک سب من اور مایا کے رنگ ہیں۔ یہ غبار
کس کا ہے؟ اگر کہو دیال کا تو وہ اشدھ ہوا۔ اگر کہو مایا کا تو مایا کہاں سے آئی؟ اگر کہو اُس کی ستّا دیال
سے الگ ہے تو آپ کا یہ لکھنا کہ سرشٹی کے شروع میں سوائے اُنمن کے اور کچھ نہ تھا غلط ثابت ہوتا ہے۔
(۱۵) اگر سنسار کی رچنے والی دھاریں ہیں تو وہ سمندر سے علیحدہ نہیں ہو سکتیں۔ اور جبکہ سمندر شُدھ
ہے تو اُن دھاروں میں کالا پیلا غبار کہاں سے آگیا؟

جواب۔ ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ سرشٹی اُتپتی یعنی اظہار آفرینش کا بیان میں لانا نہایت دُشوار
ہے عقل انسانی اُسے گرفت میں لانے اور نوکِ زبان اُسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ مگر باوجود ان
دِقتوں کے قریباً ہر شخص اس تفصیل کے جاننے کا شوق رکھتا ہے۔ چنانچہ ہر مذہب میں اپنے طریقہ پر
سرشٹی اُتپتی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر زمانہ کے فلسفی اور سائنسداں اِس مضمون پر اپنے خیالات
کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اسی طور پر سنتوں نے بھی اپنی بانی میں جہاں تہاں سرشٹی اُتپتی کا ذکر کیا ہے۔ مذکورہ
بالا کڑیاں پُستک سار بچن نظم۔ بچن نمبر ۳ کے جیٹھ ماس کے تحت آئی ہیں۔ اِس شبد میں اوّل سرشٹی اُتپتی
سے پہلے کی حالت بیان میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ فرمایا ہے کہ اُس وقت مالک نے خالق رُوپ
دھارن نہ کیا تھا۔ اور نہ اس وقت کوئی خلقت تھی۔ نہ مالک کرتا (فاعل) رُوپ سے پرکٹ ہوا تھا اور
نہ کارج رُوپی سرشٹی تھی۔ اور نہ اِس وقت کی سی تجربہ میں آنے والی مایا کی رُوکاوٹ رُونما تھی۔ نہ کوئی
درشٹا تھا نہ درشیہ تھا نہ واچیہ (ستھول مسالہ) تھا اور نہ لکش (سوکشم مسالہ) غرضیکہ سرشٹی کرم کے

عمل میں آنے پر جتنی بھی صورتیں نمودار ہوئی ہیں اور جتنی کائنات ظہور میں آئی ہے وہ اُس وقت کچھ نہ تھی آخر اُس وقت کچھ تھا بھی؟ فرمایا:-

جو کچھ تھا سو اب کہہ بھا کھوں — اُنمن سُن سمادی راکھوں (۱۰)

حیرت حیرت حیرت ہوئی — حیرت رُوپ دھرا اک سوئی (۱۱)

آپ ہی آپ نہ دوسر کوئی — اُٹھی موج پرگھٹ ست سوئی (۱۵)

اُس وقت صرف ایک مالکِ کُل تھا اور دوسری کوئی شے ظاہر نہ تھی۔ اور مالک اُس وقت اُنمن اوستھا میں یعنی سُن سمادھی رُوپ تھا یعنی اُس کی شکتی اُس کے اندر گُپت تھی۔ مثلاً پتھر کے کوئلہ کے اندر اگنی گپت ہی اِس کوئلہ کو دیکھ یا چھو کر کسی کو اُس کے اندر گُپت شکتی کا گیان نہیں ہوتا۔ یہ اگنی شکتی کی اُنمن اوستھا ہے۔ جب آگ سُلگا دی جاتی ہے تو اُس سے گرمی۔ پرکاش۔ وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے۔ یہ اگنی شکتی کی پرکٹ اوستھا ہے۔ غرضیکہ سرشٹی ہونے سے پہلے چیتن شکتی کا بھنڈار سچا کُل مالک اپنے آپ میں رت تھا۔ اُنمن اوستھا میں تھا۔ حیرت روپ تھا۔

۱۶۲۔ اس تمہید کے بعد پہلے سوال کا جواب دینا آسان ہو جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ سنسار اُس سچے کُل مالک نے بنایا اور یہ اُس مسالہ یا جوہر سے بنا ہے۔ جو سرشٹی کی اُتپتی شروع ہونے سے پہلے مالک کے اندر گُپت تھا۔

۱۶۳۔ سوال (۲ و ۳) کا جواب یہ ہے کہ موج گُن ہے۔ موج کے معنی واقعی لہر کے ہیں لیکن یہ خیال رہے کہ یہاں معمولی پانی یا سمندر کی لہر سے مُراد نہیں ہے۔ یہاں مُراد چیتن شکتی کے مخزن کل مالک کے اندر ہلور سے ہے۔ سنت مت میں اور ہندو شاستروں میں اِسی ہلور کو لفظ ایکشن (معنی سوچنا۔ خیال کرنا) سے ادا کیا گیا ہے۔ مثلاً ایتریہ اُپنشد کے پہلے ادھیائے کے پہلے کانڈ کے شروع میں آیا ہے:-

ओं आत्मा वा इदमेक एवाग्र आसीत्, नान्यत्
किञ्चन मिषत्, स ईक्षत 'लोकान्नु सृजा' इति (१)

یعنی آرمبھ میں (سرشٹی سے پہلے) نسنّدیہہ یہ (سب) آتما تھا۔ کیول ایک۔ اور کچھ بھی آنکھ جھپکتا ہوا (چیونت جاگرت) نہ تھا۔ اُس نے سوچا میں لوکوں کو رچوں" (صفحہ ۱۔ ترجمہ پنڈت راجہ رام پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج مطبوعہ ۱۹۰۶ء) اُتمن کسی پدارتھ کا نام نہیں ہے۔ اُتمن اس اوستھا یا حالت کا نام ہے جس کا اُوپر مفصل بیان ہوا۔ جیسے سمندر کی لہر اُٹھکر سمندر کے اندر پوشیدہ سیپ۔ گھونگھے۔ مونگے۔ مچھلیاں وغیرہ چیزوں کو ساحل پر پھینک دیتی ہے۔ ایسے ہی رچنا کے شروع میں چیتنا کے اپار سندھ سچے کُل مالک میں ایک لہر اُٹھی جس نے اس کے اندر سے رچنا کے موجودہ سب سامان کا مسالہ پرکٹ کیا۔ اِنسانی تجربہ تبلاتا ہے کہ کریا کے بغیر کوئی پریورتن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے رچنا سے پہلے حیرت رُوپ اوستھا میں تبدیلی ہونے کے لئے کوئی کریا ہونی چاہیئے۔ اور چونکہ سوائے مالک کے اور کچھ چیتن نہ تھا اِس لئے ابتدائے آفرینش میں خود اُس کے اندر لہر اُٹھی۔ یہ چیتن لہر تھی۔ اِس میں رچنا پرکٹ کرنے کی اِچھا اور رچنا کرنے کی شکتی دونوں شامل تھیں۔ اس لہر کے اُٹھتے ہی اُس چیتن سندھ کے اندر سے رچنا کا ابتدائی مسالہ پرکٹ ہو گیا اگر یہ جواب کافی نہ ہو تو سیتارتھ پرکاش کا ساتواں سملاس مطالعہ فرما دیں۔ تیرہویں ہندی ایڈیشن کے صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے:۔ "جو پرمیشور نشکریہ ہوتا تو جگت کی اُتپتی۔ ستھتی پرلیہ نہ کر سکتا۔ اِس لئے وہ وبھو تتھا پی چیتن ہونے سے اُس میں کریا بھی ہے"۔

۱۶۴۔ آپ سنسار میں ایسی مثال پُوچھتے ہیں جو ایک رس ہو اور اس میں لہر پیدا ہو جائے۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ سنسار کا سب مسالہ چھن بھنگی ہے۔ یعنی اس میں ہر لمحہ تبدّل ہوتا ہے۔ مگر ہاں اپنے شاستروں سے کیوں نہیں پوچھتے کہ اُس ایک رس برہم میں کریا کیسے ہوئی؟

۱۶۵۔ سوال (۴۴) کا جواب اُوپر آ گیا۔ ابتدائے آفرینش میں مالک کُل تھا لیکن وہ کرتا رُوپ (فاعل) نہ تھا۔ وہ آفرینش کا عمل شروع ہونے پر کرتا رہنا۔ جیسے سمندر اور سمندر کی لہر متضاد نہیں ہوتیں ایسے ہی مالک اور مالک کی موج بھی متضاد باتیں نہیں ہیں۔

۱۶۶۔ سوال (۵)۔ شبد سے یہاں مُراد اُس آواز سے نہیں ہے جو جانداروں کے منہ سے یا چیزوں کے ٹکرانے یا متحرک ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ آپ کے شاستروں میں اِسی استھول شبد کو آکاش کا گُن بتلایا ہے چنانچہ ویشیشک درشن میں لکھا ہے کہ "شروتر (کان) سے گرہن کیا جاتا جو ارتھ ہے۔ وہ شبد ہے" (۲۔۲۔۳۱) مگر سرشٹی کے شروع میں جو شبد پرکٹ ہوا وہ چیتن شبد تھا۔ وہ ستھول کان سے سنائی دینے والا شبد نہ تھا۔ سُرت شبد یوگ کے بیان میں اس شبد کے مضمون پر مزید روشنی ڈالی جائے گی۔ فی الحال اتنا ہی بتا دینا کافی ہوگا کہ وہ شبد چیتن شکتی کا اوّلین اظہار تھا۔

۱۶۷۔ سوال (۶) فضول ہے۔ پہلے یہ لکھا تھا کہ شروع میں "آپ ہی آپ نہ دوسر کوئی"۔ یعنی وہ آپ ہی آپ تھا اور اب اُس آپ ہی آپ کو سوامی لفظ سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان دونوں بیانوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔

۱۶۸۔ سوال (۷)۔ برہما۔ وشنو۔ مہیش کی کلائیں جب دُنیا میں پیدا ہوئیں تو وہ انسان کہلائیں دراصل یہ کال پُرش کی تین چیتن دھاروں کے مرکزوں کے نام ہیں۔ شریمد بھاگوت کے سکندھ ۱۱ کے چوتھے ادھیائے میں لکھا ہے "پہلے انہی (ویراٹ پُرش) کے رجوگن سے سرشٹی کاریہ کے لئے برہما اور ستوگن سے پالن کاریہ کے لئے یگیہ پتی اور دوِج دھرم کی مریادا روپ وشنو ایوم (اور) تموگن سے سنگھار کاریہ (فنا) کے لئے رودر (شِو) اُتپن ہوئے ہیں جن سے پرجا گن کی سرشٹی پالن اور سنگھار سروداہمیشہ) اسی پرکار ہوتا رہتا ہے وہی آدی پُرش نارائن ہیں (شلوک ۵)۔" چونکہ پرکرتی کے تین گُن انہی تین دھاروں کے عمل سے پرکٹ ہوئے ہیں۔ اِس لئے وہ بھی اِنھیں ناموں سے موسوم ہوئے۔

۱۶۹۔ سوال (۸)۔ سرشٹی کرنا مالک کا سبھاؤ ہی ہے اس لئے کسی خاص وچار کے متعلق سوال فضول ہے۔

۱۷۰۔ سوال (۹)۔ ایک جوت نرنجن کیا سبھی کائنات مالک سے نکلی ہے۔ لیکن ؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند　　میل او اندر دلش انداختند

ہر مخلوق کے ذمہ اپنا اپنا کام ہے۔ شوتیا شوتر اُپنشد کے چوتھے ادھیائے میں لکھا ہے :- "چھند۔ یگیہ۔ کرتو۔ وات۔ بھوت۔ بھوشیت۔ اور جو کچھ اور وید تبلاتے ہیں اُس سب کو مایا کا مالک (मायी) اِس سے رچتا ہے۔ اور اُس میں دوسرا پُرش، مایا سے رُکا (بندھا) ہے (۹) پرکرتی کو مایا جانو اور مہیشور کو مائی سارا وشو اُس کے (مایا شبل) کے انگوں سے ویاپت ہے" (۱۰) ہاُپنشد کار کہتے ہیں کہ وید۔ یگیہ وغیرہ سبھی مہیشور نے مایا سے رچے ہیں اور جیو بچارا مایا بس ہو کر اُن میں بندھا یا پھنسا ہے۔ کیا یہ شہادت کافی نہ ہوگی؟ اور اگر کافی نہ ہو تو بھگوت گیتا کا ارشاد سُن لیجئے۔ فرمایا ہے :- "اے ارجن! ایشور سب جیووں کے ہردیوں میں نواس کرتا ہے اور اپنی مایا سے سب کو گھما رہا ہے گویا سب جیو کمہار کے چاک پر چڑھے ہیں"۔ (ادھیائے ۱۸ اشلوک ۶۱)۔

۱۷۱۔ سوال۔ (۱۰)۔ لفظ بُند بمعنی بُوند بطور تلازمہ برہم کے لئے استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ سنت مت میں کُل مالک چیتنیا کا اپار سِندھ یعنی سمندر مانا گیا ہے۔ اور برہم اُس کا انش ہے۔ آپ ذرا بھگوت گیتا ادھیائے ۱۰ کے شلوک ۴۱ و ۴۲ غور سے پڑھیں۔ اُن کے ارتھ یہ ہیں :-

"دنیا میں جو کچھ بھی شاندار۔ خوبصورت اور طاقتور ہے۔ وہ سب میرے ہی تیج (جلال) کے انش سے اُپجی ہوئی سمجھو۔ لیکن اے ارجن! اس تفصیل کے جاننے سے تجھے کیا فائدہ ہوگا؟ اس کُل جگت کو تو صرف میرے ایک انش (جزو) نے ویاپ کر (پھیل کر) تھام رکھا ہے"۔

نیز رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۹۰ کا منتر ۳ مطالعہ کریں۔ فرمایا ہے :-

گذشتہ۔ آئندہ و موجودہ جس قدر کائنات ہے۔ اُس سب کو اُسی پُرش کی مہما یعنی عظمت کا نشان سمجھنا چاہیئے۔ اور اُسکی عظمت اسی پر محدود نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ سارے بھوت (لطیف و کثیف کائنات) اُس کا ایک پاد (چرن) ہیں۔ اور تین پاد والا اُس کا امر سروپ دیُو میں ہے۔

مذکورہ بالا حوالہ جات میں الفاظ "انش"، "پاد"، برہم کے لئے مستعمل ہوئے ہیں اور ان لفظوں کے

معنی بھی جزو ہیں۔ کیا اب آپ کا برہم بھی جزو ثابت ہو گیا۔ کیونکہ آپ کی سمجھ انوسار جزو۔ ٹکڑے و بوند اُس چیز کے ہوتے ہیں جس میں ذرّے یا پرمانو موجود ہوں؟ نہیں نہیں آپ غلطی کرتے ہیں۔ کل مالک یا برہم کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ الفاظ 'بُند'، 'انش'، 'دُپاد'، صرف کل مالک و برہم اور برہم و منشیہ کے آتما کا رشتہ و بھید بتلانے کی غرض سے بطور تلازمہ استعمال کئے گئے ہیں۔ تلک مہاراج کے گیتا رہسیہ (صفحہ ۴۸۶ ہندی ایڈیشن) میں اِس مضمون پر خوب بحث کر کے سمجھایا گیا ہے کہ 'انش' یا 'بھاگ' شبد کا ارتھ "کاٹ کر الگ کیا ٹکڑا" یا "انار کے انیک دانوں میں سے ایک دانہ" نہیں ہے بلکہ ساتوک درشٹی سے اُس کا ارتھ یہ سمجھنا چاہیئے کہ جیسے گھر کے بھیتر کا آکاش اور گھڑے کا آکاش (مٹھ آکاش اور گھٹ آکاش) ایک ہی سرو ویاپی آکاش کا 'انش' یا بھاگ ہیں" وغیرہ اگر اِن پرمانوں سے بھی تسلّی نہ ہو تو ویدانت درشن ۲-۳-۴۳ و ۴۴-۴۹ میں بادراین آچاریہ کی رائے ملاحظہ کریں۔ رگ وید کی سوکت کا حوالہ سوامی دیانند جی نے بھی اپنے رگ ویدادی بھاشیہ بھومکا میں دیا ہے۔ اردو ترجمہ کے صفحہ ۷۶ پر منتر مذکورہ بالا کا ترجمہ مندرج ہے۔

۱۷۲۔ سوال (۱۱) اس کا جواب اوپر آ چکا ہے۔ تمام خلقت اس مالک سے ظاہر ہوئی ہے۔ اور رچنا سے پہلے اُس کے اندر گپت تھی۔ آپ پرکرتی کو علیحدہ مان کر اپنے تئیں اِس اعتراض سے محفوظ سمجھتے ہیں۔ لیکن آپ کو یہ خیال نہیں کہ اور کتنے اعتراضات آپ پر عائد ہو جاتے ہیں۔ سنت مت میں پرکرتی بھی مالک کا جزو مانی گئی ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ کا سدھانت بیان کرتے ہوئے پنڈت راجہ رام جی اپنے ویدانت درشن بھاشیہ کے صفحات ۲۹ و ۳۰ پر لکھتے ہیں:۔

"پرمایا برہم کی ہی انر وچنیہ[۵۱] شکتی ہے نہ کہ سوتنتر[۵۲] ست پدارتھ۔ اِس لئے مایا سمبدھ[۵۳] برہم ہی ابھن[۵۴] نمت۔ اُپادان ہے۔ مایا کے سمبندھ سے برہم کو پراپیہ[۵۵] ایشور کہتے ہیں۔

۱۷۳۔ سنت مت بتلاتا ہے کہ پرکرتی بھی ادنیٰ درجہ کا (نیون) چیتن ہے۔ اور جیسے مُثبت

۵۱ جو کہنے میں نہ آسکے۔ ۵۲ آزاد جوہر۔ ۵۳ مایا شبل یا مایا میں لپٹا ہو۔ ۵۴ بھید رہت۔ ۵۵ اکثر۔

(Positive) اور منفی (Negative) قطب (Poles) کے ملنے سے برقی قوت قائم ہوتی ہے ایسے ہی وِشیش اور نیون چیتن کے ذریعہ مالک کی پرم شکتی قائم ہے۔

۱۷۴۔ سوال (۱۲)۔ جو لوگ برہما کو آدی دیوتا مانتے ہیں وہ ویدوں کی تقسیم کی نسبت یہی وجہ بتلاتے ہیں۔

۱۷۵۔ سوال (۱۳)۔ رچنا کے تین بڑے درجوں کی نسبت سب سے بڑی دلیل خود انسان کا وجود ہی ہے۔ اور آپ نے "پنڈے سو برہمانڈے" سُنا ہی ہوگا۔ اِنسانی وجود میں صریحاً تین جزو ہیں اوّل ہاڑ۔ ماس۔ چام کا جسم۔ دویم من اور سویم رُوح۔ اِسی طرح رچنا میں تین بڑے درجے ہیں اوّل ملین مایا دیش۔ دویم شُدھ مایا دیش۔ اور سویم نِرمل چیتن دیش۔ اور اگر آپ کو یہ خیال رہے گا کہ جیسے چراغ کی لَو ایک ہی چیز ہوتے ہوئے بھی اُس کے اندر روشنی وچمک کے درجے رہتے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر سفید روشنی ہے۔ دوسرے پر سُرخ اور تیسرے پر نارنجی اور چوتھے پر کالا دھواں۔ ایسے ہی کل مالک کے چیتن جوہر میں بھی انیک درجے ہیں۔ اور سرشٹی کرم عمل میں آنے پر ان درجوں میں مختلف لوکوں کی شکل اختیار کر لینے کا خاصّہ ہے تو آپ کو اپنے سوال کے بقیہ "حصّہ" کا جواب بھی خود ہی مل جائے گا۔ روحیں مالک کے انش ہیں۔ یہ انادی ہیں۔ البتّہ جیسے ہر شکتی کے گُپت وپرکٹ دو روپ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی رچنا کے قبل رُوحیں گُپت رُوپ تھیں اور رچنا کا عمل جاری ہوکر مختلف لوک قائم ہونے پر اُنہیں قیام کے لائق رُوحیں پرکٹ رُوپ سے اُن میں مُقیم ہو گئیں۔

۱۷۶۔ سوال (۱۴)۔ آفرینش کا عمل شروع ہونے سے پہلے یہ غبار یعنی نیون چیتن (جسے اور لوگ مایا کہتے ہیں) وِشیش چیتن سے مِلا ہوا تھا۔ سرشٹی کرم نے اسے علیحدہ کر دیا۔

۱۷۷۔ سوالی (۱۵) اگر مذکورہ بالا جوابوں پر غور کیا جاویگا تو معلوم ہوگا کہ سنت مت آدی چیتن جوہر

میں درجے مانتا ہے۔ اِس لئے دھاریں بھی چیتن ہیں اور مایا بھی چیتن ہے۔ لیکن اُن میں اعلیٰ وادنیٰ کا فرق ہے۔ جن دھاروں میں نیون چیتن کی ملونی تھی یعنی جو دھاریں نِرمل چیتن سے کسی درجہ کا نیون چیتن لے کر برآمد یا خارج ہوئیں اُن کا پرکاش بمقابلہ نِرمل چیتن کے پرکاش کے زنگ آلود تھا۔ زنگ کا ظہور نیون چیتن کی موجودگی سے ہوا۔

۱۷۸۔ یہاں پر اتنا اور لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی فلسفہ پر اعتراض کر دینا نہایت آسان ہے۔ بلکہ کہاوت مشہور ہے کہ ایک نادان بچہ ایسا سوال کر سکتا ہے جس کا دُنیا کے دس بڑے عقلمند انسان مِل کر بھی جواب نہ دے سکیں۔ لیکن اگر کوئی شخص سچ مچ کوئی بات تحقیق کیا چاہتا ہے تو اُسکے لئے واجب ہے کہ کسی ماہر کے پاس جا کر وہ فلسفہ پڑھے اور اگر اس کے لئے فرصت نہ ہو تو کم از کم اُس فلسفہ کے متعلق مفصّل کُتب کا مطالعہ کرے۔ اگر معترض نے اس اُصول پر عمل کر کے رسالہ امرت بچن کا مطالعہ کیا ہوتا تو مضمون زیرِ بحث پر اُسے بہت کچھ روشنی مِل جاتی۔ لیکن یہاں تو مقصد ہی اور ہے معترض نے پُستک سار بچن کے شبد کے معنی بگاڑ کر رادھاسوامی مت کی تعلیم پر قسم قسم کے اعتراضات کر دیئے لیکن تعجب ہے کہ اُسے اپنے ویدوں و اُپنشدوں کے اندر بیان شدہ سرشٹی کرم پر کوئی اعتراض نہ ہوا۔ نمونہ کے طور پر برہدارنیک اُپنشد سے بیان کیا جاتا ہے کہ سرشٹی کیسے ہوئی۔ ملاحظہ ہو ادھیائے اوّل براہمن ۴۔

۱۷۹۔ آرمبھ (شروع) میں کیول (صرف) آتما ہی یہ تھا۔ پُرش کی نائیں (بشکل انسان) اُس نے اپنے چاروں اور (طرف)[۱] دیکھکر اپنے سوائے کچھ نہیں دیکھا۔ اُس نے اہمسی[۲] (میں ہوں) پہلے یہ کہا۔ اس لئے اُس کا نام "میں" ہوا۔ اِس لئے اب بھی اگر کسی پُرش[۳] کو پوچھتے ہیں تو وہ "یہ میں" ہی

[۱] کیوں صاحب یہ چاروں اطراف کہاں سے آگئیں؟ زمین۔ پانی۔ آگ وغیرہ غالباً پہلے سے موجود تھے۔ [۲] مُول پاٹھ میں الفاظ अहमस्मि ہیں۔ مگر اُسے سنسکرت بولنے کی کیوں سُوجھی؟ [۳] یہ کیا دلیل ہے؟ اُسوقت خیال کرنے والا تو آتما (پرماتما) تھا اور اب جواب دینے والا ہوتا ہے۔ کیا آتما (پرماتما) و من کے گیان میں کچھ فرق نہیں ہے؟

پہلے کہہ کر تب دوسرا نام بولتا ہے جو اس کا (نام) ہوتا ہے .... (۱) وہ ڈرا[1]۔ اس لئے (ہر ایک) اکیلا ڈرتا ہے۔ اُس نے خیال کیا کہ میرے سوائے (کچھ) نہیں ہے۔ میں کیوں ڈرتا ہوں[2]؟ اُس سے اُس کا بھے جاتا رہا۔ وہ کس سے ڈرتا؟ ڈر سچ مچ دوسرے سے ہوتا ہے۔ ۲۔ پر وہ خوش نہیں ہوا[3]۔ اِس لئے (کوئی پُرش) اکیلا خوش نہیں ہوتا۔ اُس نے ایک دوسرے کی اِچھّا کی[4]۔ وہ اتنا بڑا تھا جتنا کہ دونوں اکٹھے ہوئے اِستری پُرش ہوتے ہیں[5]۔ اُس نے اپنے اِس ہی شریر کو دو پرکار سے گرایا (تقسیم کیا) اُس سے پتی اور پتنی ہوئے[6]:-

(۳) اُس اِستری نے خیال کیا کیسے وہ مجھے اپنے سے ہی جنم دیکر سنگت ہوتا ہے[7] (مُباشرت کرتا ہے) ہا! میں چھپ جاؤں[8] (تب) وہ گئو بن گئی دوسرا سانڈ (بن گیا) اور اُسکے ساتھ سنگت ہوا۔ اُس سے گائیں اُتپن ہوئیں۔ تب وہ گھوڑی بن گئی۔ دوسرا گھوڑا بن گیا۔ وہ گدھی بن گئی۔ دوسرا[9] گدھا بن گیا۔ اور اُسکے ساتھ سنگت ہوا۔ تب ایک کھُر والا پیدا ہوا۔ تب وہ بکری بن گئی۔ دوسرا بکرا بن گیا۔ وہ بھیڑ بنی دوسرا مینڈھا بن گیا۔ وہ اُس کے ساتھ سنگت ہوا تب بھیڑ بکریاں اُتپن ہوئیں۔ اِسی پرکار چھوٹی چیونٹیوں[10] تک جو کوئی جوڑا ہے اُس سب کو اُس نے رچا۔ (۴) (ترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب صفحات ۵۸ تا ۶۱)

۱۸۰۔ کیا اچھا سائنٹفک بیان ہے۔ اوّل آدمی پیدا ہوئے اور اُن سے جانور گھوڑے۔ گدھے وغیرہ۔ ایسے سمجھنے والے وِدوان بھلا سنت مت کی باتوں کو کیوں منظور کرنے لگے ہیں۔ مگر وہ آتما تھا یا شرارت کا پُتلا؟ اور آتما سے یہاں مطلب پرماتما ہی سے تو ہے؟ ہاں اب ذرا تیریہ اُپنشد کا بیان سُن لیجئے۔

[1] آتما (پرماتما) کے ڈرنے کی بھی ایک ہی کہی۔ [2] بہت دیر میں خیال آیا وہ چیتن آتما (پرماتما) تھا یا نادان من؟ [3] لیکن پھر بھی اُسے ست۔ چت۔ آنند سروپ مانا جاتا ہے۔ [4] لیجئے آتما (پرماتما) کو اِچھّا ہو گئی۔ آپ کے ایک رس سمندر میں بھی لہر اُٹھی۔ [5] اُس کے دو مُنہ ہوئے نا۔ [6] نر اور مادہ۔ [7] فوراً یہی کام سُوجھا؟ [8] رحم! رحم!! [9] بھلا وہ کب پیچھا چھوڑنے والا تھا۔ [10] مگر ہاتھی۔ اونٹ گینڈا۔ سمندری و دریائی جانور وپرند تو پیدا کرنے چھوٹ ہی گئے۔

۱۸۱۔ آرمبھ میں (سرشٹی سے پہلے) نسندیہ یہ (سب) آتما ہی تھا۔ کیول ایک۔ اور کچھ بھی آنکھ جھپکتا ہوا (جیونت جاگرت) نہ تھا۔ اُس نے سوچا میں لوکوں کو رچوں۔ اُس نے اِن لوکوں[۵۱] کو رچا ......
تب اُس نے جلوں سے ہی نکال کر پُرش (وراٹ) کو بنایا۔ اُس نے اُسے تپایا۔ جب وہ تپ گیا۔ تو اُسکا مُکھ کھلا جیسے انڈا (پھٹتا ہے) مُکھ سے بانی نکلی[۵۲]۔ بانی سے اگنی۔ دونوں ناسکائیں کُھلیں۔ ناسکاؤں سے پران نکلا۔ پران سے وایو۔ دونوں آنکھیں کُھلیں۔ آنکھوں سے چکشو نکلا چکشو سے سورج۔ شِشن (پیشاب گاہ) کُھلا۔ شِشن سے بیج نکلا، بیج سے جل۔ (پہلا ادھیائے پہلا کانڈ)۔

۱۸۲۔ ایسا صاف بیان ہے کہ لفظ لفظ دماغ میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور قطعی کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوتا۔ بانی کی پیدائش کا حال بھی ٹھیک ٹھیک سمجھ میں آ گیا۔

۱۸۳۔ معترض کے پندرہ اعتراضات کا جواب بھی دے دیا گیا۔ اور اُپنشدوں میں بیان شدہ عملِ آفرینش (سرشٹی اُتپتی) کی تفصیل پیش کر کے متعدد اعتراضات بھی قائم کر دئے گئے۔ تاکہ معترض کو معلوم ہو کہ مہاپرشوں کی بانی کے سرسری معنی لگانے سے کیسے دوسروں کا دل دُکھانیوالے اعتراضات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور بلاکانی تحقیقات کے بزرگوں کے کلام کے من مانے معنی لگا کر انسان کیسی غلطیوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ ست سنگی بھائیوں کو چاہیئے کہ اپنشدوں کے بیانات پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں انھیں کوئی اہمیت نہ دیں۔ صریحاً اُپنشد کاروں نے سرشٹی اُتپتی کا حال استعارہ میں بیان کیا ہے وہ ایسے نادان نہ تھے کہ پرماتما کو ایک معمولی انسان سمجھ کر انسانی حرکات کا مرتکب قرار دیتے۔ اِس قسم کے استعاروں کے اصلی معنی پیش کرنا۔ ہندو اور آریہ بھائیوں کا کام ہے۔ کاش وہ اپنا زور رادھا سوامی مت پر حملوں میں صرف کرنے کے بجائے ویدوں و اپنشدوں کے مشکل و پیچیدہ مضامین کے بیان کرنے میں صرف کریں۔

[۵۱] اب لوک کہاں سے نکل آئے؟ [۵۲] او ہو! شبد بھی پیدا ہو گیا۔

۱۸۴۔ برہدارنیک اُپنشد کے پہلے ادھیائے کے چوتھے برہمن کے اخیر میں ایک مرتبہ پھر سرشٹی اُتپتی کا ذِکر آیا ہے وہاں لکھا ہے :۔" آرمبھ میں یہ کیول آتما اکیلا ہی تھا۔ اُس نے اِچّھا کی میرے لئے استری ہو تب میں سنتان والا ہوں۔ اور میرے لئے دھن ہو تب میں کرم کروں .... من ہی اس کا آتما (پتی) ہے۔ واک یعنی بانی اُسکی پتنی ہے۔ پران سنتان ہے ..... (۱۷) لفظ واک کے معنی بانی یا شبد ہیں اور اس حوالہ میں واک کو پتنی قرار دیا گیا ہے۔ اب اگر آتما کی پتنی کے معنی شبد ذہن میں رکھ کر پہلے دو حوالہ جات کے معنی لگائے جائیں تو ہمارے قریباً سبھی اعتراضات غائب ہو جاتے ہیں۔ نگھنٹو میں جو کہ ویدک شبدوں کا کوش ہے لفظ واچ کے (جس سے واک بنتا ہے) ۵۷ ہم معنی الفاظ دیئے ہیں۔ چنانچہ ستاون نمبر پر لفظ "شبد" درج ہے۔ اس کا مادہ 'شپ' (शप) بمعنی شور کرنا بتلایا گیا ہے۔ اِس لئے 'واک' کے معنی شبد لگانا بیجا نہ ہوگا۔ اور اُپنشد کے پہلے حوالہ کا مطلب یہ قرار پائے گا کہ ابتدائے آفرینش میں صرف آتما تھا۔ آتما پہلے شُنیہ سمادھی اوستھا میں تھا۔ ایک وقت آیا کہ اُس میں جاگرتی ہوئی اور اُسے اہم (अहम्) یعنی 'میں ہوں' کا گیان ہوا۔ پھر وہ ڈرا۔ یعنی اُس کی شکتی کا انترمکھ (مرکز کی طرف) سمٹاؤ ہوا۔ مگر جلد ہی اس کا ڈر جاتا رہا یعنی سمٹاؤ بند ہو کر باہر کی جانب شکتی کا پھیلاؤ شروع ہوا دھرتی میں بطور اُٹھنے کا یہی عمل دیکھنے میں آتا ہے۔ اور جب کسی ساکن جسم کو حرکت دی جائے تو اس میں حرکت یا کمپ (कम्प)، بھی اسی طریقہ سے ہوتا ہے۔ حرکت میں آنے پر وہ جسم کمپائمان ہو جاتا ہے۔ اپنشد کار نے اِسی عمل کو "ڈرنا" سے ادا کیا ہے) اِس کے بعد بیان ہوا ہے کہ ڈر ہٹ جانے پر وہ خوش نہیں ہوا۔ دوسرے لفظوں میں پرماتما کی شکتی کا عمل شکتی کے پھیل کر سابق حالت میں دوبارہ آجانے پر ختم نہیں ہو گیا۔ اس کے اندر باہر پھیلنے کے لئے بیگ یعنی زور تھا۔ اسی معنی میں فرمایا "پر وہ خوش نہیں ہوا" پھر لکھا ہے۔ وہ اتنا بڑا تھا جتنکہ اکٹھے ہوئے اِستری پُرش ہوتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پرماتما دو قسم کی شکتی سے مُرکب تھا یا بہتر لفظوں میں پرماتما کی شکتی کے دو انگ تھے۔ (جیسے مقناطیسی قوت کے دو انگ ہوتے ہیں

ایک قطب سے باہر پھیلنے اور خلا میں مقناطیسی اثر پھیلانے والا اور دوسرا مقناطیسی اثر لینے والی اشیاء کو قطب کی طرف کھینچنے والا۔ یہ دونوں انگ مل کر ہی مقناطیسی قوت بنتی ہے۔ سنت مت میں آتم یا سُرت شکتی کے پہلے انگ کو سُرت انگ اور دوسرے کو شبد انگ کہتے ہیں۔ اور ان دو انگوں کی کمی وبیشی کی وجہ سے آفرینش میں نر و مادہ کا فرق ہوا۔ ہر نر میں شبد انگ اور ہر مادہ میں سُرت انگ پردھان ہے۔ پُستک امرت بچن بھاگ تیسرا میں یہ مضمون نہایت وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے) اُس نے اُس شبد کے دو ٹکڑے کئے اور استری انگ یعنی باہر پھیلنے والا سُرت انگ علٰحدہ ہو گیا۔ اور اُس نے علٰحدہ مرکز قائم کیا لیکن دوسرے انگ یعنی کشش والے انگ نے اس کو جا پکڑا اور اُس پر اپنا عمل کیا۔ پہلا یعنی سُرت انگ پھر بھاگا یعنی اور پھیلا اور اُس نے دوسرا مرکز قائم کیا۔ شبد انگ نے اُس پر بھی عمل کیا غرضیکہ اس طرح آتم شکتی کے بھنڈار کے سُرت و شبد انگوں نے مل کر کُل سرشٹی کی۔

۱۸۵۔ یہ معنی ہمارے معترض ویدک دھرمی بھائیوں کو شاید ہی پسند آئیں۔ مگر انھیں یہاں زیادہ تر اس لئے درج کیا ہے کہ ست سنگی بھائیوں کے دل میں یہ خیال نہ آنے پاوے کہ رشیوں کے اُپدیش ایسے ہی بے مصرف ہیں جیسا کہ ظاہری معنی سے معلوم ہوتا ہے۔ اُنھیں مناسب ہے کہ جب تک کوئی ماہر اصلی معنی پیش نہ کرے اپنا فیصلہ ملتوی رکھیں۔ اس پر غالباً ست سنگی بھائی سوال کرینگے کہ سائنس تو نیچے درجہ کی یونیوں سے چڑھکر اخیر میں انسان کے وجود کا ظہور ثابت کرتا ہے۔ اور اپنشدوں کے سرشٹی کرم (क्रम) میں اُس کے برعکس بات بتلائی گئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ست سنگیوں کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جس زمانہ میں یہ اُپدیش کیا گیا۔ اُس وقت آج کل کے سے سائنس نہ تھے صرف فلسفہ کا زور تھا۔ رشیوں نے یہ اُپدیش اُس زمانہ کے انسانوں کی عملِ آفرینش سمجھنے کے متعلق پیاس بجھانے کے لئے روزمرہ کے تجربوں کی زبان میں بیان فرمائے اور اس بیان سے صرف اس قدر سمجھانا مقصود تھا کہ کیا انسان کیا حیوان سبھی جاندار پرماتما کے دو انگوں نے مل کر پرگٹ کئے۔ اُپنشد سائنس

کی تُپتکیں نہیں ہیں یہ دھارمک تپتکیں ہیں اور اِن میں دوسرے مضامین کا ذکر محض دھارمک مضامین کی وضاحت و تصریح کے لئے آتا ہے نہ کہ سائنس کے مضامین کی تحقیقات و تشریح کی غرض سے۔

۱۸۶۔ اِس جگہ پر رگ وید منڈل ۱۰ سوکت نمبر ۱۲۹ کا ترجمہ پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے خود سوامی دیانند جی نے اپنے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا میں زیر عنوان "پیدائش عالم کا بیان"۔ اِس سوکت کے پہلے منتر کا ترجمہ دیا ہے۔ باقی منتروں کے مفہوم کا اشارہ دیکر لکھا ہے کہ "ان منتروں کا ترجمہ تفسیر میں کیا جائے گا"، (دیکھو صفحات ۵، ۶، رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا اُردو ایڈیشن) کاش سوامی دیانند جی ان منتروں کا ترجمہ تفسیر میں کر جاتے! دُشٹ جنوں نے زہر دیکر ایک قابلِ قدر ہستی کا خاتمہ کر دیا اور اُن کی ویدوں کی تفسیر نامکمل رہ گئی۔ سُوکت کا ترجمہ یہ ہے:۔

تب (یعنی جب موجودہ سرشٹی ظہور میں نہ آئی تھی) نہ است[1] تھا۔ نہ ہی ست[2] تھا۔ نہ سھتول لوک تھے۔ نہ انترکش (سورج اور پرتھوی کے درمیان واقع کرۂ ہوائی)، نہ اُس سے پرے کا آکاش۔ پھر کون چیز ڈھکی ہوئی تھی اور کہاں یعنی کس ستھان میں ڈھکی ہوئی تھی اور ڈھکنے والی کیا چیز تھی؟ کیا اس وقت جل تھا۔ گہر گمبھیر جل (اتھاہ پانی) تھا؟۔ (۱)

اُس وقت موت یعنی مرتیو شکتی بھی نہ تھی نہ امرتیو (سدا قائم رہنے والی شکتی) ہی تھی۔ نہ دِن و رات کی تقسیم کرنے والی علامت (سُورج) تھی۔ صرف وہی ایک (برہم یا آدی پُرش) تھا۔ مگر وہ پران وان (متحرک) نہ تھا۔ وہ سَوَدھا (از خود یا اپنی قدرت سے) جیتا یعنی چیتن تھا۔ اُس کے علاوہ اور قطعی کچھ نہ تھا۔ (۲)

اُس وقت تَم یعنی اندھیرا تھا۔ اور اندھیرے میں وہ چھپا تھا۔ اور اپنے میں تد روپ (نام و

---

[1] لفظی معنی نیست۔ مگر جملہ کے مضمون سے معنی نظر نہ آنے والا مسالہ (دلکش) معلوم ہوتے ہیں۔ [2] لفظی معنی ہست۔ مگر یہاں معنی نظر آنے والا مسالہ (واضح) معلوم ہوتے ہیں۔

رُوپ سے شونیہ) اروپ تھا۔ اُس وقت جو کچھ تھا۔ گیان شونیہ۔ انام وا روپ تھا۔ وہ ایک دبرہم) تپ کی شکتی سے پرکٹ ہوا۔ (۳)

اس کے بعد کام یعنی اِچھا درتمان ہوئی۔ اِچھا من کا آدی یعنی اوّلین بیج تھی۔ جن دانشمند رشیوں نے ہردیہ میں ایکاگر چیت ہو کر تلاش کی۔ انھوں نے ست اور اَست کا سمبندھ (تعلق) معلوم کیا (۴)

تب (اچھا پرکٹ ہونے پر) ست اور اَست کے درمیان ترچھی کرن روپ حدِ فاصل قائم ہوئی۔ اُس حدِ فاصل کے اوپر کی جانب کیا تھا اور نیچے کی جانب کیا تھا؟ ایک طرف بیج دھارن کرنیوالے (سرشٹی پیدا کرنے والے سامان) تھے۔ دوسری جانب زبردست شکتیاں تھیں۔ ایک طرف بے روک کریا کا ویگ تھا۔ دوسری طرف شکتی تھی۔ (۵)

بھلا کون جانتا ہے اور کون بتلا سکتا ہے کہ یہ سب کہاں سے پیدا ہوا۔ اور یہ سرشٹی کہاں سے نکلی؟ دیوتا بھی سرشٹی ہونے کے بعد پیدا ہوئے (اس لئے وہ بھی اس راز سے ناواقف ہیں) اس لئے کون جانتا ہے کہ یہ سب اوّل کہاں سے آیا؟ (۶)

جس سے یہ سرشٹی ہوئی۔ آیا اُس نے خود اِس سب کو رچا۔ یا نہیں رچا؟ یہ بات وہ جو پرم دیوم (سب سے اونچے آکاش) میں مقیم رہ کر سرشٹی کی نگہداشت کرتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک جانتا ہوگا اور ممکن ہے وہ نہ جانتا ہو۔ (۷)

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اس سوکت کے بیان میں اور اس میں جو سادھ بچن کے "نہیں خالق مخلوق نہ خلقت" شبد میں ارشاد ہوا کیا فرق ہے؟ اگر یہ سوکت ایشور کا بنایا ہوا ہے (جیسا کہ ہندو بھائی یقین کرتے ہیں) تب تو اس کے اخیر منتر سے ترشح ہوتا ہے کہ خود ایشور بھی نہیں جانتا کہ یہ سرشٹی کہاں سے نمودار ہوئی۔ اور ہندو بھائیوں کا دعویٰ کے ساتھ تین انادی پدارتھوں کی نسبت کوئی بات کہنا دیدِ رُدّھ ہو جاتا ہے۔

۱۸۷۔ گورونانک صاحب نے بھی راگ مارو محلہ پہلا میں اسی انداز میں سرشٹی اُتپتی کا حال بیان فرمایا ہے۔ آیا ہے:۔

اربد[1]۔ نربد۔ دھندو کارا ۔۔۔ دھرن نہ گگنا حُکم اپارا
نہ دن رین۔ نہ چند نہ سُورج ۔۔۔ سُن سمادھ لگائیندا

....

برہما۔ بشن۔ مہیش نہ کوئی ۔۔۔ اور نہ دیسے۔ ایکو سوئی
نار پُرکھ نہیں۔ جات نہ جنما ۔۔۔ نا کو دُکھ سُکھ۔ پائیندا

....

نہ سُچ سنجم۔ تُلسی مالا ۔۔۔ گوپی۔ کاہن[2]۔ نہ گئو گوالا
تنت منت پاکھنڈ نہ کوئی ۔۔۔ نا کو بنسی بجائیندا

....

وید کتیب۔ نہ سمرت شاست[3] ۔۔۔ پاٹھ۔ پُران۔ اودے[4] نہیں آست[5]
کہتا بکتا۔ آپ اگوچر ۔۔۔ آپے الکھ لکھائیندا

....

جاں تِس بھانا۔ تاں جگت اُپایا ۔۔۔ باجھ کلا[6] آڈان[7] رہایا
برہما بشن مہیش اُپائے ۔۔۔ مایا موہ ودھائیندا[8]

....

وِرلے کو گور شبد سُنایا ۔۔۔ کرکر دیکھے حُکم سبایا

1 بے شمار۔ 2 کرشن۔ 3 شاستر۔ 4 صبح۔ 5 شام۔ 6 قدرت۔ 7 الگ۔ اکیلا۔ 8 بڑھایا۔

کھنڈ برہمنڈ پاتال آر نیہے گپتوں پر گھٹی آئیندا

نوگھر تھاپے تھاپن ہارے دسویں باسا الکھ اپارے

سایر سپت بھرے جل نرمل گورمکھ میل نہ لائیندا

گیان دھیان۔یوگ۔ویراگیہ

۱۸۸۔سوال۔ آپ کی پُستک سار بچن میں لکھا ہے۔

گیان دھیان اور جوگ بیراگا تجھ سمجھ میں نے اُن کو تیاگا

رادھاسوامی گنیں نہ برہم گیان ری رادھاسوامی تھرپیں نہ گیان دھیان ری

اب جبکہ گیان۔دھیان۔یوگ اور ویراگیہ کو ہی تیاگ دیا اور برہم گیان ہی کی قدر چھوڑ دی پھر رادھاسوامی مت میں باقی کیارہ گیا؟ کیا اِن بچنوں کا بھی کوئی خاص ارتھ ہے؟

جواب۔ نوین ویدانتیوں اور دوسرے زبانی جمع خرچ کرنے والوں کا واچک گیان بے ٹھکانا دیا پک پرماتما کا یا بھگوت گیتا کے اُپدیش کے غلط معنی لگاکر ناک کی پھُنگل پر دھیان ودھوتی۔نیتی۔نیولی وغیرہ ہٹ یوگ کی کریائیں اور گرہست کے فرائض پٹک کر کپڑے رنگوا جہان بھر میں بھیک منگانے والا ویراگیہ۔یہ سبھی مالک کے درشن کی پراپتی کے لئے تُچھ سادھن ہیں۔لوگوں کا محض دوچار گرنتھ پڑھکر اپنے تئیں برہم گیانی سمجھ لینا اور سنسار کے پدارتھوں وبھوگوں کی باسناؤں کے تیاگنے کے بجائے گرہست دھرم تیاگ کر مارے مارے پھرنا۔سچے پرمارتھ کے نقطۂ نگاہ سے غلط باتیں ہیں۔اسی لئے رادھاسوامی دیال نے ان کا نشیدھ فرمایا ہے۔رہا یہ سوال کہ ان غلط باتوں کے چھوڑنے کے بعد رادھاسوامی مت میں باقی

کیا رہ گیا؟ اس کا جواب پچھلے صفحوں میں ایک سے زیادہ مرتبہ آچکا ہے۔آپ کی سہولت کے لئے دُہرایا جاتا ہے۔ لو سُن لو۔باقی رہ گئے (۱) ستگورو پُورے کی سرن و بھگتی۔(۲) سُرت شکتی کے جگانے والے اصلی انتری سادھن۔(۳) ست پُرشوں کا ست سنگ اور (۴) اُن کی پوتر بانی کا پاٹھ۔چنانچہ جس شبد کی کڑی پیش کی گئی ہے خود اُس میں آگے چل کر فرمایا ہے:۔

گیان دھیان اور جوگ بیراگا تُجھ سمجھ میں نے ان کو تیاگا ۱۱

میں تو چکور چند رادھاسوامی نہیں بھاوے ست نام انامی ۱۲

بِن جل مچھلی چین نہ پاوے کنول بنا الی[۱] کیوں ٹھہراوے ۱۳

سوانت بنا جیسے پپیہا ترسے سُت[۲] بیوگ ماتا نہیں سرسے[۳] ۱۴

اَس اَس حال بھیا اب میرا کا سے برنوں کوئی نہ ہیرا ۱۵

ایسی بھگتی ہوئے اِک رنگی کاٹے بندھن من بہو رنگی ۱۷

کُھل گئے بھگتی پریم بھنڈارا کوٹن جیو کا ہوئے اُدھارا ۲۲

۱۸۹۔آپ ہی خیال فرمائیں۔آیا ایسی اننیہ بھگتی کے مقابلہ واچک گیان اور اُوپری دھیان و ویراگیہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ سب سوالات بھگتی مارگ سے ناواقفیت اور واچک گیان میں مصروفیت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔بھگتی شُونیہ ہردے اننیہ بھگتی کی قدر کیسے کر سکتے ہیں؟

۱۹۰۔سوال۔لیکن آپ کی پُستکوں میں کرم۔دھرم کا بھی تو نشیدھ ہے مثلاً کہا ہے" رادھاسوامی مانیں نہ کرم دھرم ری"۔اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔وجہ صاف ہے۔کرم سے یہاں مُراد ہون۔یگیہ۔اماوس کا اشنان۔سُورج گرہن کا دان۔بدّری نارائن کا درشن وغیرہ کام ہے۔ہر چند ہون۔یگیہ۔اشنان۔خیرات کرنا اور پہاڑوں کی سیر بُرے

---

[۱] بھنورا۔ [۲] بیٹا۔ [۳] خوش نہیں ہوتی ہے۔

کام نہیں ہیں بلکہ انسان کے لئے مفید ہی ہیں لیکن ان کارروائیوں سے کسی کا اُمید رکھنا کہ مالک کا درشن یا موکش مل جائیگا۔ غلط ہے۔ اسی طرح پچھلے زمانہ کے دھرم۔ تیرتھ۔ برت۔ کاشی باس۔ جنیو و کچّی پکّی رسوئی کی ٹیک۔ ورن آشرم وغیرہ جن کی لوگ آج کل اُلٹی سیدھی نقل کر رہے ہیں آتم درشن کے طلبگار کے لئے بے مصرف ہیں۔ کیا آپ نے بھگوت گیتا کا یہ شلوک نہیں سُنا؟

सर्व्वधर्मान् परित्यज्य मामेकं शरणं व्रज ।
अहं त्वाम् सर्व पापेभ्यो मोक्षयिष्यामि मा शुचः ॥

یعنی۔ اے ارجن! سب دھرموں کو چھوڑ کر صرف میری شرن اختیار کریں تجھے سب پاپوں سے مُکت کر دونگا۔ مت اس میں سوچ کر۔ جس غرض سے سری کرشن جی نے ارجن کو سب دھرم چھوڑنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اُسی وجہ سے رادھاسوامی مت میں کرم دھرم کو بھرم کہا ہے۔ اور وہ وجہ یہ ہے کہ کسی اوتار یا سچے ستگورو کی آگیا میں برتنا۔ اُن کی بھگتی کرنا۔ ان کی زیر نگرانی انتری سادھن کرنا آتم درشن کے خواہشمند کے لئے پرم سادھن اور پرم دھرم ہے۔ پرم سادھن اور پرم دھرم کے مقابلہ معمولی کرم و دھرم بے حقیقت ہی ہوتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان کرم کرنا ہی چھوڑ دے یا کسی دھرم کا پالن ہی نہ کرے نہیں نہیں۔ اُسے سب ضروری کرم کرنے چاہئیں۔ اور مناسب دھرموں کا پالن بھی کرنا چاہیئے۔ مثلاً ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ اپنا جسم صاف و تندرست رکھے۔ اپنی جسمانی و دماغی قوتیں بیدار کرے حق و حلال کی کمائی سے گذر کرے۔ سچ بولے۔ کسی کو دُکھ نہ دے۔ غریبوں۔ محتاجوں کی امداد کرے۔ بچّوں کو تعلیم دلائے۔ محنت مزدوری کرے۔ وِدّیا پڑھے۔ دوسروں کے سُکھ و آرام کے لئے روپیہ پیسہ صرف کرے ایمانداری و دیانتداری سے برتے۔ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ اور اہنکار سے بچنے اور من کو قابو میں رکھنے کے لئے جتن کرے۔ ماں باپ کی تعظیم و سیوا کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب مفید باتیں ہیں۔ ہر انسان کو ان پر عمل پیرا ہونا چاہیئے لیکن کسی کو یہ آشا نہ باندھنی چاہیئے کہ ان کاموں سے یا تیرتھ۔ برت۔ ہوم۔ یگیہ وغیرہ

سے اُس کو مالک کا درشن مل جائیگا۔ شبھ کرموں کا پھل سُکھ ہوتا ہے نہ کہ آتم درشن یا مالک سے وصل۔ یہ نعمت صرف سچی بھگتی (عشقِ حقیقی)، وانتری آدھیاتمک سادھن (روحانی اشغال) ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اِسی نکتہ کو ذہن نشین کرانے کے لئے پُستک سار بچن میں فرمایا ہے:-

رادھاسوامی مانیں نہ کرم دھرم ری رادھاسوامی جپ تپ جانیں بھرم ری ۵۵

رادھاسوامی کاٹیں پچھلی ٹیک ری رادھاسوامی بھرم نہ راکھیں ایک ری ۵۸

رادھاسوامی بت پُوجا نہ دھار ری رادھاسوامی پتر پوجا نہ کار ری ۵۹

رادھاسوامی کہیں گور بھگتی سادھ ری رادھاسوامی بچن بتادیں نادری ۶۰

رادھاسوامی ست سنگ کرو کہیں ری رادھاسوامی وقت گورو تھر ہیں ری ۶۱

رادھاسوامی دل پر قابو دلائیں ری رادھاسوامی نفس امّارہ گرائیں ری ۶۹

ست لوک اور دوسرے روحانی طبقے یا منڈل

۱۹۱۔ سوال۔ (۱) آپ کی پُستکوں میں سات مقامات سہسدل کمل، ترکُٹی، ستّ لوک وغیرہ کا بار بار ذکر آتا ہے۔ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ سات طبقے سچ مچ رچنا میں موجود ہیں اور (۲) ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے

۵ گگن سات کے اُوپرے ستگورو کا نج دھام سُرت ونت کوئی پاوئی ست شبد بسرام

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ رادھاسوامی ستگورو کا اپنا دھام سات آسمانوں کے اُوپر ہے۔ کیا باقی لوکوں میں وہ موجود نہیں ہیں؟ (۳) علاوہ اِس کے گورو نانک جی نے ایک اوم ستّ نام کرتا پُرش میں اونکار ستّ نام کرتا پُرش وغیرہ سب نام پرماتما کے لکھے ہیں۔ پھر آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ اونکار وغیرہ الگ الگ دیوتاؤں کے نام ہیں اور اُن کے استھان بھی الگ الگ ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کے بتلائے ہوئے آٹھ مقامات کے علاوہ چار اور لوک بھی ہیں۔ اور اُن کے نام ہرنیہ مئے لوک۔ جیوتر مئے لوک۔ سورن مئے لوک۔ اور بُدھ مئے لوک ہیں اور

اِس بارہویں لوک میں مَیں خود نواس کرتا ہوں۔ اگر آپ پوچھیں کہ اِن لوکوں کے ہونے میں کیا پرمان ہے تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے لوکوں کے ہونے میں کیا پرمان ہے؟ (۴) پھر یہ بھی لکھا ہے کہ ست لوک میں کروڑوں چاند و سورج کی روشنی دکھائی دیگی۔ یہ بچّوں کی سی بات ہے کیونکہ چاند و سورج کی روشنی ایک ساتھ کیسے رہیگی یا چاند دیکھیگا یا سورج؟

جواب۔ بیشک ہماری پُستکوں کی باتیں تو بچّوں کی ہی باتیں ہیں اور آپ کے سب اعتراضات پُچنے ہوئے وِدّوانوں کی سی باتیں ہیں۔ اور بقول آپ کے برادر کے وجہ یہ ہے کہ رادھاسوامی مت میں کسی نے وید شاستر پڑھے نہیں ہیں۔ اور آپ کا دماغ شاستروں کی تعلیم سے معمور ہے۔ مگر ذرا یہ تو فرمایئے کہ آپ جو برہم یا مالک کی ہستی میں عقیدہ رکھتے ہیں اور اُسے سچدانند سروپ۔ اننت اور سروویاپک[1] مانتے ہیں آپ کو اس کی ہستی اور اِن صفات کا گیان کیسے ہوا؟ آپ کہینگے کہ ویدوں اور دوسرے دھرم گرنتھوں میں ایسا لکھا ہے۔ مگر آپ نے خود تو ایشور کو نہیں دیکھا اور نہ ہی اُسکی اِن صفات کا تجربہ حاصل کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں آپ کے پاس ایشور اور ایشور کی مذکورہ بالا صفات ماننے کیلئے صرف دو دلائل ہیں۔ اوّل وید بچن اور دوسرے رشی بچن۔ لیکن چونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وید خود ایشور کے بنائے ہوئے ہیں اس لئے ایشور کی ہستی اور اُس کی صفات کے ثبوت میں ویدوں کی شہادت تو ناقابل پذیرائی ہو جاتی ہے۔ اور آپ کے عقیدہ کے سہارے کے لئے صرف برہم درشی رشیوں کی شہادت رہ جاتی ہے۔ جو آپ کی و آپ کے ہم خیال لوگوں کی رائے میں کافی ہے لیکن اگر آپ کے عقیدہ کے ثبوت کے لئے محض چند بزرگوں کی شہادت کافی ہے تو بیچارے رادھاسوامی مت انویائیوں کے لئے بھی اُن کے رسیدہ بزرگوں کی شہادت کافی متصوّر ہونی چاہیئے۔ اور جن رُوحانی مقامات کا اُن کے بزرگوں نے ذکر فرمایا ہے اُن میں یقین کرنے کی اُنھیں اجازت ہونی چاہیئے۔

---

[1] آریہ سماج کا نیم ۲ ملاحظہ ہو۔

۱۹۲۔ ویدوں میں جابجا مختلف لوکوں کا ذکر آیا ہے۔ مثلاً یجروید ادھیائے ۱۳ کے چوتھے منتر میں بیان ہوا ہے: "ہے منشیو! جو سرشٹی کے پورو سب سورج آدی تیج والے لوکوں کا اُتپتی ستھان۔ آدھار۔ اور جو کچھ اُتپن ہوا تھا۔ ہے اور ہوگا اُس کا سوامی تھا۔ ہے اور ہوگا۔ وہ پرتھوی سے لیکے سورج لوک پرینت سرشٹی کو بنا کے دھارن کر رہا ہے وغیرہ" (صفحہ ۸۷ ستیارتھ پرکاش ہندی۔ ساتواں سمُلاس) اس کے علاوہ صفحہ ۲۶۳ پر نویں سمُلاس میں مُکت پُرش کے سلسلہ میں آیا ہے: "وہ مُکت جیو انت ویاپک برہم میں سوچھند گھومتا شدھ گیان سے سب سرشٹی کو دیکھتا۔ انیہ مکتوں کے ساتھ ملتا۔ سرشٹی ودیا کو کرم سے دیکھتا ہوا سب لوک لوکانتروں میں ارتھات جتنے یہ لوک دکھتے ہیں اور نہیں دکھتے اُن سب میں گھومتا ہے۔" ویدک دھرم میں عقیدہ رکھنے والوں کے لئے ان بیانوں سے ثابت ہے کہ اس پرتھوی کے علاوہ اور بھی لوک لوکانتر ہیں اور ایسے بھی لوک ہیں جو نظر نہیں آتے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایشور انت واپار ہے تو یا تو ان لوکوں کی وسعت انت واپار ہونی چاہیئے اور اگر یہ لوک محدود ہیں تو ایشور ان کے اندر ویاپک ہونے کے علاوہ ان کے باہر بھی ہونا چاہیئے۔ ورنہ ان کے محدود ہونے سے ایشور بھی محدود قرار پائیگا۔ پرتھوی لوک کا طول وعرض تو ہر کسی کو معلوم ہی ہے اور انترکش یعنی بیچ کے لوک کے طول وعرض کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے سورج سے تیسرے یعنی دیولوک کی شروعات بتائی جاتی ہے۔ اگر دیولوک بھی پرتھوی و انترکش کی طرح محدود ہے تو ایشور کی انتتا واپارتا تو ختم ہو گئی۔ اس لئے یا تو ماننا ہوگا کہ دیولوک انت واپار ہے یا یہ کہ دیولوک کے باہر بھی انت واپار ایشور ہے لیکن اگر دیولوک انت واپار ہے تو یہ آباد بھی ہونا چاہیئے اور انترکش کی طرح اس میں بھی اجرام فلکی یعنی آباد لوک ہونے چاہئیں۔ مگر ویدوں میں ان لوکوں یا مقامات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اب اگر سنت دیا کر کے یہ راز منکشف فرماتے ہیں تو اس کی قدر کرنی چاہیئے یا اس کا نرادر کرنا چاہیئے؟

۱۹۳۔ اور دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایشور[1] کو سچدانند سروپ مانا جاتا ہے تو لازمی ہے کہ

[1] لفظ ایشور اس مضمون میں برہم کا مترادف مستعمل ہوا ہے۔

سچ مچ اُس نے سچدانند سروپ دھارن کیا ہو۔ شاستروں نے ایشور کی دو اوستھائیں قائم کی ہیں "اویکت" اور "ویکت" یعنی گُپت و پرکٹ۔ گُپت اوستھا میں تو ایشور اروپ و انام رہتا ہے صرف پرکٹ اوستھا میں اُس کا رُوپ و نام ہو سکتا ہے۔ اس لئے اگر سچ مچ ایشور میں ست۔ چت و آنند صفات موجود ہیں تو سرشٹی کال یعنی حالت موجودہ میں جبکہ وہ سرشٹی میں پرکٹ ہے اُس کے سچدانند سروپ کا پُورا پُورا اظہار ہونا چاہیئے۔ لیکن اِس پرتھوی لوک میں تو اُس کی ستّتا وغیرہ کا نہایت قلیل اظہار ہے کیونکہ یہاں ہر لمحہ تبدیلی و موت ہو رہی ہے۔ اُس کی گیان شکتی بھی اسی قدر پرکٹ ہے جتنی کہ اُس کے دئیے ہوئے ویدوں سے یا پرتھوی لوک میں ورتمان سرشٹیوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ باوجود ایشور کے اِس لوک میں ویاپک ہونے اور اُس کی چِت یعنی گیان شکتی کے پرکاش کے دُنیا اگیان سے بھری ہے۔ اِسی طرح اُس کی تیسری صفت یعنی آنند کا حال بھی خراب ہی ہے۔ آپ کہینگے یہ نقص ایشور کا نہیں ہے پرکرتی کا ہے۔ پرتھوی لوک میں پرکرتی ایسی استھول ہے کہ ایشور کی ان صفات کا ادنیٰ ہی اظہار ہو پاتا ہے ہم نے مان لیا کہ آپ کا کہنا درست ہے۔ لیکن اگر ایشور سچ مچ سچدانند سروپ ہے تو رچنا کے کسی دوسرے مقام میں اُس کے سچدانند سروپ کا اعلیٰ و مکمّل اظہار ہونا چاہیئے۔ اگر آپ کہیں کہ ایشور سرشٹی کے اندر سچدانند سروپ سے ویاپک ہے۔ تو پھر کیا پرکرتی نے اُس کی اِن صفات کو ایسا دبا لیا کہ وہ است۔ اچیت اور آنند سے وِہین پرکٹ ہو رہا ہے۔ اور اس کی صفات کی یہی اننتتا واپار تا ہے کہ پرکرتی نے انھیں یکدم ڈھک لیا۔ اور چونکہ پرتھوی کی طرح انترکش اور دیولوک بھی پرے ہونے پر نشٹ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کے اندر بھی ایشور کی اپار و اننت ستّتا کا اظہار نہیں ہو سکتا اور جب وہاں ستّتا ہی اننت نہیں ہے تو دوسری صفات کا اظہار بھی اننت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے لازمی ہے کہ دیولوک کے پرے کوئی ایسا منڈل ہو جہاں ایشور کی ست۔ چت و آنند صفات کا کامل طور سے پرکاش ہو۔ اب ذرا دیکھئے۔ آپ کے شاستر اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔

۱۹۴۔ چھاند وگیہ اُپنشد ۵۔ ۱۰ میں نیکمردوں کے مرنے کے بعد اونچے مقامات میں جانے کے راستہ (دیویان) کا بیان آیا ہے۔ فرمایا ہے: "وہ ارچی[۱] کو پراپت ہوتے ہیں۔ ارچی سے دن کو۔ دن سے شکل پکش[۲] کو۔ شکل پکش سے اُن چھ مہینوں کو جن میں سُورج اُتّر کو جاتا ہے۔ مہینوں سے برس کو۔ برس سے سورج کو۔ سُورج سے چندرماں کو۔ چندرماں سے بجلی (کے ستھانوں کو) وہاں ایک پُرش ہے جو امانو ہے (مانوی سرشٹی کا نہیں) وہ اِن کو برہم (شبل برہم ہرنیہ گربھ) کو پہونچاتا ہے۔" اس بیان پر ویدانت درشن ادھیائے ۴ پاد ۳ سُوتر ۷ کے تحت یہ سوال اٹھا کر "آیا وہ امانو پُرش کاریہ یعنی اپر برہم کے اُپاسکوں کو برہم لوک میں لے جاتا ہے یا پر برہم کے اُپاسکوں کو۔" بادرئی[۳] बादरि آچاریہ کا عقیدہ بتلایا گیا ہے کہ کاریہ کے اُپاسکوں ہی کو پر برہم میں لے جاتا ہے کیونکہ اس کی گتی بن سکتی ہے۔ کہیں جاکر پراپتی[۴] اپر برہم کی ہو سکتی ہے نہ کہ پر برہم کی کیونکہ پر برہم سب جگہ ایک سروپ ہے۔ ہاں اپر برہم رچنا کے ساتھ پرکاشت ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کی پراپتی کے لئے خاص استھان میں جانا بن سکتا ہے (دیکھو بھاشیہ پنڈت راجہ رام صاحب صفحہ ۵۹۳)۔ آگے چل کر سُوتر ۱۰ کے بھاشیہ میں ایک شُرتی پیش کی گئی ہے جس کے معنی یہ دئے ہیں۔ "اُسے سام منتر اُوپر برہم لوک میں لے جاتے ہیں۔ وہ وہاں جیوگھن (ہرنیہ گربھ) جو سب سے پرے ہے۔ اُس سے پرے جو پرم پُرش (پربرہم) سارے برہمانڈ میں سکت ہے۔ اُس کو دیکھتا ہے۔" اور سُوتر ۱۴ کے بھاشیہ میں چھاندوگیہ اپنشد ۸۔۱۳ پیش کرکے اُس کے معنی دیئے گئے ہیں۔ "کرتارتھ ہوا میں اکاریہ برہم لوک کو پراپت ہوتا ہوں۔" اور آگے چل کر ۸۔۱۴ بھی پیش کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ "میں پرجاپتی پربرہم کی سبھا کو۔ مندر کو پراپت ہوتا ہوں۔" ذرا اور آگے بڑھکر پاد ۴ سوتر ۱ کے بھاشیہ میں چھاندوگیہ اپنشد ۸۔۱۲۔۳ پیش کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ "یہ نرمل ہوا آتما اس شریر

---

[۱] سورج کی کرن۔ [۲] اُجیالا پکش۔ [۳] یہ خود ویدانت درشن کے مصنف دیاس جی کا نام تھا۔ [۴] یعنی پرتھوی لوک سے چل کر اور دوسرے خاص مقام پر پہونچنا۔

سے اٹھکر پرم جیوتی (پر برہم) کو پراپت ہوکر اپنے اصل سروپ سے پرکٹ ہوتا ہے۔" اور پھر پادہ کے سوتر ۹ کے بھاشیہ میں لکھا ہے۔ "ستیہ سنکلپ ہونے سے ہی مُکت پُرش سویم (خود) راجا ہوتا ہے۔ اُس کا کوئی ادھی پتی (مالک) مالک نہیں ہوتا جیسا کہ کہا ہے स स्वराड् भवति तस्य सर्वेषु लोकेषु कामचारो भवति یعنی وہ آتم گیانی سوراٹ (سوتنتر ادھی پتی) بن جاتا ہے اور وہ سارے لوکوں کا مالک ہوتا ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے ایک سُمرتی بھی لکھی ہے کہ پراکرتک شکتیاں (پرکرتی کی طاقتیں) اس پر ایشن (حکومت) نہیں کرتیں۔ بلکہ یہ خود اُن پر حکومت کرتا ہے۔ اِس لئے اننیا دھی پتی अनन्याधिपति ہے۔" سوتر ۱۵ کے بھاشیہ میں چراغ کی مثال دیکر مُکت پرش کے گیان کی مہما اِس طور بیان کی ہے۔ "جیسے ایک مقام پر مقیم چراغ کا اپنی روشنی سے سارے مکان میں آدیش[۵۱] ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ستھان میں مقیم جیو کا گیان کی ورتی کی معرفت سارے آدیش ہو جاتا ہے۔" اور پھر شوتیہ شوتر اپنشد ۵-۹ کے پرمان سے بتلایا ہے۔ "بال کی نوک کا جو سوواں (۱/۱۰۰) بھاگ ہے اس کو سو ٹکڑے کر کے اُس کا ایک حصہ جیو کو جاننا چاہیئے اور (مکت اوستھا پا کر) وہ اننتا کے لئے سمرتھ ہوتا ہے یعنی اننت گیان والا ہو جاتا ہے۔" مذکورہ بالا بچنوں سے حسبِ ذیل ۱۱ کار آمد نتیجے نکلتے ہیں۔

۱۹۵۔ (۱) مایا شبل یا اپر برہم کا ایک خاص لوک ہے جو چاند سورج و بجلی کے لوکوں یعنی پرتھوی انترکش اور دیولوک وغیرہ سے پرے ہے اور (۲) مُکت پُرش کا آتما اپر برہم کے لوک میں پہونچ کر پر برہم کا درشن کرتا ہے (۳) مُکت پُرش کا آتما پر برہم کو پراپت ہو کر اپنے اصلی سروپ سے پرکٹ ہوتا ہے (۴) اُس حالت میں پرکرتی کی شکتیاں اُس پر حکومت نہیں کرتیں۔ بلکہ وہ خود راجہ بن کر اُن پر حکومت کرتا ہے۔ (۵) جیسے چراغ ایک دیشی[۵۲] ہوتے ہوئے بھی اپنے پرکاش کے ذریعہ کمرہ بھر میں سرو دیشی[۵۳] ہو جاتا ہے ایسے ہی برہم لوک میں مقیم مُکت آتما اپنی گیان ورتی کی معرفت سرب سرشٹی[۵۴] کا گیان لیتا ہے یعنی

[۵۱] پرویش۔ پھیلاؤ۔ [۵۲] جو ویاپک نہ ہو بلکہ ایک مقام میں مقیم ہو۔ [۵۳] ویاپک۔ [۵۴] کل رچنا۔

باوجود اس کے[1] یعنی محدود ہونے کے اننت گیان والا ہو جاتا ہے۔ (۶) تو پھر کل مالک ایک دیشی رہ کر اپنی دِویہ یعنی روحانی دھاروں کی معرفت کل سرشٹی میں ویاپک ہو سکتا ہے۔ (۷) اپر برہم رچنا کے ساتھ پرکٹ ہوتا ہے اور مہا پرلے ہونے پر گپت ہو جاتا ہے۔ (۸) اور اُس وقت پرتھوی سے لیکر برہم لوک تک سب کے سب سمٹ جاتے ہیں۔ (۹) یہ سب کے سب لوک ناشمان یعنی است ہیں۔ (۱۰) اگر ایشور سچدانند سروپ ہے تو اُس کے اس سروپ کا اظہار برہم لوک سے پرے کسی ستیہ دیش یا منڈل میں ہوگا۔ (۱۱) ویدوں و دیگر ہند و شاستروں میں اِس منڈل کا بیان نہیں ہے۔ ان میں صرف برہم لوک تک کا ذکر ہے اور لکھا ہے کہ شُدّھ برہم کا جو مایا شبل سے افضل ہے کوئی خاص لوک نہیں ہے۔

۱۹۶۔ ستیہ دیش کا پتہ نہ پا کر ناممکن نہیں ہے کہ وید وغیرہ شاستروں پر تکیہ کرنے والے تو تین پرمارتھیوں کے دلوں میں مایوسی پیدا ہو۔ لیکن مایوسی کی کوئی بات نہیں ہے۔ سنت دیال اُس دیش کی خبر دیتے ہیں۔ سنت مت میں اُسی کو نِرمل چیتن دیش کہتے ہیں اور ست لوک۔ الکھ لوک و اگم لوک اسی منڈل کے لوک ہیں۔ چونکہ یہاں پرکرتی کا نام و نشان نہیں ہے اس لئے یہاں کی رچنا انیناشی اننت و اپار ہے اور کُل مالک کی نِج صفات کا اُن میں بھرپور پرکاش ہے۔ چونکہ ویدوں کے کرتا کو اس دیش کی خبر نہ تھی اِس لئے اُس نے محض برہم لوک تک کا ذکر کیا ہے اور سنتوں نے جو چوتھے دھام سے تشریف لائے اِس منڈل اور اس کے مقامات کا بھید ظاہر فرمایا۔ نفس مضمون کو بجلی یعنی برقی قوت کی مثال سے واضح کرتے ہیں۔

۱۹۷۔ ذرا برقی قوت کو دیکھئے۔ اس کی بھی دو حالتیں ہیں۔ گپت و پرکٹ۔ جب وہ گپت اوستھا میں ہے۔ وہ ارُوپ ہے اور اُس کا حال کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب وہ کسی رُوپ میں اپنا اظہار کرتی ہے تبھی اُس کی خبر ہوتی ہے مثلاً لیمپ کی معرفت بجلی کی روشنی ہو گئی۔ یہ روشنی

[1] ذرہ بھر۔

دیکھ کر ہی انسان کہہ سکتا ہے کہ بجلی پرکاش سروپ ہے۔ اگر دُنیا میں کہیں بھی بجلی کی روشنی نہ ہو یا بجلی گپت حالت میں رہے تو انسان کبھی نہ کہہ سکیگا کہ بجلی پرکاش سروپ ہے۔ گویا پرکاش سروپ کہلانے کے لئے بجلی کے واسطے پرکاش رُوپ دھارن کرنا لازمی ہے۔ اسی طرح ایشور کے لئے سچدانند سروپ کہلانے کے لئے سچدانند سروپ دھارن کرنا لازمی ہے اور چونکہ وہ اس وقت پرکٹ اوستھا میں ہے اس لئے کوئی نہ کوئی مقام ایسا ہونا چاہیئے کہ جہاں ایشور سچدانند سروپ سے پرکٹ ہو اور جہاں ایسا ہوگا وہ منڈل کا منڈل سچدانند سروپ ہوگا لیکن پرکرتی نہ خود سچدانند سروپ ہو سکتی ہے اور نہ ایشور کو اپنا سچدانند سروپ اظہار کرنے دیگی پرکرتی کا غلاف ایشور کی صفات کو دبائے ہی رکھے گا اور محدود وضعیف ہی کریگا۔ اس لئے لازمی ولابدی قرار پاتا ہے کہ پرکرتی کی حد کے باہر کہیں ایشور کا سچدانند سروپ میں اظہار ہونا چاہیئے اگر آپ ضد کریں کہ ایشور پرکرتی کی حدود کے اندر ہی محدود ہے تو پھر آپ اُسے سچدانند سروپ نہ کہیں۔ اور چونکہ آپ کے عقیدہ کے بموجب پرکرتی وایشور دونوں غیر فانی ہیں۔ اِس لئے ماننا ہوگا کہ نہ اِس وقت ایشور کا سچدانند سروپ ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ یہ ہوا ثبوت ویدوں میں بیان کئے ہوئے تین لوک سے پرے مالک کے سچدانند یا نرمل چیتن سروپ کی موجودگی کا۔ اب دیکھئے یہ امر صحیح ماننے سے کیا کیا نتیجے نکلتے ہیں اور آپ کے اعتراضات کا کیا حال ہوتا ہے۔

۱۹۸۔ سوال ۔ ذرا رُک جائیے۔ ہم یہ ماننے کے لئے تیار نہیں کہ پرکرتی کے باہر بھی ایشور ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ تیل کے اندر اگنی شکتی گپت ہے۔ ہم ایک چراغ روشن کرتے ہیں اور تیل کی اگنی شکتی پرکٹ ہو جاتی ہے۔ اب ہم اس روشن چراغ کو ایک بکس میں بند کر دیتے ہیں۔ کیا بکس کے اندر اگنی کو پرکٹ نہیں مانا جاویگا۔؟

جواب ۔ مانا جاویگا لیکن ساتھ ہی یہ بھی تو ماننا ہوگا کہ جیسے بکس کے اندر ایک ایسا مقام ہے جہاں اگنی پرکٹ ہے اور بکس یا کوئی اور چیز اگنی کے پرکٹ ہونے میں مزاحم نہیں ہے۔ ایسے ہی پرکرتی

کے اندر ایک ایسا طبقہ یا گھاٹ ہونا چاہیئے۔ جہاں ایشور کا سچدانند سروپ پرکٹ ہے۔ اور پرکرتی کا اُس مقام میں دخل نہیں ہے۔ مگر اب بھی تو ایسا مقام تسلیم کرنا پڑا۔ جس میں پرکرتی کا دخل نہیں ہے اور یہ تسلیم کرنے میں پرکرتی محدود ہوگئی اور ایشور کا سروپ اُسکی حدود کے باہر پرکٹ قبول کر لیا گیا صریحاً یہ محض لفظوں کا پھیر ہے۔ نتیجہ واحد ہے۔ ہاں اب دیکھئے مذکورہ بالا نتیجہ سے اور کیا کیا باتیں اخذ ہوتی ہیں۔

(ا) جب یہ تسلیم ہوگیا کہ ایک منڈل ایسا ہے جہاں پرکرتی و مالک دونوں ایک ہیں لیکن پرکرتی پردھان یعنی غالب ہے اور ایک منڈل ایسا ہے جہاں پرکرتی کا دخل نہیں صرف مالک کی شکتی ہی کا اظہار ہے تو یہ ماننا مشکل نہ ہوگا کہ ان دونوں کے بیچ ایک تیسرا منڈل بھی ہوگا جس میں پرکرتی و مالک دونوں وایک ہونگے لیکن وہاں پرکرتی مغلوب ہوگی اور زور مالک کی شکتی کا ہوگا سنت مت میں رچنا ایسے ہی تین درجوں پر منقسم کی جاتی ہے۔ پہلے درجہ کو نرمل چیتن دیش یا دیال دیش کہتے ہیں۔ دوسرے کو نرمل مایا دیش یا برہمانڈ کہتے ہیں اور تیسرے درجہ کو ملین مایا دیش یا پنڈ کہتے ہیں ہماری پرتھوی اس تیسرے درجہ یعنی پنڈ کا جزو ہے۔ (ب) ویدانت درشن کے پہلے ادھیائے کے پہلے پاد کے چھٹے سوتر کے بھاشیہ میں پنڈت راجہ رام جی لکھتے ہیں "جیو آتما اور پرماتما دونوں آتما ہیں جس پرکار ایک شریر کی ساری گیان اور کریا کا نربھر ایک آتما پر ہے وہی اُس شریر کے اندر سوچنے سمجھنے والا (ایکشن کرتا) ہے۔ سو وہ اُس ایک شریر کا آتما ہے۔ اِسی پرکار اس سارے وشو کا آتما پرماتما ہے۔" (صفحہ ۸۵) اور چھاندوگیہ اپنشد پرپاٹھک ۸ کھنڈ اول میں ہردے کمل کا بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے "جتنا بڑا یہ باہر کا آکاش ہے اتنا بڑا یہ ہردیہ کے اندر کا آکاش ہے۔ دونوں اس میں اندر ہی دئیو اور پرتھوی سمائے ہوئے ہیں۔ اگنی اور وایو دونوں۔ سورج اور چاند دونوں۔ بجلیاں اور نکشتر۔ اور جو کچھ اِس (آتما) کا اس لوک میں ہے اور جو نہیں ہے (ارتھات جو کچھ ہو چکا ہے یا ہوگا) وہ سب اس میں سمایا ہوا ہے (شلوک ۲) ان دونوں بچنوں سے ثابت ہے کہ انسانی وجود کُل سرشٹی کی نقل ہے۔ اسی معنی میں "پنڈے سو برہمانڈے" کہا جاتا ہے۔ ابھی یہ ثابت ہوا تھا کہ رچنا کے تین بڑے درجے ہیں چنانچہ

انسانی وجود میں بھی تین درجے نرمل چیتن دیش کے مقابلہ روحانی شریر۔ نرمل مایا دیش کے مقابلہ مانسک شریر اور ملین مایا دیش کے مقابلہ استھول ہاڑ۔ ماس۔ چام کا شریر۔ اس مقابلہ سے انسانی جسم اور رچنا میں باہم مطابقت اور بھی پختہ ہوگئی۔ اور یہ غلط نہ ہوگا کہ جیسے سورج کی کرن کا امتحان کرکے سورج کا حال اور کنوئیں سے پانی کا ایک لوٹا لے کر امتحان کرنے سے کنوئیں کے کُل پانی کا حال جانچ لیا جاتا ہے۔ وجودِ انسانی کا مطالعہ کرکے رچنا کا حال دریافت کرلیا جائے۔ (ج) استھول شریر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر چھ چکر یا رگوں کے مرکز (Nervous Centres) ہیں یہر دیہ کمل کا ثبوت تو اوپر کے اُپنشدوں میں آگیا۔ "برہمن کی گنو" کے صفحہ ۷۵ پر مرقوم ہے۔ "بانی نمن[51] چار قدموں (کرموں) والا اپنے استھول روپ میں پہونچتی ہے۔ اتّ[52] ایو[53] "چتو شپدا" کہلاتی ہے۔ اس کے پرتیک[54] پاد کو رشیوں نے بھِن بھِن نام سے پکارا ہے۔ مول آدھار میں رہنے والی بانی پرا کہلاتی ہے۔ ایک قدم آگے چل کر اُسے پشینتی کہتے ہیں اس کا استھان نابھی ہے۔ تیسرے کرم میں یہ ہردیہ میں پہونچتی ہے۔" وغیرہ۔ یہ دو اور مقاموں کا ثبوت مل گیا۔ پاتنجل یوگ درشن کے وبھوتی پاد میں آیا ہے۔ کنٹھ کے کوپ میں سنجم کرنے سے بھوک اور پیاس کی نورتی ہوتی ہے۔ (سُوتر ۳۱) موردھا کی جیوتی میں سنجم کرنے سے سِدھوں کا درشن ہوتا ہے (سوتر ۳۲) اب مُول آدھار۔ نابھی۔ ہردیہ۔ کنٹھ اور موردھا پانچ چکروں کے نام مِل گئے۔ سنت مت میں چھ چکر بتلائے جاتے ہیں۔ مول آدھار۔ اندری۔ نابھی۔ ہردیہ۔ کنٹھ اور آگیا چکر۔ مرحوم بشپ لیڈ بیٹر نے ۷ چکروں پر ایک باتصویر کتاب شایع کی ہے۔ اِس کے علاوہ شِو پُران میں بھی ان کی تفصیل آئی ہے۔ خیر انسان کے استھول شریر کے اندر چھ چکر موجود ہیں جن کی نقل ہاتھوں اور ٹانگوں کے چھ جوڑوں میں صاف دِکھلائی دیتی ہے یہ ستھول شریر مانسک شریر کی نقل ہے اور مانسک شریر روحانی جسم (آدھیاتمک شریر) کی نقل ہے کیونکہ اوّل حرکت رُوح ہی سے شروع ہوتی ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ہمارے مانسک و روحانی شریروں میں بھی چھ چھ چکر ہیں۔ سنت مت کی اصطلاح میں اِن کو کمل و پدم کہتے ہیں۔ اس حساب سے وجود انسانی

[51] حسبِ ذیل۔ [52] اس لئے۔ [53] अनुपदा [54] ہر ایک۔

میں تین بڑے درجے اور ہر درجہ میں چھ چھ چھوٹے درجے قائم ہوتے ہیں اور چونکہ وجود انسانی و رچنا میں پوری مطابقت ہے۔ اِس لئے رچنا کے بھی تین بڑے درجے اور ہر بڑے درجہ کے اندر چھ چھوٹے درجے یا مقامات قائم ہوتے ہیں۔ چنانچہ رادھا سوامی مت میں تینوں درجوں کے چھ چھ مقامات کا نام روپ وغیرہ بتلایا جاتا ہے۔ سہدل کمل۔ ترکٹی وغیرہ برہمانڈ کے مقامات کے نام ہیں۔ اور ست لوک الکھ اگم وغیرہ نرمل چیتن دیش کے مقامات کے۔ جس شبد کو نگاہ میں رکھ کر آپ نے اعتراض کیا ہے۔ اُس میں سہس دل کمل سے نیچے کے مقامات اور ایک اوپر کا مقام نظر انداز کر کے سات مقامات کا ذکر ہوا ہے۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ کے ہرنیہ مئے اور بُدھ مئے (یا بُدھّی مئے۔ جو آپ کو پسند ہو) وغیرہ لوکوں کے لئے کون سی جگہ تجویز ہوگی؟ نرمل چیتن دیش کا حال چونکہ ویدوں میں درج نہیں ہے اِس لئے اُس دیش میں تو آپ اپنے مقامات قائم کرنا پسند نہ کریں گے۔ پرتھوی کے اندر یا اِرد گرد جلوں کا چوتھا لوک مانا گیا ہے جسے جیتنے کی کوئی سمجھدار منشیہ اِچھّا نہ کریگا۔ غالباً یہ جگہ آپ کے پسندِ خاطر ہوگی کیونکہ آپ وہاں بے تکلف بِسرام کر سکتے ہیں۔ اِس چوتھے لوک کا حال ایتریہ اپنشد کے پہلے کھنڈ کے اخیر میں مفصل طور پر بیان ہوا ہے۔ بہرحال آپ کے پہلے سوال کا جواب ہو گیا۔ اب بقیّہ تین کا نیچے دیا جاتا ہے۔

۱۹۹۔ (۲) رادھا سوامی مت میں یہ مانا جاتا ہے کہ نرمل چیتن دیش کی چوٹی کے یعنی چھٹے استھان میں جسے رادھا سوامی دھام کہتے ہیں کُل مالک کے اصلی سروپ کا اظہار ہے اور پرم سنت و پرم گورو اُسی کو کہتے ہیں جس کی سُرت کی رسائی اُس دھام تک ہو۔ اسی لئے اُس کڑی میں اُس دھام کو ستگورو کا نج دھام بیان کیا ہے۔

۲۰۰۔ (۳) گورو نانک صاحب کے جن بچن کا آپ نے حوالہ دیا اُس میں لفظ "اوم" کہیں نہیں آیا ہے۔ اول گنتی کا پہلا ہندسہ یعنی اِکائی اور اس کے بعد گورمکھی بھاشا کا پہلا اکشر یعنی ੴ درج ہیں۔ یہ ੴ خواہ مخواہ اوم پڑھا جاتا ہے۔

۲۰۱۔ (۴۲) کروڑوں چاند سورج کا پرکاش ایک معمولی محاورہ ہے۔ آپ کو اِس کے لفظی معنی نہ لینے چاہئیں آپ نے گرنتھ صاحب سے واقفیت دکھلائی ہے۔ اِس لئے غالباً آپ نے آسا کی وار کا یہ شلوک بھی پڑھا یا سنا ہوگا۔ "جے سَو چندا اُگوَے سُورج چڑھے ہزار۔ ایتے چانن ہوندیاں گور بن گھور اندھار"۔ یہ خاص گورو نانک صاحب کا بچن ہے۔ اِسے تو بچوں کی سی بات ٹھہرانے کی جرأت نہ کیجئے گا؟

ویدوں اور شاستروں کی نندا

۲۰۲۔ پچھلے صفحوں میں ویدوں۔ اپنشدوں اور ویدانت درشن کے پرمانوں سے تبلایا گیا کہ ہندو شاستروں میں برہم لوک یا برہم کا بھید مندرج ہے اور ثابت کیا گیا کہ ماسوا اُن لوکوں کے جن کا اِن شاستروں میں بیان ہے کوئی ست دیش بھی ہونا چاہیئے۔ جس میں مالک کے سچدانند سروپ کا درشن ہوسکے۔ اور سمجھایا گیا کہ اِس ستّ دیش کا بھید سنتوں نے اپنی پوتر بانی میں پرکٹ فرمایا ہے۔ علاوہ بریں بیان ہوا کہ برہم لوک اور اُس سے نیچے کے سب لوک مہاپرلے کے وقت نشٹ ہو جاتے ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے بعض لوگ نجات ابدی یعنی ہمیشہ کی مُکتی ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ویدانت درشن کے آخری سُوتر میں سوال اٹھایا گیا ہے آیا مُکتی پراپت ہونے پر آتما کو سنسار میں واپس آنا ہوتا ہے یا نہیں۔ سُوتر بھاشیہ میں چھاندوگیہ اور برہدارنیک اُپنشدوں کے پرمانوں سے دکھلایا گیا "وہ واپس نہیں آتا ہے"۔ (چھاندوگیہ اپنشد ۸۔ ۱۵۔ ۱) "اُن کی پھر واپسی نہیں ہوتی"۔ (برہدارنیک اپنشد ۶۔ ۲۔ ۱۵) مزید برآں خود سُوتر کے معنی سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ سُوتر کے معنی یہ ہیں "نہ لوٹنا شبد سے نہ لوٹنا شبد سے"۔ یعنی ظاہر فرمایا کہ اپنشدوں میں جو لفظ 'اناورتی' (अनावृत्ति) آیا ہے۔ اُسی سے صاف ظاہر ہے کہ واپس آنا نہیں ہوتا۔ اناورتی کے معنی "واپس نہ آنا" ہیں۔ مگر سوامی دیانند جی

کے پکش کی رکشا کرتے ہوئے پنڈت راجہ رام جی پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج نے اپنے بھاشیہ کے انت میں مندرجہ ذیل نوٹ درج کیا ہے "یہ واپس نہ آنے کا نیم ایک کلپ کے لئے ہے۔ پتری یان سے گئے ہوئے واپس آتے ہیں اور دیویان سے گئے ہوئے نہیں۔ اِس 'اناورتی' واپس نہ آنے کا ابھپرایہ (مطلب) مہا پرلیہ تک ہے۔ پرلے تک اس لئے نہیں جا سکتا کہ مہا پرلیہ میں برہم لوک ہی نہیں رہتا وہ پرکرتی میں مل جاتا ہے تو واپس آنا کیسا؟" وغیرہ (صفحہ ۱۱۴) ستیارتھ پرکاش مصنفہ سوامی جی کے نویں سمّلاس میں بھی مکتی سے واپسی نہایت صاف اور پُر زور الفاظ میں ثابت کی گئی ہے۔ اور ہے بھی ٹھیک۔ کیونکہ جب برہم لوک ہی نہ رہا تو اِس میں نواس کرنے والے آتما مکتی اوستھا میں کیسے رہ سکتے ہیں؟ اصلی بات یہ ہے کہ ویدوں میں جن مقامات کا ذکر ہے اُن سب میں پرکرتی کا دخل ہے اور پرکرتی ست۔ رج۔ تم تین گُنوں سے مُرکب ہے۔ اِسی وجہ سے پرکرتی کی سرشٹی کو ترے گُنیہ (त्रैगुण्य) یعنی تین گُنوں والی کہتے ہیں۔ یہ سرشٹی سُکھ۔ دُکھ اور جنم مرن وغیرہ ناشمان دوندوں سے بھری ہوئی ہے۔ اسی لئے بھگوت گیتا ادھیائے ۲ میں فرمایا ہے "اے ارجن! ویدوں کے اندر تین گُنوں والے وشے کا ورنن ہے۔ تجھے اُن کے پار جانا چاہیئے۔ تجھے دوندوں سے آزاد۔ سدا ساتوکی ورتی والا۔ دھن ایشوریہ کی اُلجھن سے لاپروا اور آتم وان بننا چاہیئے (۴۵) سچّے برہم گیانی کے لئے وید وہی حیثیت رکھتے ہیں جو کسی پانی سے لبریز وسیع مقام کے مُقابلہ پانی سے بھرے ہوئے گڑھے یا کنوئیں کی ہوتی ہے" (۴۶)۔ اور اِس سے پہلے شلوک ۴۲ میں فرمایا ہے "مُورکھ لوگ ویدوں کے الفاظ پکڑ کر لن ترانیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ویدوں میں بیان کئے ہوئے پھلوں کے سوا انسان اور کچھ حاصل ہی نہیں کر سکتا" اور انھیں وجوہات سے سنتوں ونیز رادھا سوامی دیال نے ویدوں اور دوسرے ہندو شاستروں میں اُلجھنے سے جیووں کو منع فرمایا ہے۔

۲۰۳۔ سوال۔ مگر ستیارتھ پرکاش میں تو لکھا ہے۔

سنت پکاریں بھید۔ ویدپشو مانے نہیں، اب کیا کریں اُپائے۔ جیو پڑے سب بھرم میں
لوک ویدمیں جو پڑیں۔ ناگ پانچ ڈس کھائیں جنم جنم دُکھ میں رہیں۔ رُوویں اور چلّائیں
کھٹ شاستر اور چاروں وید۔ سنتن نے کئے نشیدھا بانی اپنی جُدی بنائی۔ موکھ اُن سے بدھی ملائی

جواب۔ اِس سوال کا بہت کچھ جواب تو اُوپر آچکا ہے۔ اِن کڑیوں میں یہی تو ارشاد ہوا ہے کہ سنت دیاکر کے ست دیش کا بھید بیان کرتے ہیں۔ مگر "ویدپشو" اُن کا بچن نہیں مانتے۔ اب کیا اُپائے کیا جائے؟ سب جیو بھرم میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو شخص لوکاچار اور وید میں اٹکے گا (یعنی تین گُنوں کی حد میں رہیگا) اُسے پانچ ناگ یعنی کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ و اہنکار ضرور ڈسینگے۔ اور اُن کے زہر کے زیر اثر وہ سنسار کی باسناؤں سے لتھڑ کر بار بار جنم دھارن کریگا۔ اور دُکھ وکلیش سہیگا۔ اور چلّائے گا۔ سنتوں نے اسی وجہ سے ویدوں اور کھٹ شاستروں کا نشیدھ کیا اور مُنشیوں کی بھول بھرم مٹانے اور اُنھیں کلیان کا مارگ بتلانے کے لئے اپنی علیٰحدہ بانی رچی۔ لیکن مُورکھ لوگ اُن کی بانی میں بیان کئے ہوئے اُپدیش کو منظور کرنے کے بجائے اُس کا شاستروں سے میلان کرتے ہیں اور میلان نہ ہونے پر شنکائیں اُٹھاتے ہیں۔

۲۰۴۔ بعض معترض لفظ "ویدپشو" سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہاں ویدوں اور ویدوں کے ماننے والوں کو پشو کہا گیا ہے۔ مگر یہ اُن کی سراسر زبردستی ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ پشو کے معنی "جانور" ہیں اور چونکہ گائے۔ بھینس وغیرہ جانور انسان سے کم درجہ کی عقل رکھتے ہیں۔ اِس لئے کم عقل اِنسانوں کے لئے مُورکھ۔ نادان وغیرہ الفاظ کی طرح لفظ پشو بھی استعمال ہوتا ہے۔ کم عقل لوگ عقلمند و ہوشیار انسانوں کی طرح زندگی بسر نہیں کرتے اور نہ ہی اُن کی طرح اپنے نفع و کلیان کی بات سنتے و قبول کرتے ہیں۔ وہ اپنی کم عقلی کی وجہ سے غلط چیزوں و باتوں میں اٹکے رہتے ہیں۔ وہ دھارمک بننے کے بجائے دھرم پُستکوں کے لفظوں میں اٹک جاتے ہیں۔ اُن پُستکوں کو پڑھتے و یاد کرتے ہیں۔ مگر نہ اُن کے اُپدیشوں کو سمجھتے ہیں نہ

اُن پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہ لوگ محض باربرداری کے جانوروں کی طرح پُستکوں کا بوجھ اٹھائے رہتے ہیں۔ اور جیسے کسی گھوڑے کی پیٹھ پر چینی لدی ہو اور اسے اُس چینی کا کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا۔ ایسے ہی یہ لوگ سر پر (دماغ میں) دھرم پُستکیں لادے پھرتے ہیں مگر اُن کے اُپدیشوں کے لطف سے محروم ہیں گلستاں میں آیا ہے:۔

علم چنداں کہ بیشتر خوانی چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانشمند چارپایہ بر وکتابے چند

یعنی اے انسان! تو کتنا ہی زیادہ علم کیوں نہ پڑھ لے جبکہ تو اُس پر عمل پیرا نہیں ہوتا۔ نادان ہی رہیگا۔ یاد رکھ۔ چارپایہ یعنی پشو کی پیٹھ پر کتابیں لاد دینے سے نہ وہ حقیقت شناس (گیانی) بن جاتا ہے۔ نہ عقلمند اسی طرح بھگوت گیتا کے دوسرے ادھیائے کے شلوک ۵۳ میں فرمایا ہے۔

"ویدواکیوں سے گھبرائی ہوئی تیری بُدھی جب سمادھی ورتی میں ستھر اور نشچل ہوگی۔ یعنی ویدوں کی باتوں سے جو تیرا من بھرم رہا ہے جب یہ ایکاگر ہو کر ستھر ہو جائیگا تب تمہیں یوگ اوستھا پراپت ہوگی"
ویدواکیوں یعنی وید کے بچنوں سے گڑبڑائے ہوئے لوگوں کو اگر ویدپشو کہدیا جائے تو کیا غضب ہے؟

کٹھ اُپنشد کے پہلے ادھیائے کی دوسری بلّی میں آیا ہے:۔

"بڑا بھید رکھنے والے اور بھِنّ بھِنّ طرف کو لے جانے والے ہیں یہ دونوں جو اوِدّیا ہے اور جو وِدّیا اِس نام سے جانی گئی ہے۔ مانتا ہوں کہ نچ کیتا وِدّیا کا چاہنے والا ہے۔ کیونکہ تجھے بہت کامنائیں بھی نہیں للچا سکیں (۴)" مُوڑھ جن اوِدّیا کے اندر رہتے ہوئے اپنے آپ دھیر پُرش بنتے ہوئے۔ اور اپنے آپ کو پنڈت مانتے ہوئے چوٹیں کھاتے ہوئے چکّر لگاتے ہیں جیسے اندھے سے ہی لے جائے ہوئے اندھے (۵) ایسے ہی منڈک اُپنشد کے پہلے منڈک کے دوسرے کھنڈ میں فرمایا ہے:۔

"وے بالک اِودیا کے اندر بہت پرکار سے رہتے ہوئے ہم کرتارتھ ہیں ایسا مان لیتے ہیں۔ (۹)

.......اشٹ اور پورت (یگیہ اور دوسرے نیک کاموں) کو سب سے اُتم مانتے ہوئے یہ مُورکھ اس سے بڑھکر اور کلیان (بھلائی) نہیں دیکھتے ہیں۔" (۱۰)

۲۰۵۔ جب یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ویدوں اور شاستروں میں ایسی باتیں بھری ہیں جن کا تعلق تین گنوں سے ہے اور تین گنوں کی حد میں رہنے والوں کو دیرادیر جنم مرن کی تکلیفات لازمی طور سہنی پڑتی ہیں۔ پھر شکایت کس بات کی؟ اور اگر سنتوں نے اپنی بانی میں ست دیش کا بھید بتلا کر منشیوں کو تین گنوں کی حد سے پرے پہونچنے اور شاستروں کی تین گن سمبندھی کریاؤں سے بچنے کے لئے کہا تو پھر گلہ کس امر کا؟ آپ شوق سے وید پڑھیں۔ کھٹ شاستر اور دوسرے گرنتھ پڑھیں۔ اُن سے سبق لیں۔ لیکن بہر خدا اُن کی تین گنوں کی حد کے اندر رکھنے والی باتوں سے خبردار رہیں۔ اور زندگی کا نصب العین اُن کی حد کے پار پہونچنا ہی قائم کریں۔ ورنہ ایک دن سر دُھننا پڑے گا۔ اِس کے علاوہ یاد رکھیں کہ ہر چند وید و دیگر دھارمک پُستکوں کا پڑھنا ایک حد تک مفید ہے لیکن کُل مالک کا درشن یا سنسار کے بندھنوں سے آزادی محض دھرم گرنتھوں کے پڑھنے و سننے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ مُنڈک اُپنشد کا اُپدیش جو پہلے پیش ہو چکا ہے اور جو صاف اور صریح الفاظ میں ارشاد ہوا ہے۔ وید بھگتوں کے بالاستقلال ذہن نشین کرنے کے لائق ہے۔ فرمایا ہے:-

"مالک کا درشن نہ وید پڑھنے سے پراپت ہوتا ہے۔ نہ میدھا (بُدھی) سے۔ نہ بہت سننے سے (سیکھنے سے)۔ ہاں جس کو وہ آپ چُن لیتا ہے وہی اُسے پا سکتا ہے"۔ ۳-۲-۳۔

اور رگ وید کا حسب ذیل فرمان جس کا پہلے بھی ذکر آ چکا ہے۔ سُنہرے الفاظ میں لکھنے کے اہل ہے:-

"جو شخص اُس ابناشی پرماتما کو نہیں جانتا جو رچاؤں (ویدوں) کا تاتپریہ (سار) ہے اور

جس میں سب دیوتا مقیم ہیں۔ وہ ویدوں سے کیا کریگا؟ جو اُس کو جانتے ہیں وہی شانتی سے رہتے ہیں"۔۴-۸۔

آپ ہی خیال کریں جو شخص دل کی صفائی تک کے لئے کوشش نہ کرے۔ جسے مالک کا درشن ملنا تو کُجا۔ درشن کے لئے شوق تک نہ ہو اور ویدوں کی رٹ لگاتا پھرے۔ اُس کو "وید پشو" نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟۔

کال و دیال

۲۰۶۔ سنت مت میں مانا جاتا ہے کہ کُل مالک اننت واپار۔ چیتنیا۔ پریم و آنند کا اتھاہ ساگر ہے۔ اس کے اندر بہت سی کلائیں یا دِویہ شکتیاں ہیں۔ جن کے ذمہ رچنا کے متعلق کام ہیں۔ انہیں پُرش کہتے ہیں۔ اور اِسی معنی میں کُل مالک کو پرم پُرش کہتے ہیں۔ اِن پُرشوں میں ایک پربرہم پُرش ہے۔ اُس کے ذمہ برہمانڈ و پنڈ کی رچنا کی پیدائش و سنبھال ہے۔ چونکہ اُس کی سرشٹی کی عمر محدود ہے اور وقت آنے پر اس کی سرشٹی کا ناش ہو جاتا ہے اس لئے اِس پُرش کو کال پُرش بھی کہتے ہیں۔ برہمانڈ و پنڈ کی کل سرشٹی جو ترگناتمک ہے اسی پُرش کے آدھار پر قائم ہے۔ یہ خود امر یعنی لافانی ہے۔ لیکن یہ کچھ مدت جاگتا ہے اور کچھ مدت سوتا ہے۔ اِس کے جاگنے کے سمے کو اِس کا دن اور اِس کے سونے کے سمے کو اِس کی رات کہتے ہیں۔ جب اِس کا دن شروع ہوتا ہے تو اِس کی سرشٹی پرکٹ ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کی رات ہوتی ہے تو اس کی سرشٹی اس میں سما جاتی ہے۔ اس سما جانے کے عمل ہی کو مہاپرلے کہتے ہیں۔ چونکہ اس کی سرشٹی کا مسالہ از خود ادنےٰ و بے حس و حرکت ہے اور اس کی سرشٹی کے تمام روپ رنگ آتماؤں یعنی جیو سُرتوں ہی کے آسرے قائم ہیں۔ اِس لئے قدرتاً اِس پُرش

کی یہی کوشش ہے کہ کوئی سُرت اُسکی حد کے پار نہ جانے پاوے۔ اور چونکہ یہ پُرش کُل مالک کی کلا ہے یا دوسرے لفظوں میں کُل مالک کا رچناتمک انگ ہے اس لئے جو کام اُس کے سپُرد ہے اُسے یہ کمال فرمانبرداری و بلا رو رعایت کرتا ہے۔ جو سرشٹی اس کے سپرد ہے۔ اُس کا قائم رکھنا اس کا اوّلین فرض ہے۔ اور چونکہ اس کی سرشٹی میں بہت سے لوک ہیں اور ان لوکوں میں مختلف درجہ کی پرکرتی ہے اس لئے اس کی سرشٹی میں بعض لوک بڑی لمبی عمر والے اور بڑے پرکاشمان و سُکھدائی ہیں اور بعض نہایت کم عمر والے اور دُکھوں و اندھکار سے بھرے ہیں۔ یہ پُرش منشیّوں کو اُن کے اعمال کے بموجب نیچے اونچے لوکوں میں جنم دِلاتا ہے اور جس پر پرسّن ہوتا ہے اُسے اپنے لوک میں جسے سُت استھان کہتے ہیں جنم دیتا ہے۔ اُس کی اُپاسنا سے انسان کو زیادہ سے زیادہ یہی گتی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہ گتی پانے والا اس لوک کے وِناش ہونے کے سمے یعنی مہا پرلے تک بڑے سُکھ کی زندگی بھوگتا ہے۔ اِس لوک کے سُکھ بڑے نِرمل و اعلےٰ ہیں۔ پرتھوی پر رہنے والے جیو اس لوک کے سُکھ و آنند کا کسی حالت میں انومان نہیں کرسکتے۔ لیکن آخر یہ لوک وقت یعنی کال کی حد کے اندر ہے۔

۲۰۷۔ **سوال**۔ یہ سب بیان تو ویدوں و اپنشدوں کی تعلیم سے ملتا ہے لیکن اُسے کال پُرش کیوں کہتے ہیں؟

جواب۔ وجہ تو بیان کی جاچکی ہے۔ چونکہ اِس پُرش اور اِس کی سرشٹی کی حالت سدا یکساں قائم نہیں رہتی اور اس پر اور اِس کی سرشٹی پر وقت اور تبدیلی کا دخل ہے اس لئے اِسے کال پُرش کہتے ہیں۔ اور خود ویدوں میں اِس نام کی بڑی مہما بیان کی گئی ہے۔ اتھروید کے اُنیسویں کانڈ کی پوری دو۲ سوکتیں کال کی ستائش سے بھری ہیں۔ اِن سوکتوں کا نام ہی کال سوکت ہے۔ ان کا نمبر ۵۳ و ۵۴ ہے۔ نمونہ کے طور پر اِن سوکتوں کے دو چار منتروں کا ترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب کے بھاشیہ سے پیش کیا جاتا ہے۔

"اُسی کال نے جیوؤں کو اُتپن کیا۔ وہی جیووں کو گھیرے ہوئے ہے۔ پِتا ہو کر وہ ان کا پُتر ہو گیا۔ اُس سے بڑھکر کوئی تیج نہیں ہے۔ سوکت ۵۳۔ منتر ۴۔

کال نے سرشٹی کو سرجا۔ کال میں سوریہ تپتا ہے۔ کال میں سب جیو ہیں۔ کال میں نیتر الگ الگ دیکھتا ہے۔ منتر ۶۔

کال میں تپ ہے۔ کال میں جیشٹھ ہے۔ کال میں برہم اکٹھا رکھا گیا ہے۔ کال سب کا مالک ہے۔ جو پرجاپتی کا پِتا تھا۔ منتر ۸۔

کال نے پرجاؤں کو سرجا۔ کال نے پہلے پرجاپتی کو۔ سویمبھو کشیپ کال سے۔ کال سے تپ اُتپن ہوا۔ منتر ۱۰۔

کال پُتر نے پُرو کال میں بھوت اور بھوشیت کو اُتپن کیا۔ کال سے رچائیں اُتپن ہوئیں یجو کال سے اُتپن ہوا۔ سوکت ۵۴۔ منتر ۳۔

کال میں یہ انگرا دیو اور اتھروا ٹکے ہوئے ہیں۔ اس لوک کو اور پرم لوک کو۔ پُنیہ لوکوں کو اور ساری مریاداؤں کو اور سارے لوکوں کو برہم دوارا جیت کر وہ کال پرم دیو ہو کر جاتا ہے۔ منتر ۵"۔

۲۰۸۔ یہی وجہ ہے کہ سنتوں نے ویدک مت کو کال مت کہا ہے۔ اور سار بچن میں آیا ہے:

کال متا ویدانت کا سنتن کہا بنائے ستنام ست پُرش کا بھید رہا الگائے

اس کال پُرش کی بھی تین کلائیں ہیں جنھیں برہما۔ وشنو اور شِو کہتے ہیں۔ کال کے تین کام یعنی سرشٹی اُتپتی۔ ستھتی و پرلے علیحدہ علیحدہ یہی انجام دیتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں برہمانڈ و پنڈ دیشوں کی رچنا شروع ہونے پر کُل مالک سے کال انگ برآمد ہوا۔ اور اُس نے اِن دیشوں کی رچنا کی اور رچنا ہو جانے پر اُتپتی۔ ستھتی و پرلے کے تین انگ کال پُرش سے پرکٹ ہوئے اور تین دیوتا کہلائے اور اب یہی یہ کام انجام دیتے ہیں۔ رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا اردو ایڈیشن

کے دیباچہ کے صفحہ ۲ پر لکھا ہے "اسی طرح کال بھی ایشور کا نام ہے۔ کیونکہ کال پتی (कालपति) کو نگھنٹو ادھیائے ۲۔ کھنڈ ۱۴ میں گتی गति کا مترادف بتایا ہے۔ اور خود گتی गति مصدر کے معنی گیان (علم) گمن (رفتار یا حرکت) اور پراپتی (سرایت) ہیں پس کال سے علیم کل و محیط کل پرمیشور مراد ہے۔"

۲۰۹ سوال۔ سار بچن میں کرشن جی کو کال کیوں کہا ہے؟ مثلاً لکھا ہے :۔

"رام کرشن دو دو جگ میں آئے۔ کال دھرے اوتار"

جواب۔ کیونکہ انھوں نے خود اپنے تئیں کال کا اوتار بیان فرمایا ہے۔ دیکھئے بھگوت گیتا ادھیائے ۱۱ شلوک ۳۲ میں لکھا ہے :۔

कालोऽस्मि लोकक्षयकृत्प्रवृद्धो, लोकान्समाहर्तुमिह प्रवृत्तः

یعنی میں لوگوں کا کھشے (وناش) کرنے والا اور بڑھا ہوا کال ہوں۔ یہاں لوگوں کا سنگھار (وناش) کرنے آیا ہوں اس کے علاوہ شریمد بھاگوت میں تو جابجا کرشن جی کے لئے یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اور جبکہ مہاراج برہم کا اوتار تھے اور 'کال' برہم کا مستند وید وکت نام ہے۔ پھر اعتراض کرنے کے کیا معنی؟ کچھ حوالے شریمد بھاگوت سے دیئے جاتے ہیں۔

"سروگیہ بھگوان سب جانتے تھے اور برہمشاپ[۱] کو میٹنے میں سمرتھ تھے تتھاپی[۲] انھوں نے ویسا نہیں کیا کیونکہ یہ سب تو انھیں کال روپ کرشن کی اِچھا یا پریرنا سے ہوا تھا۔"

(سکندھ ۱۱۔ ادھیائے پہلا۔ شلوک ۲۴)

"کیول سادھارن منشیوں کو ہی نہیں۔ ورن[۳] لوک[۴]۔ کلپ جیو[۵]۔ لوک پال۔ ایوم[۶] دوی پرار دھ[۷] پرمیت۔ پرم آیو[۸] سمپن برہما کو بھی مجھ کال روپ سے وِناش[۹] کا بھے[۱۰] ہے۔" (سکندھ ۱۱۔ ادھیائے ۱۰ شلوک ۳۰)

---

[۱] برہمن کا شراپ۔ [۲] پھر بھی۔ [۳] بلکہ۔ [۴] سرشٹی۔ [۵] کلپ بھر جینے والے دیوتا اندر وردن یم۔ کبیر [۶] اسی طرح۔ [۷] برہما کے سو برس والی۔ [۸] طبعی عمر والا۔ [۹] موت۔ [۱۰] ڈر۔

۲۱۰۔ سوال ۔ خیر لفظ 'کال' تو بُرا نہیں ہے۔ واقعی کرشن مہاراج کے لئے پرانوں میں 'کال' شبد مستعمل ہوا ہے۔ مگر یہ تو بتلائیے سار بچن میں یہ کیوں لکھا ہے:۔

رادھا سوامی کہت بُجھائی۔ تنیا گو کرشن لبار۔

لفظ 'لبار' کے معنی جھوٹا ہیں۔ کرشن جی کے لئے ایسا لفظ استعمال کرنا نامناسب ہے۔

جواب ۔ اوّل آپ یہ بتلائیں کہ آپ اور آپ کے ہم خیال معترضین رادھا سوامی دیال کے لئے کیا کیا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ دوم سار بچن سے اصلی شبد نکال کر دیکھیں آیا لفظ 'لبار' کرشن جی کے لئے مستعمل ہوا بھی ہے یا نہیں۔ اور سوم ذرا خیال کریں کہ آریہ سماج کرشن مہاراج و اُن کے متعلق کتھاؤں کے بارہ میں کیا کہتا ہے۔

۲۱۱ ۔ کرشن مہاراج کے مفصل حالاتِ زندگی شری مد بھاگوت میں درج ہیں جس کسی نے سوامی دیانند جی کی سوانح عمری یا تصنیفات پڑھی ہیں وہ جانتا ہے کہ سوامی جی شری مد بھاگوت کا کیسا پُرزور کھنڈن فرماتے تھے۔ رسالہ "تو تھر ہند سوامی دیانند" مصنّفہ غازی محمود دھرم پال کے صفحہ ۵۴ پر لکھا ہے:۔ "سوامی جی نے اجمیر میں مندروں کی خوب طرح قلعی کھولی اور جو بیہودگیاں اُن میں اکثر ہوا کرتی ہیں اُنھیں طشت از بام کیا۔ شری مد بھاگوت کو بہت بُرا بتایا کرتے تھے۔" علیٰ ہذا القیاس صفحہ ۱۲۳ پر لکھا ہے:۔ "پٹنہ میں ایک دن ایک ترہُت کے رہنے والے پنڈت صاحب سوامی جی کے پاس آئے اور سنسکرت میں بحث کرنے لگے۔ پنڈت صاحب نے اپنی تائید کلام میں بھاگوت کا حوالہ پیش کیا۔ سوامی جی نے بھاگوت کی تردید کی اور کہا کہ یہ ایک بیہودہ کتاب ہے اور کسی حالت میں مستند نہیں ہے۔" اور ستیارتھ پرکاش تیرھواں ہندی ایڈیشن کے صفحہ ۳۵۶ پر مرقوم ہے:۔ "دیکھو سری کرشن جی کا اتہاس مہابھارت میں اتی اُتم ہے .... اور اس بھاگوت والے نے انوچت من مانے دوش لگائے ہیں۔ دودھ۔ دہی۔ مکھن آدی کی چوری لگائی اور کُبجا داسی سے سماگم۔ پر استریوں سے

راس منڈل میں کریڑا۔ آ دی متھیا دوش سری کرشن جی میں لگائے ہیں"۔ اسکے علاوہ ستیارتھ پرکاش کے ساتویں سملاس میں سری کرشن جی کا برہم اوتار ہونا وید وِرُدّھ کہکر غلط ثابت کیا گیا ہے۔ جس سے وہ سب ارشادات جو کرشن جی نے اپنے جوہر۔ اپنی بھگتی کے پھل۔ اپنی سامرتھ وغیرہ کے متعلق بھگوت گیتا کے اندر بیان فرمائے فرضی و نادرست ہو جاتے ہیں۔

۲۱۲۔ اب جبکہ آریہ سماج کی تو یہ پوزیشن ہے کہ شریمد بھاگوت کو جس میں سری کرشن جی کے سوانح حیات درج ہیں اور جسے تمام سناتن دھرمی دُنیا نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہے ایک 'بیہودہ' کتاب اور ان کی راس لیلا کو ایک بے بُنیاد اتہام اور اُن کے اوتار و پرشوتم ہونے کے متعلق ارشادات کو لغو و وید وِرُدّھ قرار دیا جاتا ہے۔ اور ہماری پوزیشن یہ ہے کہ اُن کو برہم بلکہ پر برہم کا اوتار مانتے ہیں اور اُن کے سوائے اس بیان کے کہ "مجھ[۱] سے پرے کچھ نہیں ہے" باقی سب ارشادات کو قریباً لفظ بلفظ صحیح تسلیم کرتے ہیں تو کرشن مہاراج کے بھگتوں کی شکایت آپ کے۔ آپ کی سماج کے اور آپ کے پیشوائے اعظم کے خلاف ہونی چاہیئے یا ست سنگ کے؟ اگر کوئی سناتن دھرمی بھائی ہم سے باز پُرس ہوتا تو بھی کوئی بات تھی مگر کسی آریہ سماجی کا جو کرشن مہاراج کے ان کے اپنے ذات کے متعلق سب ارشادات کو غلط قرار دیتا ہے۔ اور اوتار دھارن کو وید وِرُدّھ یعنی ایشوری گیان کے خلاف مانتا ہے۔ ہماری پُستک میں مندرج کرشی کے غلط معنی لگا کر ہمارے خلاف لب کُشائی کرنا سراسر نازیبا ہے۔

دوش پرایا دیکھکر چلے ہسنت ہسنت اپنا یاد نہ آوئی جا کا آد نہ انت

یہ اچھی رہی کہ اگر دوسرا شخص کچھ نرم باتیں بھی زبان پر لاوے یا اپنی کتابوں میں تحریر کرے تو قصوروار اور آریہ سماجی ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر سخت باتیں برملا کہیں اور اُن کے پیشوائے اعظم انھیں اپنی دھرم پُستک میں درج کریں تو راست گفتار!

[۱] بھگوت گیتا ادھیائے ، شلوک ،۔

۲۱۳۔ مگر یہاں جس کڑی کا حوالہ دیا گیا ہے اُس میں کرشن مہاراج کا تو ذکر بھی نہیں ہے۔ من کو لبار کہا گیا ہے۔ آپ سارا شبد سُنیئے:۔

بچن ۲۲ شبد چھٹا

کہوں اب گوپی کرشن بہار۔ ٹیک

من ہے کرشن اندریاں گوپی ۔۔۔ لیلا بھوگ بکار ۱
کام آدک سب گوال بال سنگ ۔۔۔ بندرابن تن کرت کھِلار ۲
نند انند روپ پت اپنا ۔۔۔ چھوڑ ترِکٹی دوار ۳
نادو ھام تج جگت سنبھارا ۔۔۔ آئے پھنسا نَو دوار ۴
کنس سروپ اگیان نشاچر ۔۔۔ پڑ گیا اِس من لار ۵
ناد گیان لے کری چڑھائی ۔۔۔ مارا کنس گنوار ۶
رادھا سُرت مِلی جس من کو ۔۔۔ وہی کرشن پہونچا دس دوار ۷
آگے کا گور مِلا نہ اُس کو ۔۔۔ رہا کال کے جار ۸
یہ دوؤ لیلا کرشن سنبھاری ۔۔۔ کبھی نو میں اور کبھی دس دوار ۹
سنت دھام ان بھید نہ پایا ۔۔۔ کال ہوا یہ کرشن مُرار ۱۰
تاتے سنتن برن سُنایا ۔۔۔ کرشن کال دوؤ ایک بچار ۱۱
جب لگ سُرت نہ پاوے ست پد ۔۔۔ رہے کال کے دوار ۱۲
تاتے ستگور کہت جنائی ۔۔۔ چھوڑو کرشن دوار ۱۳
آگے چلو سنت مت پر کھو ۔۔۔ جا کی اونچی دھار ۱۴
چوتھا لوک سنت گُہراویں ۔۔۔ ست نام پد سار ۱۵
سُرت شبد کا مارگ دھارو ۔۔۔ پہونچو نج گھر بار ۱۶

رادھاسوامی کہت بُجھائی تیاگو کرشن لبار ۱۷

یہی حال تم رام بچارو دونوں ہیں اک تار ۱۸

رام کرشن دوؤ جگ میں آئے کال دھرے اوتار ۱۹

وہی راون کو مار رام نے سیتا سُمت سُدھار ۲۰

آئے اجودھیا نن کے بھیتر راج لیا دس دوار ۲۱

پہلے پپتا بُھتک بھوگی جب لگ چڑھے نہ ترکٹی پار ۲۲

سنت متا اِن ہونہیں جانا رہے کال کے گار ۲۳

رادھاسوامی کہہ سمجھاویں کرشن رام دونوں تج ڈار ۲۴

دس اوتار کال کے جانو سب ہی سے تم ہوکنار ۲۵

چوتھا پد جو سنت بتاویں سُرت شبد لے اُترو پار ۲۶

معنی صاف ہیں۔ صریحاً اس شبد میں کرشن جی کے اس لیلا والے برتانت کو جسے سوامی دیانند جی بے بُنیاد اتہام قرار دیتے ہیں۔ من و اِندریوں کے رونانہ بیوہار پر گھٹا کر دِکھلایا ہے۔

۲۱۴۔ ویدوں اور اُپنشدوں میں سینکڑوں جگہ قسم قسم کے النکار مستعمل ہوئے ہیں۔ اِس کتاب کے پچھلے صفحوں میں کافی نمونے اس قسم کے النکاروں کے پیش ہو چکے ہیں۔ اس لئے یہاں نئی مثالیں پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ نیز آپ نے پڑھا ہوگا کہ بعض وِدّوان رامائن و مہابھارت کی کل کی کل کتھاؤں کے آدھیاتمک ارتھ لگاتے ہیں۔ اس لئے سار بچن میں اِس قسم کا النکار کوئی نئی بات نہیں ہے۔ شبد میں فرمایا ہے:۔ اب گوپی کرشن بہار کے آدھیاتمک ارتھ بیان کرتے ہیں۔

انسان کا من کرشن ہے۔ اور اندریاں گوپی ہیں۔ اور من اندریوں کے بھوگ اُنکی راس

لیلا ہے۔ ہندو شاستروں میں ہرنیہ گربھ یعنی برہم کو من کا پتی کہا ہے۔ مثلاً آیا ہے۔
आप्नोति मनस्पतिम् یعنی وہ من کے پتی کو پراپت ہوتا ہے۔ اِس سے
یہ ابھپرایہ ہے کہ جو سارے منوں کا پتی ہرنیہ گربھ ہے اس کو پراپت ہوتا ہے" دیکھو ویدانت درشن
بھاشیہ پنڈت راجہ رام صاحب صفحہ ۶۱۱۔ اسی معنی میں سنت مت میں بھی من کو برہم یا کال کا انش
کہتے ہیں۔ (۱) راس لیلا کی کتھا میں گوالوں وگوپیوں کے بندرابن میں بہار کا بیان آتا ہے۔ اس شبد میں
اِنسانی جسم کو بندرابن (جو جل بند وسے بنا ہے) کہہ کر کام کرودھ وغیرہ من کے انگوں کو گوال بال کی
کھیل کود سے (۲) اور برہم پد یعنی ترکُٹی استھان میں جو برہم یعنی من کے پتا کا آنند روپ ہے
اُسے کرشن جی کے دھرم پتا نندجی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے کرشن جی نندجی کے گھر سے نکل کر جنگلوں
میں بہار کرتے تھے۔ ایسے ہی من برہم پد سے اُتر کر جگت میں نو دوار کے شریر میں پھنس کر بہار کرتا
ہے۔ (۳و۴) ہر ایک من کے پیچھے اگیان روپی کنس لگا ہے جس کی وجہ سے ہر من کو تکلیف پہنچتی پڑتی
ہے۔ (۵) لیکن جب کوئی من نادروپی گیان کی مدد لیکر اگیان روپی کنس پر چڑھائی کرتا ہے تو اُسے
بدھ یعنی قتل کر دیتا ہے۔ (۶) اگیان روپی کنس کا خاتمہ ہونے پر جب کسی من کو سُرت (رُوح) روپی
رادھا مل جاتی ہے تو وہ من روپی کرشن پر برہم پد یعنی دسویں دُوار میں چڑھ جاتا ہے۔ (۷) مگر آگے کے
مقامات کا راستہ دکھانے والا نہ ملنے سے وہ من کال کی حد کے اندر رہ جاتا ہے (یہ پیچھے بیان
ہو چکا ہے کہ کال کی حد پربرہم پد تک ہے) (۸) اور کرشن مہاراج کی بھی یہی دو لیلائیں بیان کی جاتی
ہیں۔ کبھی منشیہ شریر دھارن فرماتے ہیں یعنی نو دوار میں اُتر آتے ہیں اور کبھی دسویں دوار یعنی
اپنے پرم دھام یعنی پربرہم پد میں چڑھ جاتے ہیں۔ (۹) چونکہ اِن (من وکرشن کو) پربرہم پد سے آگے
سنتوں کے دھام کا یعنی ست دیش کا بھید نہیں ملا۔ اِسی لئے کرشن جی کا نام کال ہوا۔ اور اسی
لئے سنتوں نے کرشن اور کال کو مترادف بیان فرمایا ہے (۱۱) جب تک انسان کی سُرت ست دیش میں

رسائی حاصل نہ کرگی وہ کال کے دخل یعنی برہم کی حکومت کے ماتحت رہیگی۔ (۱۲) اس لئے ستگورو سمجھاتے ہیں کہ تم کرشن دوار یعنی پربرہم پد سے آگے بڑھو۔ (۱۳) آگے چل کر سنتوں کا تبلایا ہوا راستہ گرہن کرو۔ یہ راستہ اونچی دھار یعنی اونچے مقام سے آنے والی دھار پر مشتمل ہے۔ (۱۴) سنت دیا کرکے ترلوکی کے آگے چوتھے لوک کی خبر دیتے ہیں۔ سنت مت کی اصطلاح میں اس مقام کو ست نام پد کہتے ہیں۔ (۱۵) سُرت شبد ابھیاس کا راستہ اختیار کرو اور اپنے اصلی وطن میں داخل ہو۔ اور سُکھ سے رہو۔ (۱۶) رادھاسوامی دیال مشورہ دیتے ہیں کہ اس جھوٹے من روپی کرشن کا ساتھ چھوڑ دو۔ (۱۷) رام اور کرشن میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں ہی برہم روپ ہیں۔ (۱۸) رام۔ کرشن دونوں کال بھگوان کے اوتار ہوئے ہیں۔ (۱۹) مہابھارت اور رامائن کی کتھاؤں کی ایکتا دکھلانے کے لئے فرمایا کہ وہی رام روپی من اگیان روپی راون بدھ کرکے سُمت روپی سیتا ہمراہ لیکر اجودھیا روپی تن کے بھیتر آیا اور دسویں دوار یعنی پربرہم پد میں پہونچکر راج کرنے لگا۔ (۲۱-۲۰) ترکٹی پد کے پار یعنی پربرہم پد میں پہونچنے کے قبل من اور سُرت کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی (کیونکہ اسوقت تک اُنھیں جنم و مرن کا چکر بھوگنا پڑتا ہے)۔ (۲۲) مگر ان کی رسائی بھی یہیں ختم ہوگئی۔ یہ بھی کال کی حد کے اندر رہ گئے اور سنت مت سے بے خبر رہے (۲۳) اس لئے رادھاسوامی دیال سمجھاتے ہیں کہ کرشن اور رام کے انش من سے کنارہ کش ہو (۲۴) نیز کال نے سنسار میں جو دس اوتار دھارن کئے اُنھیں بھی اپنا اشٹ نہ بناؤ (۲۵) تم اپنا نصب العین سنتوں کا تبلایا ہوا اونچا پد یعنی نرمل چیتن دیش بناؤ اور سُرت شبد ابھیاس کرکے مایا کی حد کے پار پہونچو (۲۶)

۲۱۵۔ کیا منشیوں کو اپنی سُرت من سے علیحدہ کرنے اور اسے من و مایا کی حد کے پار ست دیش میں لے جانے کا اُپدیش کرنا بھی گُناہ ہے؟ جب کرشن مہاراج خود اپنے تئیں کال اور پربرہم قرار دیتے ہیں اور گیتا ادھیائے ۱۸ اشلوک ۶۱ میں صاف صاف تبلاتے ہیں" ایشور سب جیووں کے ہردیوں میں نواس کرتا ہے اور اپنی مایا سے سب کو گُھما رہا ہے۔ گویا سب جیو کمہار کے چاک پر چڑھے۔ یہ

تو اگر سنت کال کی حد کے پار جانے اور چاک سے اُترنے کی ترکیب تبلاتے ہیں تو کیا بُرا کرتے ہیں؟

۲۱۶- اُوپر یہ ذکر ہوا کہ کرشن مہاراج کے متعلق سوائے اس بیان کے کہ "مجھ سے پرے کچھ نہیں ہے"[۱] رادھا سوامی مت انویائیوں کو اور کسی امر سے اختلاف نہیں ہے۔ یعنی ہم لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ پربرہم کا اوتار تھے۔ اور پنڈ اور برہمانڈ کے رچنے و سنبھالنے والے ہیں اور برہمانڈ و پنڈ کی جتنی شکتیاں ہیں اُن سب کے ادِھشٹھاتا ہیں۔ سنت مت میں برہم کے تین رُوپ مانے جاتے ہیں۔ ویراٹ۔ ہرنیہ گربھ اور اویّاکرت۔ ویراٹ سروپ کا استھان سہس دل کنول۔ ہرنیہ گربھ کا ترکُٹی اور اویّاکرت کا سُنّ استھان ہے۔ اس حساب سے اُن کی سنسار میں تشریف آوری ترکُٹی سے پرے سُنّ استھان یعنی دسم دوار پد سے ہوئی۔ اسی استھان کو پربرہم پد کہتے ہیں۔ غالباً کٹّر سے کٹّر کرشن جی کے اُپاسک بھی اُن کو یہی پوزیشن دیتے ہیں۔ اگر فرق ہے تو اِس قدر کہ وہ مانتے ہیں کہ اس پد اور پربرہم کے بعد اور کچھ نہیں ہے اور سنت مت بتلاتا ہے کہ اس کے پرے ست دیش ہے جبکہ خود گیتا کے ارشادات کے بموجب کُل سرشٹی محض اُن کے ایک انش کا اظہار ہے۔ اور ویدوں کے پُرش سوکت کے اُپدیش کے بموجب بھُو لوک تک سرشٹی میں پُرش کا صرف ایک پاد یعنی چرن سمایا ہوا ہے اور باقی کے تین چرن برہم لوک کے پرے ہیں پھر سنتوں کے سندیش کو سُن کر کوئی ناراض کیوں ہوتا ہے؟ کیا سنت مت کے اُپدیش سے اس بات کی مضبوطی نہیں ہوتی کہ پربرہم لوک کے پرے نہایت اعلیٰ یعنی نِرمل چیتن سرشٹی موجود ہے؟ اگر کسی شخص کو سنت مت کی بات پسند ہی نہیں ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی پوزیشن یہ ہونی چاہیئے کہ پربرہم پد میں رسائی حاصل کرنے تک اپنا فیصلہ ملتوی رکھّے۔ کیونکہ پربرہم پد تک تو راستہ و منزلیں شاملات ہیں اور رام۔ کرشن۔ برہم و پربرہم کو جو ہندو شاستروں میں درجہ دیا گیا ہے اُس سے سنت مت کو انکار نہیں ہے۔

[۱] دیکھو بھگوت گیتا ادھیائے ۷ شلوک ۷

۲۱۷۔ ست سنگی بھائیوں کو کرشن مہاراج کی نسبت ایک اور بات کھٹکتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بھگوت گیتا میں ایک مقام پر ارجن کہتا ہے:- "میں نے آج وہ کچھ دیکھ لیا ہے جو آج سے پہلے کسی کے دیکھنے میں نہیں آیا" (ادھیائے ۱۱ شلوک ۴۵) یہ الفاظ ارجن نے ویراٹ سروپ کا درشن کرنے کے بعد زبان سے نکالے۔ آگے چلکر یعنی شلوک ۴۷-۴۸ میں کرشن جی نے جواب میں فرمایا ہے:- "اے ارجن! میری عنایت سے یہ اُتم رُوپ جو تجھ سے (روشن) وراٹ۔ بے انت اور آدی ہے۔ جو یوگ شکتی سے پرکٹ کیا گیا ہے اور جو سوائے تمہارے اب تک کسی نے نہیں دیکھا۔ تمہیں دیکھنا نصیب ہوا ہے۔ انسان اس سروپ کا درشن نہ یگیہ سے۔ نہ ویدوں سے۔ نہ دان پُن سے۔ نہ اعمال سے نہ سخت ریاضت سے۔ نہ گہرے مطالعے سے حاصل کرسکتا ہے۔ اے کوروؤں میں سرشیٹ! یہ فقط تمہیں کو دیکھنا نصیب ہوا ہے۔" ان دونوں بیانوں کو نگاہ میں رکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جب سے سرشٹی بنی ہے اُس وقت سے لے کر ارجن کے ویراٹ سروپ کا درشن کرنے تک کسی بھی انسان کو (جس میں سب رشی مہرشی آگئے) اُن کے ویراٹ سروپ کا درشن بھی نصیب نہیں ہوا۔ برہم لوک یا مُکتی پد تک تو رسائی الگ رہی۔ اس لئے اُپنشدوں میں جس جس رشی نے برہم درشن کی پراپتی کا اظہار کیا یا تو وہ سب جھوٹ و غلط ہے یا گیتا کے بیانات کے کچھ اور معنی ہیں۔ مگر خود مہابھارت میں لکھا ہے کہ بیاس جی نے سنجیہ کو دِوّیہ درشٹی عنایت کی جس کی مدد سے وہ ہستناپور میں بیٹھا ہوا مہابھارت یُدّھ کا سب حال دیکھتا تھا اور مہاراج دھرت راشٹ کو سُناتا تھا۔ چنانچہ گیتا کے اٹھارویں ادھیائے کے اخیر میں آیا ہے "سنجیہ کہتا ہے کہ واسدیو (سری کرشن) اور مہاتما ارجن کا یہ عجیب مکالمہ (سمباد) سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ بیاس جی کی کرپا سے مجھے خود یوگیشور کرشن مہاراج کی زبانِ مبارک سے یہ گپت اور پرم یوگ یعنی پوشیدہ واعلیٰ اُپدیش سُننے کا موقع ملا۔" گیتا کے گیارھویں ادھیائے میں ارجن کے ویراٹ سروپ درشن کا مفصّل حال بیان ہوا ہے۔ یہ حال بھی سنجیہ نے اپنی دِوّیہ درشٹی سے دیکھکر بیان کیا جیسا کہ اٹھارہویں ادھیائے کے شلوک ۷۷ میں صاف طور

ہے کہا ہے :" اور ہری کے اُس نہایت حیرت انگیز روپ (وِشو روپ) کو خیال میں لا کر مجھے کمال حیرت ہوتی ہے اور میرا دل بار بار ہرکھ کو پراپت ہوتا ہے " مگر گیارہویں ادھیائے کے شلوک نمبر ۴۸ میں کرشن مہاراج فرماتے ہیں " اے کوروؤں میں سریشٹ! یہ فقط تمہیں کو دیکھنا نصیب ہوا ہے " اور شلوک نمبر ۴۷ میں ارشاد ہوتا ہے :" اے ارجن! میری عنایت سے یہ اُتّم رُوپ ...... تمہیں دیکھنا نصیب ہوا ہے " اب کس بیان کو صحیح مانیں؟ سنجیہ کے اس بیان کو کہ میں نے بیاس جی کی کرپا سے وِدّیہ درشٹی پا کر وہ سب طلسمات دیکھے جو ارجن کو دیکھنے نصیب ہوئے اور وہ سب باتیں سُنیں جو سری کرشن جی اور ارجن کے مابین ہوئیں۔ یا سری کرشن اور ارجن کے بیانات کو جو شلوک ۴۷ و ۴۸ میں مندرج ہیں؟

رادھاسوامی نام وسُرت شبد یوگ

۲۱۸۔ سنت مت سکھلاتا ہے کہ نام دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ورناتمک اور دھُنیاتمک۔ جو نام لکھنے پڑھنے یا بولنے میں آتے ہیں وہ سب ورناتمک ہیں۔ اور جن ناموں کی آپ سے آپ دھُن ہو رہی ہے یعنی جو سرشٹی کے کسی استھان میں گنجار کر رہے ہیں وہ دھُنیاتمک ہیں مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ سرشٹی اُتپتی یعنی اظہار آفرینش کے عنوان میں بیان ہوا۔ رچنا تین بڑے درجوں پر منقسم ہے اور ہر درجہ چھ چھوٹے درجوں پر مشتمل ہے۔ گویا اس طرح رچنا میں اٹھّارہ چھوٹے درجے یا استھان قائم ہیں۔ ابتدائے آفرینش میں کُل مالک کی شکتی کی دھار اپنے مرکز سے نکلی اور درجہ بدرجہ اٹھّارہ مرکز قائم کرتی ہوئی رچنا میں اُتری ہر مرکز میں ایک ایک دھنی زادھشٹھاتری شکتی مقیم ہے۔ اور رچنا کے اٹھّارہ استھان انھیں اٹھارہ رُوحانی مرکزوں کے دھنیوں کے رچے ہوئے منڈل ہیں۔ ہر دھنی کی رُوحانی دھاریں اُس سے متعلق استھان میں پھیلی ہیں اور اُنھیں کے آسرے اُس استھان کی سنبھال ہوتی ہے۔ اور خود اُن کی سنبھال کل مالک کی

چیتن دھار سے ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کل مالک کی چیتن شکتی درجہ بدرجہ اُتر کر اُن مرکزوں میں ٹھہری اور اُن مرکزوں کی شکتیاں اپنے اپنے استھانوں میں پھیلیں۔ سنت مت بتلاتا ہے کہ ہر شکتی دھار سے ایک دُھن پرکٹ ہوتی ہے۔ جو اُس کے ہمراہ چلتی ہے۔ یہ دُھن اُس شکتی دھار کا سروپ ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ کُل مالک کی چیتن دھار سے بھی ایک دُھن پرکٹ ہوئی وہ مالک کا دُھنیاتمک یعنی نِج نام کہلاتی ہے۔ اور اُن مرکزی شکتیوں (دھنیوں) کی دھاروں سے بھی دُھنیں پرکٹ ہوئیں وہ اُن دھنیوں کے دُھنیاتمک یعنی نِج نام ہیں۔ چنانچہ اوم۔ سوہنگ وغیرہ اُن دھنیوں ہی کے نِج نام ہیں۔ اور رادھاسوامی کُل مالک کا نِج نام ہے۔ مختلف مذاہب میں انھیں استھانوں اور دھنیوں میں سے کسی نہ کسی کی مہما بیان کی گئی ہے۔ اور بعض میں اُن دُھنیاتمک ناموں کا بھی بیان آیا ہے۔

۲۱۹۔ سوال۔ ذرا رُک جایئے۔ مگر آپ کی پُستک سار بچن میں تو لکھا ہے:۔

ست جُگ تریتا دواپر بیتا — کاہو نہ جانی شبد کی ریتا

کلجگ میں سوامی دیا بچاری — پرگٹ کرکے شبد پکاری

اِن کڑیوں سے تو نتیجہ نکلتا ہے کہ تین جُگ بیت گئے اور کسی کو شبد کی ریت کا پتہ نہیں لگا۔ اب کلجُگ میں آپ کے سوامی جی مہاراج نے دیا کرکے شبد کی ریت بتلائی ہے۔ حالانکہ آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ بعض متوں میں کسی نہ کسی دُھنیاتمک نام کی مہما بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ کبیر صاحب کے ایک شبد میں آیا ہے:۔

تو سُرت نین نہار۔ انڈ کے پار ہے

سُرت شبد دوؤ بھید بتائی۔ تب دیکھے انڈ کے پارا ہے

اِس پرمان سے صاف ظاہر ہے کہ کبیر صاحب شبد میں سُرت لگانے کا اُپدیش کرتے تھے۔ اِس کے علاوہ کبیر صاحب کا ایک اور شبد ہے:۔

ہے تِل کے تِل کے تِل بھیتر — بِرلے سادھو پایا ہے
جو نہہ دل کمل ترکُٹی ساجے — اونکار درسایا ہے
اونکار پد سیت سُسن پد — کھٹ دل کمل تبایا ہے
پار برہم مہا سُن منجھارا — سوئی نہہ اچھر گایا ہے
بھنور گُپھا میں سوہم راجے — مُرلی ادھک بجایا ہے
ست لوک ست پُرش بِراجے — الکھ اگم دوؤ بھایا ہے
پُرش انامی سب پر سوامی — برہمنڈ پار جو گایا ہے

کیا اب آپ کا یہ دعویٰ غلط نہیں ہو جاتا کہ سوائے سوامی جی مہاراج کے شبد کا بھید کسی نے نہیں بتلایا؟

جواب۔ اگر آپ نے پُستک سار بچن کی کڑیوں کے ٹھیک معنی سمجھے ہوتے تو یہ اعتراض پیدا نہ ہوتا۔ اِن کڑیوں میں جو کچھ فرمایا ہے وہ سُنیے اور اس پر غور کیجیے:۔

۲۲۰۔ ست جگ۔ تریتا اور دواپر تینں جُگ بیت گئے اور کسی کو شبد کی ریت (چال) سمجھ میں نہ آئی۔ لوگوں نے شبد یا نام کو تو پکڑا لیکن اُنھیں یہ سمجھ نہ آئی کہ اصلی فائدہ سار شبد گرہن کرنے سے ہوتا ہے۔ اُنھیں یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ نِج نام یا سار شبد کیا ہے اور خولوں یا غلافوں کے شبد کیا ہیں۔ کلجگ میں کُل مالک نے کِرپا کر کے اوتار دھارن فرمایا اور شبدوں یعنی ناموں کا بھید نیز وہ سار شبد (رادھاسوامی نام) جس کے پکڑنے سے انسان کی رُوح کا سچے مالک سے وصل ہو سکتا ہے صاف صاف پرگٹ کیا۔

۲۲۱۔ آپ نے کبیر صاحب کا جو شبد پیش کیا ہے۔ اُسی کو دیکھئے۔ سب مقامات کے شبد بیان کرتے ہوئے اخیر کڑی میں پُرش انامی سب پر سوامی کہکر بیان ختم کر دیا ہے۔ رادھاسوامی اُسی انامی پُرش کا نام ہے جو سب پر سوامی ہے۔ جو برہمانڈ کے پار بتایا جاتا ہے۔ اور یہ نام سوامی جی مہاراج نے پرگٹ فرمایا۔

۲۲۲- خود پستک سار بچن میں اور رادھاسوامی مت کی دوسری پستکوں میں جابجا کبیر صاحب و دیگر سنتوں کا ذکر آیا ہے۔ اور کُھلے الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ سب سنتوں اور فقیروں نے سُرت شبد مارگ کا پرچار کیا۔ مثلاً ملاحظہ ہو بچن نمبر ۳۹ سار بچن نثر حصۂ اوّل۔

"تھوڑے سے نام پُورے اور سچّے سنتوں کے اور سچّے سادھ اور فقیروں کے جو پچھلے سات سَو برس میں پرکٹ ہوئے یہاں لکھے جاتے ہیں:۔

"کبیر صاحب۔ تُلسی صاحب۔ جگ جیون صاحب۔ غریب داس جی۔ پلٹو صاحب۔ گورو نانک دادُو جی۔ تُلسی داس جی۔ نابھا جی۔ سوامی ہری داس جی۔ سورداس جی اور ریداس جی۔ اور مسلمانوں میں شمس تبریز۔ مولوی روم۔ حافظ۔ سرمد۔ مجدّد۔ الف ثانی اِن صاحبوں کے بچن بانی دیکھنے سے حال اُنکی پہونچ اور استھان کا معلوم ہو سکتا ہے۔"

۲۲۳- اِس کے علاوہ پُستک سار بچن نظم کے بچن ۲۲ کے تیسرے شبد کی حسبِ ذیل کڑیوں کا مطالعہ کیجئے۔

صاحب کبیر اور تُلسی صاحب	دیال متا اِن آن چلائی۔	(۷)
رادھاسوامی کھول سُنائی	میں بھی اِن سنگ میل ملائی	(۸)

۲۲۴- سوال۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ سُرت شبد یوگ کی اصلیت کیا ہے؟ سنسکرت ساہتیہ میں تو سُرتی یا سُرت اس کریا کا نام ہے۔ جو پتی پتنی کرتے ہیں۔ آپ کی پستکوں میں لکھا ہے کہ دھارا عاشق کا نام ہے۔ اور شبد سوامی پریتم یعنی معشوق کا نام۔ اس کے علاوہ کان۔ آنکھ کو بند کرنے سے جو آوازیں سُنائی دیتی ہیں اُن سے پرم پد کی پراپتی نہیں ہو سکتی۔ اگر سنکھ گھنٹہ وغیرہ کے سُننے سے مُکتی ہوتی ہے تو باہر مندروں میں جاکر سُن لو۔ کان بند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جو لوگ روز گھنٹہ گھڑیال سنتے ہیں اُن کی تو سہج میں مُکتی ہو جانی چاہیئے۔ اور آپ کے یہاں یہ بھی لکھا ہے:۔

رادھا سوامی گائے کر جنم سپھل کر لے ۔ یہی نام نج نام ہے من اپنے دھر لے

جبکہ ہر کوئی جانتا ہے کہ رادھا سوامی آپ کے سوامی جی مہاراج کا نام تھا تو پھر اُسے نج نام کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب ۔ سنت مت میں لفظ سُرت ۔ آتما یا رُوح کا مترادف ہے ۔ آپ نے خود اُوپر کے سوال میں کبیر صاحب کا حوالہ پیش کیا ہے ۔ اُس میں سُرت اور شبد دونوں الفاظ آئے ہیں پھر آپکا یہ کہنا کہ سنسکرت ساہتیہ میں لفظ سُرت کے کوئی فحش معنی ہیں ۔ سراسر نازیبا حرکت قرار پاتی ہے ۔ سنسکرت بھاشا میں بعض بعض لفظوں کے پچاس پچاس معنی ہیں ۔ لیکن سمجھدار لوگ نفس مضمون دیکھکر لفظوں کے معنی لگاتے ہیں ۔ کیا مہی دھر نے جو ویدوں کے منتروں کا ترجمہ کیا ہے وہ اِس قاعدے کی رُو سے درُست مانا جائیگا ۔ کیونکہ منتروں کے جو شبد ارتھ مہی دھر نے دئے ہیں وہ سنسکرت کوشوں میں ملتے ہیں؟ آپ الفاظ گومیدھ (गोमेध) اور نرمیدھ (नरमेध) ہی کو لیجئے ۔ میدھ کے معنی کاٹنا بھی ہے اور صاف کرنا بھی ہے ۔ عام لوگ نرمیدھ و گومیدھ کے معنی انسان و گائے کی قربانی لیتے ہیں ۔ اور سوامی دیانند جی بالکل مختلف معنی لگاتے ہیں ۔ کیا سوامی دیانند جی کی یہ کارروائی بھی غلط قرار دی جاویگی ۔ اور مہی دھر بھاشیہ کے معنی منظور ہونگے ؟ سوامی دیانند جی کے رگ وید آدی بھاشیہ بھومکا میں متعدد مثالیں مہی دھر بھاشیہ سے پیش ہوئی ہیں ۔ اگر وید منتروں کے دوسرے معنی لگانے کی اجازت نہوگی اور فحش معنی ہی پسند ہونگے تب تو اُنھیں پڑھکر کوئی آئندہ وید کا نام بھی نہ لیگا ۔

۲۲۵ ۔ لفظ سُرت ۔ سو (स्व) بمعنی اپنے میں اور رت (रत) بمعنی مگن سے مُرکب ہے الفاظ عاشق و معشوق کی معرفت جو مذموم نتیجہ نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے ۔ وہ قابلِ نفرت ہے ۔ بھگتی مارگ میں عام طور اشٹ یا بھگونت کو پریتم وغیرہ الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے ۔ لیکن پریتم کے معنی معشوقِ حقیقی کے ہیں اور عشقِ حقیقی کو تو آج تک کسی نے بھی بُرا نہیں کہا ۔

۲۲۶ ۔ کان ۔ آنکھ بند کر کے جو آوازیں سُنائی دیتی ہیں وہ اصلی یعنی رُوحانی آوازیں نہیں

ہیں۔مگر سُنیئے تو۔اگر رادھاسوامی مت میں ان آوازوں ہی کا سُننا سُرت شبد یوگ قرار دیا جاتا ہے تو سُرت کے معنی پتی تتنی کی حرکت کیوں زبان پر لائے جاتے ہیں۔اگر واقعی رادھاسوامی مت کا ابھیاس وہی کچھ ہوتا جو آپ بیان کرتے ہیں تو آپ کے اعتراضات جائز و دُرست ہوتے۔لیکن کسی راز یعنی رہسیہ سے قطعی بے خبر رہتے ہوئے اُس کے خلاف لب کُشائی کرنی محض دل آزاری ہے۔

۲۲۷۔ رادھاسوامی نام کی فضیلت کے بارہ میں اوپر کے سوال کے جواب میں اِشارہ کر دیا گیا ہے مفصّل بیان حصہ اوّل میں ملاحظہ کریں۔یا پُستک امرت بچن بھاگ دوسرا میں مطالعہ کریں۔اِس زمانہ میں آپ کے یا کسی اور کے دل میں رادھاسوامی نام کے خلاف اعتراضات کا پیدا ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے۔رادھاسوامی دیال کا ایک بچن ہے کہ سنتوں کا اُپدیش بمنزلہ بارش کے ہوتا ہے۔جیسے بارش ہونے سے جس زمین میں جو کچھ دبا ہوتا ہے پرگٹ ہو جاتا ہے۔ایسے ہی سنتوں کا اُپدیش سُن کر جو کچھ کسی کے ہردے میں چھُپا رہتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔

رادھاسوامی مت اور ناستکتا

۲۲۸۔سوال۔آپ کی ایک پُستک میں لکھا ہے کہ بے شمار برہم اور ایشور رادھاسوامی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔لیکن وید شاستر تو یہی کہتے ہیں کہ برہم اور ایشور ایک ہی ہے۔اور سب مت تو یہی مانتے ہیں کہ پرماتما سب کا پیدا کرنے والا ہے۔اور یہاں آپ کے سوامی جی کو پرماتما کا پیدا کرنے والا ظاہر کیا گیا ہے۔

جواب۔یہاں رادھاسوامی سے مُراد دیہہ سروپ سوامی جی مہاراج نہیں ہے بلکہ کل مالک رادھاسوامی دیال ہے اور اس بچن میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کُل رچنا صرف اِسی ایک ترلوکی پر ختم نہیں

ہے جس میں ہماری پرتھوی قائم ہے۔ بلکہ رچنا میں انیک ترلوکیاں ہیں اور ہر ترلوکی کا جُدا جُدا برہم وایشور ہے۔ اور یہ سب برہم وایشور سچّے کُل مالک کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ آپ کو اس بچن کے ماننے میں دقت اسلئے ہوتی ہے کہ آپ برہم وایشور ہی کو پرماتما یعنی کُل مالک مانتے ہیں لیکن پچھلے صفحوں میں یہ مفصّل بیان ہو چکا ہے کہ سچّے مالک کا دھام برہم پد کے بہت آگے ہے۔ اسلئے اگر یہ بتلایا گیا کہ سچّے کُل مالک نے انیک ترلوکیاں اور ترلوکی ناتھ پیدا کئے۔ تو کیا غضب ہو گیا؟ کیا گیتا میں کرشن مہاراج نے اپنے تئیں سب بھوتوں (جانداروں) کا سناتن بیج نہیں بتلایا؟ ادھیائے ۷ کا شلوک ۱۰ پڑھیئے:-

बीजं मां सर्वभूतानां विद्धि पार्थ सनातनम्

اس کے معنی یہی تو ہیں "اے ارجن مجھ کو سب جانداروں کا سناتن یعنی ہمیشہ قائم رہنے والا بیج سمجھو" نیز ادھیائے ۹ کے شلوک ۱۷ پر غور کیجئے۔ اس شلوک کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے:-

"اس جگت کا باپ میں ہوں۔ ماں میں ہوں۔ سہارا دینے والا میں ہوں۔ بزرگ میں ہوں پوتر جاننے کے لائق اوم میں ہوں۔ رگ۔ یجر۔ سام میں ہوں"

کیا ان شلوکوں میں الفاظ 'مجھکو' و 'میں' کا مطلب دیہہ سروپ کرشن مہاراج سے ہے یا اُن کے پربرہم سروپ سے ہے؟

۲۲۹۔ رہا معاملہ برہم وایشور کے بیشمار ہونے کا۔ اس کے لئے اُنھیں مہاپُرشوں کی بانی سے پرمان پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن کا تعلق پربرہم پد سے پرے کے دھنی سے ہوا۔ چنانچہ شری گرنتھ صاحب کے ذیل کے ارشادات ملاحظہ ہوں:-

کوٹ برہمنڈ کا ٹھاکر سوامی	سرب جیاں کا داتا رے
پرتی پالے نت سار سمھالے	اک گُن نہیں مورکھ جاتا رے۔ سورٹھ محلہ ۵ گھر ۲ چوپدے

کیتے پَوَن[1] پانی بیسنتر — کیتے کاہن[2] مہیش
کیتے برہمے گھاڑت گھڑیے — روپ رنگ کے ویس ۔جپ جی۔پوڑی ۳۵
انیک پُرکھ انسا اوتار — انیک اندر اُو بھے دربار
انیک آکاش انیک پاتال — انیک مُکھی جپئے گوپال
انیک پُری انیک تہاں کھنڈ — انیک روپ رنگ برہمنڈ
انیک اناہد انہد جھنکار — اُو[3] آ رس کا انت نہ پار
ست پُرکھ ست استھان — اُوچ تے اُوچ نرمل نربان

ان شبدوں میں مالک کو کروڑوں برہمانڈوں کا سوامی بتلایا ہے اور بیشمار دایو۔ ورُن۔ اگنی وشنو برہما دیوتاؤں اور کرشنوں کا ذکر ہے اور ست پُرش کا ست ستھان اونچے سے اونچا قرار دیا ہے۔ ہر برہمانڈ میں ایک برہم و ایشور ہوتا ہے۔ اور ایک ہی وایو۔ ورُن۔ اگنی۔ شِو و برہما اور وشنو ہوتا ہے۔

۲۳۰۔ علاوہ ازیں آپ یہ مانتے ہیں کہ سرشٹی انیک بار پیدا اور لَے ہو چکی ہے اور جیسا کہ پیچھے دکھایا جا چکا ہے آپ "مایا کے سمبندھ سے برہم کو پرا ایشور کہتے ہیں" اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر سرشٹی کے پیدا ہونے پر ایک ایشور پرکٹ ہوا اور اُسکے لَے ہونے پر لَے ہو گیا۔ اس حساب سے بھی ایشوروں کی تعداد بے شمار ثابت ہوتی ہے۔

۲۳۱۔ سوال۔ اچھا اِن کڑیوں کا کیا مطلب ہے؟

آتم پرماتم نہیں مانوں — اکشر نہہ اکشر نہیں جانوں (۱)
نہیں تب برہم نہیں تب آتم — نہیں تب پار برہم پرماتم (۲)
سنت موج پھر کوئی نہ ٹارے — ایشور پر میشور سب ہارے (۳)

اگر آتما و پرماتما ہی کو نہیں مانتے پھر کس کو مانیں گے اور جب آتما۔ پرماتما۔ برہم۔ پار برہم کچھ بھی نہیں ہے تو یہ بھگتی کس کیلئے کی جاتی ہے؟ یہ رادھاسوامی مت کی گھور ناستکتا ہے۔ اور تیسری کڑی تو اہنکار سے بھری ہے۔

[1] مراد وایو۔ ورُون و اگنی دیوتاؤں سے ہے۔ [2] کرشن۔ [3] اُس کے

جواب۔ یہ رادھاسوامی مت کی گھور ناسکتا نہیں ہے بلکہ پرشن کرنے والے کی گھور اگیانتا ہے۔ آتم پد۔ پرماتم پد۔ اکشر پد اور نہہ اکشر پد سب ست دیش کے نیچے ہیں۔ اس لئے سچّے مالک کے درشن کا طلبگار اِن نچلے پدوں کے دھنیوں یعنی ادِھشٹھاتری شکتیوں کو اپنا اِشٹ کیوں بنانے لگا؟ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ اِن کی ہستی سے مُنکر ہے یا ان کا نِرادر کرتا ہے۔ نہیں وہ اپنے اشٹ کی برتری بیان کرتا ہے۔ اور دوسری کڑی میں رچنا سے پہلے کی حالت کا بیان ہوا ہے۔ آپ ہی بتلائیں آیا رچنا ہونے سے قبل سوائے ایک پُرش کے اور کچھ تھا؟ کیا سب لوک اور برہم کے سروپ رچنا کا عمل شروع ہونے کے بعد پرکٹ نہیں ہوئے؟ کیا رگ وید منڈل ۱۰ کی سوکت ۱۲۹ میں جس کا ترجمہ دفعہ ۱۸۶ میں دیا گیا ہے یہی بات نہیں لکھی؟ اگر لکھی ہے تو پھر اعتراض کے یہی معنی نہ ہونگے کہ نہ آپ کو اپنی دھرم پُستکوں سے واقفیت ہے اور نہ رادھاسوامی مت کی پُستکیں سمجھنے کی قابلیت ہے؟ تیسری کڑی کے معنی پیچھے صفحہ ۱۵۶ کے فٹ نوٹ میں بیان ہو چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیں۔ اور ویاس جی کے جس بچن کے آدھار پر وہ نوٹ لکھا ہے اُسے بھی دوبارہ پڑھ لیں۔

۲۳۲۔ سوال۔ اچھا رشیوں کے خلاف یہ کڑیاں کیوں لکھی ہیں؟

کیا شیش مہیش بھرمایا کیا ویاس وشِشٹ بھلایا

شرنگی رِشی غوطہ کھایا پارا سر جوگی نارد

جواب۔ مہربانی کرکے پُرانوں کو پڑھکر دیکھو کہ اُن رشیوں کی بابت کیا کیا لکھا ہے۔ کیا اِن میں سے کسی کو ست دیش کا پتہ چلا؟

۲۳۳۔ سوال۔ اچھا یہ کیا لکھا ہے "برہما کو جب کبیر صاحب نے سمجھایا اور اس کو شوق ہوا کہ ست پُرش کی کھوج کروں۔ پر کال نے بہکا دیا۔ پھر جیو کی کیا طاقت کہ بنا مہرست گورو کے کھوج کر سکے"؟ برہما کب ہوا اور کبیر صاحب کب ہوئے؟

جواب۔ یہ دُرست ہے کہ برہما جی موجودہ سرشٹی کے شروع میں ہوئے اور کبیر صاحب کو

ہوئے ابھی کچھ صدیاں گذری ہیں۔ لیکن واضح ہو کہ یہ بچن ایک کبیر پنتھی کو مخاطب کر کے فرمایا گیا تھا۔ کبیر پنتھیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کبیر صاحب آدپُرش ہیں۔ وہ جب مرضی ہوتی ہے دیہہ دھارن کر کے جیوؤں کو چیتاتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر انھوں نے برہماجی کو بھی چیتایا۔ اس بچن میں کبیر پنتھی جگیاسو کو اس کے اپنے دھرم گرنتھ کے بیان کے حوالہ سے ستگورو وقت کی مدد کی ضرورت جتلائی گئی ہے۔ آپکی واقفیت کے لئے ایک حوالہ نیچے درج کیا جاتا ہے :۔

تب میں دھرمنی رسنا ہی آوا تین دیوسوں ٹیر سُناوا

ایہ بھولے مایا ابھمانا ستیہ شبد اُن ہونہیں جانا

سُر نر مُنی کوئی نہیں مانے وید ہی کر یا سبے لپٹانے

(بودھ ساگر کبیر بانی صفحہ ۹۲۹)

۴۳۲۔سوال۔ہم نے سُنا ہے کہ آپ اپنے ست سنگ میں کبھی اپنی سار بچن وغیرہ پُستکوں کو نہیں سُناتے؟

جواب۔ جس شخص نے آپ سے ایسا کہا ہے۔ اُس کی حالت قابلِ رحم ہے۔ ہندوستان میں ۹۲ مقامات پر برانچ ست سنگ ہیں۔ اور اکثر مقامات پر روزانہ اور بعض مقامات پر ہفتہ وار ست سنگ ہوتا ہے۔ اور دیال باغ میں روزانہ دو مرتبہ یعنی صبح و شام ست سنگ ہوتا ہے اور ہر ست سنگ میں بلاناغہ اوّل پُستک سار بچن سے اور پھر دوسری پُستکوں سے پاٹ ہوتا ہے۔ اگر آپ کسی ست سنگی بچے سے بھی یہ سوال پوچھ لیتے تو وہ آپکی تشفی کر دیتا۔ آخر بے بنیاد الزاموں و بے مصرف سوالوں کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے؟

رادھاسوامی مت اور رادھاسوامی مت کی تعلیم کے متعلق اعتراضات کے جواب دیدے گئے۔ اب حصۂ سوئم میں ست سنگی بھائیوں کی مشکلات کا بیان شروع کیا جائیگا۔

فہرست کتب

جو سٹور کیپر رادھا سوامی سنٹرل ست سنگ دیال باغ آگرہ سے مل سکتی ہیں

نمبر شمار	نام کتاب	زبان	قیمت
	نظم		
۱	رادھا سوامی بانی سنگرہ حصہ اول	ہندی	ایک روپیہ آٹھ آنہ
۲	رادھا سوامی بانی سنگرہ حصۂ دویم	"	دو روپیہ ۲
۳	پریم بلاس حصۂ ۱ تا ۴	ہندی و گورمکھی	فی ایک روپیہ آٹھ آنہ
۴	مکتاولی	ہندی	۴/
۵	مکتاولی	تیلوگو	۸/
	نثر		
۶	ٹیبل ٹاک	انگریزی	ایک روپیہ
۷	دیال باغ	"	۱۲/
۸	پریم سماچار	ہندی	۸/
۹	امرت بچن	"	دو روپیہ بارہ آنہ ۲
۱۰	امرت بچن	اردو	دو روپیہ ۲
۱۱	رادھا سوامی مت درشن	ہندی، اردو، بنگلہ، تیلوگو، تامل	فی ۸/
۱۲	جگیاسا	ہندی، اردو، بنگلہ، تیلوگو، تامل	فی ۸/

قیمت	زبان	نام کتاب	نمبر شمار
		نثر	
فی ایک روپیہ آٹھ آنہ	ہندی	ست سنگ کے اُپدیش حصہ اول و دوم	۱۳
ایک روپیہ		ست سنگ کے اُپدیش حصہ سوم	۱۴
ایک روپیہ آٹھ آنہ	اردو	ست سنگ کے اُپدیش حصہ اوّل	۱۵
۸ر	تیلوگو	مشرت بچن	۱۶
۸ر	ہندی	جتن پرکاشں	۱۷
۶ر	"	سرن آشرم کا سپوت (ناٹک)	۱۸
۴ر	اردو	سرن آشرم کا سپوت (ناٹک)	۱۹
فی ۱۲ر	ہندی و اُردو	سور اجیہ باتصویر (ناٹک)	۲۰
فی ۱۰ر	ہندی و اُردو	روزانہ واقعات (ڈائری) ۱۰ ستمبر تا ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء	۲۱
فی ایک روپیہ	ہندی و اُردو	بھگوت گیتا کے اُپدیش	۲۲
فی ۴ر	ہندی و اُردو	ڈراما دین و دُنیا	۲۳
فی ۶ر	ہندی و اُردو	ڈراما سنسار چکر عمدہ کاغذ پر	۲۴
فی ۴ر	ہندی و اُردو	ڈراما سنسار چکر معمولی کاغذ پر	۲۵
ایک روپیہ آٹھ آنہ	اُردو	یتھارتھ پرکاش حصہ اوّل و دوم	۲۶

(ابوطاہر زیدی لکھنوی تحریر نمود)